| | ۱۸ | |
|---|---|---|
| کہتا ہون مین ہندو و مسلمان سے یہی<br>لاٹھی ہے ہوائے دہر پانی بن جاؤ | | اپنی اپنی روش پہ تم نیک رہو<br>موجون کی طرح لڑو مگر ایک رہو |
| | ۱۹ | |
| تسبیح و دعا مین جس نے لذت پائی<br>کوئی نہین خوش نصیب اُس سے بڑھکر | | اور ذکرِ خدا سے دل نے راحت پائی<br>بس دونون جہان کی اُسنے نعمت پائی |
| | ۲۰ | |
| خواہش ہے تجھے اگر غنی بننے کی<br>شخصی حالت کو چھوڑ کر اے بندے | | دولت کی ہوس ہے اور دھنی بننے کی<br>کوشش لازم ہے کمپنی بننے کی |

۱۱

ہے صبر و قناعت اک بڑی چیز اکبر
دنیا طلبی کے وعظ میں محو ہے تو
لذت ابھی اس کی تو نے چکھی ہے کہاں؟
یہ بھی تو ذرا سمجھ کہ رکھی ہے کہاں؟

۱۲

خاطر مضبوط دل توانا رکھو
ہو جائینگی مشکلیں تمہاری آسان
اُمید اچھی خیال اچھا رکھو
اکبر اللہ پر بھروسا رکھو

۱۳

اعمال کے حسن سے سنورنا سیکھو
مرنے سے مفر نہیں ہے جب اے اکبر
اللہ سے نیک امید کرنا سیکھو
بہتر یہی ہے خوشی سے مرنا سیکھو

۱۴

اللہ کا صدق دل سے جو طالب ہو
ہرگز نہ بڑھیں گے اُس سے نیچر کے مرید
حیرت نہیں گر ملک کا ہم قالب ہو
ممکن نہیں جسم روح پر غالب ہو

۱۵

جس بات میں تم شکستِ ملت سمجھو
جو بندۂ نفس ہو مخالف اُس کا
اُس میں شرکت کو اپنی ذلت سمجھو
قومی غیرت کی اُس میں قلت سمجھو

۱۶

حاصل کرو علم طبع کو تیز کرو
قومی عزت ہے نیکیوں سے اکبر
باتیں جو بری ہیں ان سے پرہیز کرو
اس میں کیا ہے کہ نقل انگریز کرو

۱۷

دُنیائے دنی کی ہوس جانے دو
مالک کے بغیر گھر کی رونق نہیں کچھ
گلچین ہو اگر تو خار و خس جانے دو
اللہ کو اپنے دل میں بس جانے دو

۴

لامذہبی سے ہو نہیں سکتی فلاحِ قوم
ہرگز گذر سکینگے نہ ان منزلوں سے آپ
کعبے سے بت نکالدئے تھے رسول نے
اللہ کو نکال رہے ہیں دلوں سے آپ

۵

پیری آئی ہوئی جوانی رخصت
ساتھ اُسکے وہ لطف زندگانی رخصت
ہے اب تو اسی کا انتظار اے اکبر
ہم کو بھی کرے جہانِ فانی رخصت

۶

دُنیا کرتی ہے آدمی کو برباد
انکار سے رہتی ہے طبیعت ناشاد
دو ہی چیزیں ہیں بس محافظ دل کی
عقبے کا تصوّر اور اللہ کی یاد

۷

سب بے سود ہے گنج و مال و دولت کی تلاش
ذلت ہے دراصل جاہ و شوکت کی تلاش
اکبر تو سرور طبع کو علم میں ڈھونڈھ
محنت میں کر سکون راحت کی تلاش

۸

بے غیرت و خود فروش جاہل سے نہ مل
حق سے جو ہو غافل ایسے غافل سے نہ مل
یکجا کردیں حوادثِ دہر اگر
جائز ہے کہ اُن سے مل مگر دل سے نہ مل

۹

اس بزم سے سب کے سب اُٹھے جاتے ہیں
تسکین کے جو تھے سبب اُٹھے جاتے ہیں
اک قوت مذہبی عقیدوں سے تھی
وہ بھی تو دلوں سے اب اُٹھے جاتے ہیں

۱۰

گر جیب میں زر نہیں تو راحت بھی نہیں
بازو میں سکت نہیں تو عزت بھی نہیں
گر علم نہیں تو زر و زور ہے بے کار
مذہب جو نہیں تو آدمیت بھی نہیں

۱۲

دلون کو لذتِ معنی کا اب حس بھی نہین باقی
جسے دیکھو تخیلِ صورتِ دنیاے فانی ہے

حدیثِ آرزوے قربِ باری ہے نظر کس کی؟
خدا اک لفظ ہے اور شوقِ موسیٰ اک کہانی ہے

ہولے وادیِ ایمن کہان اب گلشنِ دل مین؟
نہ وہ ارنی کا خرمن ہے نہ شوقِ لن ترانی ہے

معاذ اللہ! غفلت باریان یہ ابرِ مغرب کی!
کوئی آلودۂ آز کوئی صرفِ جوانی ہے

مٹا دے اپنی ہستی اشتیاقِ حسن باقی مین
جو اے اکبر تجھے ذوقِ حیاتِ جاودانی ہے

۱۳

دلِ مبتلاے غفلت تو ہے محوِ دیرِ فانی
جو خدا کی یاد آئے تو اسی کی مہربانی

جو گذر گیا خودی سے تو وہ مل گیا اسی سے
نہ ہواے ربِ ارنی نہ صداے لن ترانی

مین زبان پہ لاؤن کیونکر وہ حدیثِ حسنِ مطلق؟
کہ نہ بار لفظ اٹھائیگی نزاکتِ معانی

مین سمجھ گیا وہی ہے میرے پردۂ نفس مین
مجھے اب تو سانس لینا ہی ہے لطفِ زندگانی

# رباعیات

کھولی ہے زبان خوش بیانی کے لئے
اٹھا ہے قلم گہر فشانی کے لئے
آیا ہون مین کوچۂ سخن مین اکبر
نظارۂ شاہدِ معانی کے لئے

۲

کیا تم سے کہین جہان کو کیسا پایا
غفلت ہی مین آدمی کو ڈوبا پایا
آنکھین تو بے شمار دیکھین۔ لیکن
کم تھین بخدا کہ جن کو بینا پایا

۳

انقلابِ جہان کو دیکھ لیا
حبِ دنیا سے قلب پاک ہوا
گل کلی کھل کے ہوگئی تھی پھول
پھول کمھلا کے آج خاک ہوا

صرف ظاہر ہو گیا سرمایۂ زیب و صفا
کیا تعجب ہے جو باطن با صفا ملتا نہین

پختہ طبعون پر حوادث کا نہین ہوتا اثر
کوہسارون مین نشانِ نقشِ پا ملتا نہین

شیخ صاحب برہمن سے لاکھ برتین دوستی
بے بھجن گائے تو مندر سے ٹکا ملتا نہین

## ۱۰

نہین جمتا کسی کا نقش اس دُنیاے فانی مین
حباب آسا مٹا اُبھرا جو بحرِ زندگانی مین

سکونِ قلب کی دولت کہان دُنیاے فانی مین
بس اک غفلت سی ہو جاتی ہے اور وہ بھی جوانی مین

اجل کی نیند آجاتی ہے آخر سننے والون کو
قیامت کا اثر پاتا ہون دُنیا کی کہانی مین

حباب اپنی خودی سے بس یہی کہتا ہوا گذرا
"تماشا تھا ہوا نے اک گرہ دیدی تھی پانی مین"

نہ پوچھو اے ہمنشین! وہ قصۂ عیش و طرب ہم سے
کسے اب یاد ہے اک خواب دیکھا تھا جوانی مین

اسی صورت مین دلکش خوبی الفاظ ہوتی ہے
کہ حسنِ یار کا پیدا کرے جلوہ معانی مین

زبانِ حال سے پروانۂ بسمل یہ کہتا ہے
حضوری ہو اگر حاصل مزا ہے نیم جانی مین

فلک نے مضمحل کر کے ہمین خس کر دیا آخر
بہے جاتے ہین بے مقصود بحرِ زندگانی مین

اداے شکر کر کے احتراز اولے ہے اے اکبر
ہزارون آفتین شامل ہین اُنکی مہربانی مین

## ۱۱

ختم کیا صبا نے رقص۔ گُل پہ نثار ہو چکی
جوشِ نشاط ہو چکا۔ صوتِ ہزار ہو چکی

رنگِ بدِ زمانہ کو دیکھ کے گُل نے راہ لی
لُطفِ نسیم ہو چکا۔ کاوشِ خار ہو چکی

رنگِ بنفشہ مٹ گیا۔ سنبلِ تر نہین رہا
صحنِ چمن مین زینتِ نقش و نگار ہو چکی

مستیِ لالہ اب کہان؟ اُسکا پیالہ اب کہان؟
دورِ طرب گذر گیا۔ آمدِ یار ہو چکی

رُت وہ جو تھی بدل گئی۔ آئی بس اور نکل گئی
تھی جو ہوا مین نکہتِ مشکِ تتار ہو چکی

ابتک اُسی روش پہ ہے اکبر مست و بیخبر
کہدے کوئی عزیز من "فصلِ بہار ہو چکی"

جلوۂ حق کے مقابل روے بت ہے بے فروغ
ہے پیام مرگ شمعون کے لئے دیدار صبح

واہ کیا کہنا ہے تیرا اے نسیم صبح خیز!
تیرے دم سے ہے چمن مین گرمیٔ بازار صبح

عاشق دنیا کو کیون آئے خیال آخرت؟
کس نے پروانے کو پایا شائق دیدار صبح؟

عہد پیری آگیا اکبر سنبھالو اپنے ہوش
خواب غفلت سے اٹھو پیدا ہوے آثار صبح

## ۸

بہار آئی کھلے گل زیب صحن بوستان ہوکر
عنادل نے مچائی دھوم سرگرم فغان ہوکر

بچھا فرش زمرد اہتمام سبزۂ تر مین
چلی مستانہ وش باد صبا عنبر فشان ہوکر

عروج نشۂ نشو و نما سے ڈالیان جھومین
ترانے گاے مرغان چمن نے شادمان ہوکر

بلائین شاخ گل کی لین نسیم صبح گاہی نے
ہوئین کلیان شگفتہ روے رنگین بتان ہوکر

جوانان چمن نے اپنا اپنا رنگ دکھلایا
کسی نے یاسمن ہوکر کسی نے ارغوان ہوکر

کیا پھولون نے شبنم سے وضو صحن گلستان مین
صدائے نغمۂ بلبل اٹھی بانگ اذان ہوکر

ہوائے شوق مین شاخین جھکین خالق کے سجدہ کو
ہوئی تسبیح مین مصروف ہر پتی زبان ہوکر

زبان برگ گل نے کی دعا رنگین عبارت نے
"خدا سرسبز رکھے اس چمن کو مہربان ہوکر"

نگاہین کاملون کی پڑہی جاتی ہین زمانے مین
کہین چھپتا ہے اکبر پھول پتون مین نہان ہوکر

## ۹

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہین
ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہین

معرفت خالق کی عالم مین بہت دشوار ہے
شہر تن مین جب کہ خود اپنا پتا ملتا نہین

غافلون کے لطف کو کافی ہے دنیا کی خوشی
عاقلون کو بے غم عقبےٰ مزا ملتا نہین

کشتیٔ دل کی الٰہی بحر ہستی مین ہو خیر!
ناخدا ملتے ہین لیکن باخدا ملتا نہین

غافلون کو کیا سناؤن داستان عشق یار؟
سونے والے ملتے ہین درد آشنا ملتا نہین

زندگانی کا مزا ملتا تھا جس کی بزم مین
اُن کی قبرون کا بھی اب مجکو پتا ملتا نہین

رونا تو ہے اسی کا کوئی نہین کسی کا
دنیا ہے اور مطلب، مطلب ہے اور اپنا

اے برہمن! ہمارا تیرا ہے ایک عالم
ہم خواب دیکھتے ہین تو دیکھتا ہے سپنا

یہ دھوم دھام کیسی؟ شوقِ نمود کیسا؟
بجلی کو دل کی صورت آتا نہین تڑپنا

بے عشق کے جوانی کٹنی نہین مناسب
کیونکر کہون کہ اچھا ہے جیٹھ کا نہ تپنا؟

۴

لے گیا تھا طرفِ گورِ غریبان دلِ زار
کیا کہین تم سے جو کچھ وان کا تماشا دیکھا

وہ جو تھے رونقِ آبادیِ گلزارِ جہان
سر سے پا تک اُنھین خاکِ رہِ صحرا دیکھا

کل تلک محفلِ عشرت مین جو تھے صدر نشین
قبر مین آج اُنھین بے کس و تنہا دیکھا

بسکہ نیرنگئ عالم پہ اُسے حیرت تھی
آئینہ خاکِ سکندر کو سراپا دیکھا

سرِ جمشید کے کاسے مین بھری تھی حسرت
یاس کو معتکفِ تربتِ دارا دیکھا

۵

نہ کتابون سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگون کی نظر سے پیدا

جو خردمند ہین وہ خوب سمجھتے ہین یہ بات
خیر خواہی وہ نہین ہے جو ہو ڈر سے پیدا

رنجِ دُنیا سے بہت مضطرب الحال تھا یہ
دل مین تسکین ہوئی مذہب کے اثر سے پیدا

۶

سب سے کر قطعِ نظر بہرِ خیالِ روے دوست
یا ہر اک شے کو سمجھ عکسِ جمالِ روے دوست

گوشِ عارف کے لئے قائم ہے صوتِ سرمدی
ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے اُس سے حالِ روے دوست

گردشِ ارض و سما ہے خضرِ راہِ معرفت
مہر و مہ ہین شاہدِ اوجِ کمالِ روے دوست

۷

شورِ بلبل۔ جوشِ گُل۔ موجِ نسیم۔ انوارِ صبح
اللہ اللہ! کس قدر ہین دلکشا آثارِ صبح

آفتابِ اوجِ سعادت کا ہے وہ روشن نفس
نُورِ طاعت جس سے ظاہر ہو دمِ آثارِ صبح

پہلو کو چیر ڈالین درشن ہو عام اُسکا
ہر آستما مین گویا اک آگ سی لگادین

آنکھون کی ہے جو گنگا لے کرکے اُس سے پانی
اس دیوتا کے آگے اِک نہر سی بہادین

ہندوستان لکھدین ماتھے پہ اُس صنم کے
بھولے ہوے ترانے دُنیا کو پھر سُنادین

ہر صبح اُٹھ کے گائین منتر وہ میٹھے میٹھے
سارے پجاریون کو مے پیت کی پلادین

مندر مین ہو بلانا جس دم پجاریون کو
آوازۂ اذان کو ناقوس مین چھپادین

اگنی ہے وہ جو نرگن کہتے ہین پیت جسکو
دھرمون کے یہ بکھیڑے اس آگ مین جلادین

ہے ریت عاشقون کی تن من نثار کرنا
رونا ستم اُٹھانا - اور اُن کو پیار کرنا

## ایک آرزو

دُنیا کی محفلون سے اُکتا گیا ہون یارب!
کیا لُطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو؟

سوزش سے ہون گریزان دل ڈھونڈتا ہے میرا
ایسا سکوت جسپر تقریر بھی فدا ہو

مرتا ہون خامشی پر یہ آرزو ہے میری
دامن مین کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

لذت سرود کی ہو چڑیون کے چہچہون مین
چشمے کی شورشون مین باجا سا بج رہا ہو

آغوش مین زمین کے سویا ہوا ہو سبزہ
پھر پھر کے جھاڑیون مین پانی چمک رہا ہو

گل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا
ساغر ذرا سا گویا مجکو جہان نما ہو

صف باندھے دونون جانب بوٹے ہرے ہرے ہون
ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو

ہو دلفریب ایسا کوہسار کا نظارہ
پانی بھی موج بنکر اُٹھ اُٹھ کے دیکھتا ہو

مہندی لگائے سورج جب شام کی دُلھن کو
سُرخی لئے سنہری ہر پھول کی قبا ہو

راتون کے چلنے والے رہ جائین تھک کے جسدم
اُمید اُن کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو

پچھلے پہر کو کوئل وہ صبح کی مؤذن
مین اُسکا ہمنوا ہون وہ میری ہمنوا ہو

کانون پہ ہو نہ میری دیر و حرم کا احسان
روزن ہی جھونپڑی کا مجھ کو سحر نما ہو

غربت مین ہون اگر ہم رہتا ہے دل وطن مین
سمجھو وہین ہمین بھی دل ہو جہان ہمارا

پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسمان کا
وہ سنتری ہمارا وہ پاسبان ہمارا

گودی مین کھیلتی ہین اُسکی ہزارون ندیان
گلشن ہے جنکے دم سے رشکِ جنان ہمارا

اے آب رود گنگا وہ دن ہے یاد تجکو
اُترا ترے کنارے جب کاروان ہمارا

مذہب نہین سکھاتا آپس مین بیر رکھنا
ہندی ہین ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا

یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہان سے
اب تک مگر ہے باقی نام و نشان ہمارا

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہین ہماری
صدیون رہا ہے دشمن دورِ زمان ہمارا

اقبال کوئی محرم اپنا نہین جہان مین
معلوم کیا کسی کو دردِ نہان ہمارا

## نیا شوالہ

سچ کہہ دون اے برہمن گر تو برا نہ مانے
تیرے صنمکدون کے بت ہو گئے پرانے

اپنون سے بیر رکھنا تو نے بتون سے سیکھا
جنگ و جدل سکھایا واعظ کو بھی خدا نے

تنگ آکے مین نے آخر دیر و حرم کو چھوڑا
واعظ کا وعظ چھوڑا چھوڑے ترے فسانے

کچھ فکر پھوٹ کی کر - مالی ہے تو چمن کا
بوٹون کو پھونک ڈالا اِس لبن بھری ہوا نے

پتھر کی مورتون مین سمجھا ہے تو خدا ہے
خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرّہ دیوتا ہے

آ مل کے غیریت کے پردون کو پھر اُٹھا دین
بچھڑون کو پھر ملا دین نقشِ دوئی مٹا دین

سونی پڑی ہوئی ہے مدت سے جی کی بستی
آ اِک نیا شوالہ اس دیس مین بنا دین

دنیا کے تیرتھون سے اونچا ہو اپنا تیرتھ
دامانِ آسمان سے اُسکا کلس ملا دین

پھر اِک انوپ ایسی سونے کی مورتی ہو
اس ہردوار دل مین لاکر جسے بٹھا دین

سندر رہو اُسکی صورت چھپ اُسکی موہنی ہو
اس دیوتا سے مانگین جو دل کی ہون مرادین

زنار ہو گلے مین تسبیح ہاتھ مین ہو
یعنی صنمکدے مین شانِ حرم دکھا دین

کہ یتیم خانے کے لئے چندے کی بارش ہونے لگی۔ اسی نظم نے اس شہرت کی بنیاد رکھدی۔ جواب اطراف ہند مین پھیلی ہوئی ہے + آپ عربی اور فارسی مین بھی قابلیت رکھتے ہین۔ اور سنسکرت سے بھی آشنا ہین :+

آپ نے چند غزلین مرزا ارشد گورگانی کو دکھائین۔ اور پھر بلبل ہندوستان نواب فصیح الملک مرزا خان داغ سے بذریعہ خط وکتابت تلمذ اختیار کیا + اُس دن سے آجتک آپکا کلام روز افزون ترقی کر رہا ہے + جب سے نئے رنگ مین کہنا شروع کیا۔ اصلاح لینے کی پابندی جاتی رہی + کہتے کہتے خود اچھا کہنے لگے + نواب فصیح الملک انکی بیحد قدر کرتے۔ اور انکی ذہانت اور رسا طبیعت کی داد دیتے :+

آپ کے کلام مین بھرتی کے شعر کم پائے جاتے ہین + کوئی شعر درد۔ وحدت اخلاق کی چاشنی سے خالی نہین ہوتا۔ مولنا شبلی فرماتے تھے کہ جب آزاد اور حالی کی کرسیان خالی ہونگی۔ تو لوگ آپ کو ڈھونڈینگے۔ آپ کو تلمذ اگرچہ حضرت داغ سے رہا ہے۔ مگر مشکل پسند طبیعت کے اقتضا سے اکثر مرزا غالب کی پیروی کرتے ہین :+

## ستارہ

قمر کا خوف کہ ہے خطرۂ سحر تجکو
متاعِ نور کے لُٹ جانیکا ہے ڈر تجکو
زمین سے دور دیا آسمانے گھر تجکو
مآلِ حُسن کی کیا مل گئی خبر تجکو؟
ہے کیا ہراس فنا صورتِ شرر تجکو؟
مثالِ ماہ اُڑھائی قبائے زر تجکو

غضب ہے پھر تری ننھی سی جان ڈرتی ہے
تمام رات تری کانپتے گذرتی ہے

چمکنے والے مسافر! عجب یہ بستی ہے
اجل ہے لاکھون ستارون کی اک ولادتِ مہر
وداعِ غنچہ مین ہے رازِ آفرینشِ گل
سکون محال ہے قدرت کے کارخانے مین
جو اوج ایک کا ہے دوسرے کی پستی ہے
فنا کی نیند مئے زندگی کی مستی ہے
عدم عدم ہے کہ آئینہ دارِ ہستی ہے
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے مین

## ترانہ

سارے جہان سے اچھا ہندوستان ہمارا
ہم بلبلین ہین اُسکی وہ گلستان ہمارا

**۱۱**

اے وقت بگاڑ کا ہے سب کے چارہ　پر تجھسے بگڑنے کا نہین ہے یارا
ہو جائے گر ایک تو ہمارا ساتھی　پھر غم نہین پھر جائے زمانہ سارا

**۱۲**

کی طاعت نفس مین بہت عمر بسر　انجام مین رکھی نہ جوانی مین خبر
کیفیتِ شب اٹھا چکے اب حالی　مجلس کرو برخاست ہوا وقت سحر

**۱۳**

چھوڑو کہین جلد مال و دولت کا خیال　مہمان کوئی دن کے ہین دولت ہو کہ مال
سرمایہ کرو جمع جس کو نہ کبھی　اندیشۂ فوت ہو نہ ہو خوف زوال

**۱۴**

احسان کے ہے گر صلہ کی خواہش تمکو　تو اس سے یہ بہتر ہے کہ احسان نہ کرو
کرتے ہو گر احسان تو کر دو اسے عام　اتنا کہ جہان مین کوئی ممنون نہو

**۱۵**

یاد اُسکی یہان ورد مدام اپنا ہے　خالی نہ ہو جو کبھی وہ جام اپنا ہے
کس طرح نہ لیجئے کہ ہے نام اُسکا؟　کس طرح نہ کیجئے کہ کام اپنا ہے؟

# ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

[illegible]ء مین پیدا ہوئے + وطن مالوف آپکا سیالکوٹ ہے + لاہور کالج مین تعلیم پاکر ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی ابتدائے سن تمیز سے طبیعت شاعری کی طرف مائل تھی + فن سخن کا صحیح مذاق سخن آفرین نے آپ کی طبیعت مین ودیعت کیا ہے + سنہ ۱۸۹۹ء مین دوستون کے اصرار سے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے مین آپنے نالۂ یتیم کے عنوان سے ایک قابل قدر نظم پڑھی + یہ نظم دلگداز اور موثر ہونے کی وجہ سے کچھ ایسی مقبول خاص و عام ہوئی

۴

کیا ہوگی دلیل تجھ پہ اور اس سے زیاد؟
پر۔ جو کہ ہین تجھ سے لو لگائے بیٹھے
دنیا مین نہین ہے ایک دل جو کہ ہو شاد
رہتے ہین ہر ایک رنج و غم سے آزاد

۵

ممکن نہین کہ ہو بشر عیب سے دور
عیب اپنے گھٹاؤ پر خبردار رہو
پر عیب سے بچیے تابمقدور ضرور
گھٹنے سے کہین اُنکے نہ بڑھ جائے غرور

۶

دُنیائے دنی کو نقش فانی سمجھو
پر جب کرو آغاز کوئی کام بڑا
روداد جہان کو اک کہانی سمجھو
ہر سانس کو عمر جاودانی سمجھو

۷

اے علم کیا ہے تو نے ملکون کو نہال
انپر ہوے غیب کے خزانے مفتوح
غائب ہوا تو جہان سے وہان آیا زوال
جن قومون نے ٹھہرایا تجھے راس المال

۸

ہین یار رفیق۔ پر مصیبت مین نہین
اُس بات کی انسان سے توقع ہے عبث
ساتھی ہین عزیز۔ لیک ذلت مین نہین
جو نوعِ بشر کی خو و جبلت مین نہین

۹

عشرت کا ثمر تلخ سدا ہوتا ہے
جس قوم کو عیش دوست پاتا ہون مین
ہر قہقہہ پیغامِ بکا ہوتا ہے
کہتا ہون کہ اب دیکھیے کیا ہوتا ہے

۱۰

منزل ہے بعید۔ باندھ لو زادِ سفر
گاہک جو کس ہے۔ لے چلو مال کھرا
مواج ہے بحر۔ رکھو کشتی کی خبر
ہلکا کرو بوجھ۔ ہے کٹھن راہگذار

ہین ہنسی کی اور باتین کیجیئے انصاف اگر
ہر غزل مین آپکے دیوان حافظ کا مزا"

عرض کی شاعر نے "حضرت کا ہے یہ سب حسن ظن
ورنہ ہین کیا مرا مجموعۂ اشعار کیا!

قبلہ! اب وہ دن گئے جو شاعری کی قدر تھی
شاعری اور نکتہ پردازی مین ہے اب کیا دھرا!

شعر اگر کہئے تو روٹی جا کے کس گھر کھائیے؟
سیکڑون پھرتے ہین شاعر تنگدست اور بے نوا

اب تو یہ کہتا ہون شعر و شاعری کو چھوڑ کر
وعظ مین شاگرد ہو جاؤن کسی اُستاد کا

اس گئے گذرے زمانے مین بھی یہ فن شریف
کیمیا ہے کیمیا ہے کیمیا ہے کیمیا

آپ لوگون کی تو اسمین ریس کرنی ہے محال
پر ہمین بھی سیکھنے سے کچھ نہ کچھ آ جائیگا

روزگر سونے کی چڑیا گر نہ ہاتھ آئی نہ آئے
ہم گنہگارون کا پیٹ ایسا نہین ہے کچھ بڑا"

کی سخن پرداز نے واعظ سے جب یہ گفتگو
قہقہون سے چارسو مجلس مین اک غل پڑ گیا

خواب کا سا وہ سماں جاتا رہا سب یک بیک
اور وہی پہلو سے دل نے کان مین دی صدا

ہزل ہو یا جد نصیحت لیجئے ہر بات سے
کہہ گئے ہین اہل دل دَعْ ماکدر خذ ما صفا

## رباعیات

کاٹتا ہے ہر اک جگر مین اٹکا تیرا
حلقہ ہے ہر اک گوش مین لٹکا تیرا
مانا نہین جس نے تجکو جانا ہے ضرور
بھٹکے ہوئے دل مین بھی ہے کھٹکا تیرا

۲

ہندو نے صنم مین جلوہ پایا تیرا
آتش پہ مغان نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا ہے دہر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

۳

مٹی سے ہوا سے آتش و آب سے یہان
کیا کیا نہ ہوے بشر پہ اسرار عیان
پر تیرے خزانے ہین ازل سے ابتک
گنجینۂ غیب مین اُسی طرح نہان

پھول پھل سے سرو کو بے بہرہ جب پاتے ہین ہم
سوسن و نسرین و گل مین جب وفا پاتے نہین
پر ہم اس پردے مین خود اپنا دکھاتے ہین کمال
اس سے بڑھکر ہجو ہو سکتی ہے کیا انسان کی؟
عدل مین لکھتے ہین ہم نوشیروان عہد انھین
حاتم وقت اُنکو ٹھہراتے ہین جنکا بذل و جود
زیرکی مین اُنکو کہتے ہین ارسطوے زمان
کہتے ہین کس شد و مد سے ہم اُنھین بیدار مغز
جو غلامانہ خوشامد کرتے ہین حکام کی
اُن مین ثابت کرتے ہین ہمدردیِ نوعِ البشر
حامیِ اسلام دیتے ہین خطاب انکو کہ جو
یاورِ خلق اُنکو کہتے ہین جنھین اے واعظو!
مدح کی جاتی ہے یان اکثر اسی انداز سے
قطب دوران اُن ریاکارونکو ٹھہراتے ہین ہم
اُن فسون سازونکو ہم کہتے ہین ذو النون زمان
آپ جھٹ اُسکو کہے جو مدح وہ بے مغز ہے
چُھبتی اور دکھتی سخنور نے یہ کی تقریر جب
دل مین واعظ نے پڑھی لاحول اور سمجھا کہ مین
پر بظاہر داغ یہ دامن سے دھونیکے لئے
ہو چکین باتین ہنسی کی اب کرو کچھ اور ذکر
کہئے فکر شعر کا ہوتا ہے اب بھی اتفاق

ایک طرہ اُسمین آزادی کا دیتے ہین لگا
وصف رنگ و بو سے ہم دیتے ہین عیب اُنکا چھپا
ورنہ ایسی مدح ہے ممدوح کے حق مین ہجا
لکھین اعمیٰ کو بصیر اور راہزن کو رہنما
ایک منکوحہ کا حق ہوتا نہین جنسے ادا
اس لئے ہے تاکہ حاصل حاکمون کی ہو رضا
ہمنشین احمق بناتے ہین جنھین صبح و مسا
جو نہین واقف کہ آمد کیا ہے اور ہے خرچ کیا
اُنکی آزادی پہ ہم کہتے ہین سو سو مرحبا
آپکو کہتے ہین جو نوعِ البشر سے ماوریٰ
کرتے ہین رسوا چلن سے اپنے نام اسلام کا
تم کسی کے کام کا رکھتے نہین اپنے سوا
شیخ ہو ممدوح یا واعظ غنی ہو یا گدا
آپ کو بھی جو سکھائین مدتون مکر و دغا
بیٹھ کر ممبر پہ جو آنکھون کا کاجل لین اُڑا
نام اسکا مدح ہے تو ہجو ہے پھر چیز کیا؟"
اور لگے سب مسکرانے دیکھ کر یہ ماجرا
چھیڑ کر اک بے ادب کو مفت مین رسوا ہوا
ہنس کے اک سنجیدگی سے اور متانت سے کہا
ہزل و استہزا ہو زیادہ حد سے ہوتا ہے برا
آپ نے دیوان مرتب کیون نہین اب تک کیا؟

پر یہ حیرت ہے کہ اِن کامون مین جو لاگت لگی
مجرمون کے جرم شاید ہون نہ اتنے خوفناک
ہے یقین اتنا ہی ہوگا اپنے دل مین تو حقیر
کر دیا رسوا تر ہی تزویر نے تذکیر کو
لُطف ہے تو دلربا اور قہر ہے تو دلفریب
گہہ جہنم سے ڈرا کر چاہتا رشوت ہے تو
گونجتا ممبر پہ ہے یون بیٹھ کر گویا کہ آب
ہاتھ مین تیرے ہے گویا نار و جنت کی کلید
نیکیان برباد ہین ساری تری خدمت بغیر
اپنی اک اُمت الگ سب سے بنانے کے لیئے
تیرے گھر سے ہین مسلمانون مین ہے جبتک نزاع
جس طرح جھگڑونکے خواہان ہین عدالت مین وکیل
چاہتا ہے قوم مین جوتی سدا چلتی رہے
شاعرون کو بس اسی مُنہ سے گدا کہتا ہے تو
کچھ گدا کہنے سے تیرے ہم گدا ہوتے نہین
شاعری پر ہے بڑا یہ طعن حضرت کا کہ ہم
طمع کچھ بیجا نہین رکھتے ہین پر اک عذر ہم
سب یہ روشن ہے کہ ہم لوگونکا اک پیشہ ہے مدح
اپنے اپنے کام اور پیشہ مین ہم ہون یا کہ تم
وعظ مین دیتے ہو آخر داستان کی چاٹ تم
مدح مین ہم بھی یونہین کرتے ہین رنگ آمیزیان

اُس سے دہ چند آپکے دیوان خانہ مین لگا
نیکیان تیری ہین جیسی پر خطر روزِ جزا
جسقدر مانا ہے زید و عمر نے تجھکو بُرا
ورنہ اک منصب تھا یہ شایانِ شانِ انبیا
سحر ہے افسون ہے جادو ہے تری جو ہے ادا
گاہ حورون پر لبھا کر مانگتا ہے رو نما
آسمان سے لے کے اُترے ہین ابھی حکم خدا
جس نے پوجا تجھ کو وہ فردوس مین داخل ہوا
فرقۂ ناجی ہے بس اک پوچھنے والا ترا
تفرقے ڈالے ہین دینِ حق مین تو نے جابجا
اختلافِ امت کا حق مین تیرے رحمت ہو گیا
مانگتا ہے تو یونہین باہم خصومت کی دُعا
کشتیِ اسلام کا پھر کیون نہ ہو تو ناخدا ؟
اے اسیر دامِ نفس! اے بندۂ حرص و ہوا
ورنہ ہم بھی یون تو کہہ اُٹھتے ہین بعضون کو گدا
حد سے بڑھ جاتے ہین جب کرتے ہین مدح اغنیا
غور کرنا عذر پر ہے شیوۂ اہلِ صفا
جیسے تم لوگون کا پیشہ ہے یہی مکر و ریا
کر سکے ہین ہوتا ہے جو کچھ مصلحت کا مقتضا
راستی سے کام جب چلتا نہین تسخیر کا
جب تنِ ممدوح پر کھلتی نہین سادی قبا

خردہ گیری کے لئے حاضر ہے شاعر کا کلام
تو اگر معصوم ہو تو کچھ کمی حبا تی نہین
کھیلتے پھرتے ہین میدان جہان مین سب شکار
حرص ہوتی جسم مین انسان کے گر جائے خون
مینے ان آنکھون سے اے واعظ لباسِ وعظ مین
خبط ہے اک تمکو۔ کہدون گر برا مانو نہ تم
آپ مین تسبیح و ذکر و طاعت و زہد و ورع
مین بتاؤن آپ کو اچھون کی کیا پہچان ہے
بات حق ہو یا کہ باطل تیری مرضی کے خلاف
ترک اولیٰ پر فضیحت جس قدر کرتا ہے تو
ہے فقط دوزخ تیری سرکار مین جنت نہین
عاصیون کی مغفرت جس سے نکلتی ہے صریح
گر خدا بھی واعظو! ہوتا تمھین سا سخت گیر
گرم بازاری اسی مین اپنی سب سمجھے ہو تم
چاہتے ہو تم یہان کثرت معاصی کی یونہین
آپ ان باتون کو اک بہتان سمجھین گے مگر
جو کہون مین اُسکو باور کر نہین اسمین خلاف
یہ بھی کوئی جھوٹ ہے ہم جسکے خود ہین معترف؟
دعوتون مین سچ بتا جس شوق سے جاتا ہے تو
یاد ہے وہ تیر اکھنا دیکھ کر کھانے چنے؟
مدرسے کوشش سے تیری گو بنے ہین شہر شہر

اس سے کیا مطلب کہ ہے وہ بندۂ حرص و ہوا
پھنس رہا ہے ورنہ اس پھندے مین ہر شاہ و گدا
آڑ مین ٹٹی کے لاکھون اور ہزارون برملا
شاعرون سے تیرے چہرے کی دمک ہوتی سوا
جو فروشی کرتے دیکھے ہین بہت گندم نما
آپ ہو بیمار اور اورون کو دیتے ہو دوا
خوبیان سب کچھ صحیح پر دل کا مالک ہے خدا
جو ہین خود اچھے وہ اورون کو نہین کہتے برا
مُنہ سے نکلی اور تجھے تکفیر کا پہلو ملا
قتلِ انسان پر نہین ملتی کہین ایسی سزا
چوک جس سے ہو گئی کچھ پھر نہین تو بخشتا
ایسی آیات و حدیثون سے ہے تو جی مین خفا
اس چمن کو دیکھتا کوئی نہ پھر پھولا پھلا
لوگ ہون بدراہ اور اُن کے بنو تم رہ نما
ہین اطبا چاہتے جسطرح امراض اور وبا
سوجھتی اکثر نہین انسان کو اپنی خطا
شاعرون کی کذب سے بدتر ہے واعظ کی ریا
جھوٹ وہ ہے جو ہو پردے مین تقدس کے چھپا
ایک بھی کی ہے نماز اس شوق سے تو نے ادا؟
"دین قائم ہے ابھی یارو کرو شکر خدا"
مسجدین بھی تو نے بنوائی ہین اکثر جابجا

ہو جہان لکھنی تجھے اسپ گلی کی جست وخیز
اک ترارے مین اُسے پہونچائے تو فوقَ السَّماء

تو ہوا مدح وثنا مین جس کی سرگرمِ غُلو
اور اُلٹا خوبیون پر اُس کے پردہ پڑ گیا

پرلے درجے کا تنزل ہے اگر ٹھہرائے تو
جم کو اُسکے در کا دربان اور بہمن کو گدا

بہمن وجمشید یان بیچارے کس گنتی مین ہین ؟
تنگ ہین ہاتھون سے تیرے انبیا اور اولیا

لکھے تو اک گربۂ مسکین کو سارا منزلت
اور کہے اک لُعبتِ سنگین کو تو یوسف لقا

فی المثل گر ہو ترا ممدوح اک برگِ گیاہ
اُنھین ثابت کر کے چھوڑے تو صفاتِ کبریا

بادخوالون سے سوا ہو تجھکو فکر تہنیت
خواب مین سُن پائے تو گر کوس شادی کی صدا

ہند مین غل ڈالدے تو نالہاے شوق سے
چین مین سہرہ ہو گر اک شاہدِ نوخیز کا

شعر کو الہام سمجھے گر نصیبوں سے کبھی
کان مین پڑ جاے تیرے ایک جھوٹ واہ وا

مذہب شاعر مین جس کا دین باطل نام ہے
راستی اور صدق سے بڑھکر نہین کوئی خطا

سربسر اقوال تیرے کچھ مین اور افعال کچھ
ہے زبان گوہر افشان پر نَعَم اور دل مین لا

شان مین آیا ہے جنکی قول مَالَایَفعَلُون
چشم بد دور آپ کے ہادی ہین وہ اور مقتدا

ایسے دروازے بہت کم پائین گے آفاق مین
جس پہ صبح شام تو نے دی نہ ہو جا کر صدا

ہے زبان خامہ تیری تابع فرمان حرص
کام تجھ کو کچھ نہین جز مدح وقدح اغنیا

مدح مین حد سے زیادہ جنکی کرتا ہے غُلو
گالیان دیتا ہے تو اکثر اُنھین کو برملا

جیسے دروازون سے پھرتے ہین دعا دیکر فقیر
مدح تو بھی ختم کرتا ہے یونہین دے کر دعا

ہر دعا مین ہے مقدر شرطِ اِن اَعطَیتَنِی
صاف لعنت کا دعا مین تیرے آتا ہے مزا

یہ دہ عرض ہنر مین مانگتا ہے بھیک تو
گر یہی ہے شاعری تو اس سے بہتر ہے گدا

زہر دل کا جبکہ واعظ نے لیا سارا اُگل
اور نہ کوئی تیر باقی اُسکے ترکش مین رہا

سُن کے شاعر نے کہا بس اے خدنگ انداز بس
ہے زبان تیری دہن مین یا سنان جان گزا

چوٹ تھی تیری سخن پر جا پڑی اخلاق پر
تو نے چاک پیرہن کو تا جگر پہونچا دیا

دی نہین گویا شریعت نے ہمین تکلیف کچھ
خودستائی جو کسی کو جز خدا پھبتی نہین
فحش اور دشنام کو ملتا ہے یان رنگِ قبول
جب یہ بالاخوانیان شاعر کی واعظ نے سُنین
شیوہ تیرا بوالفضولی اور یہ لاف و گزاف!
اُمت بر حق کے عالِم جو ہین از رہے خبر
کیا ادب جاتا رہا انکا بھی تجکو لے سفیہ!
گو نہین گنتی مین اہل علم کے یہ خاکسار
ہر سخن کا اک جدا ہوتا ہے موقع اور محل
علم اور حکمت کے ہون جس بزم مین دفتر کھلے
شعر مستحسن اگر ہوتا تو قرآن مین اُسے
شان مین بالعلم تنزیہی جس کے آیا ہے صریح
چاہیے انفاسِ اہل الذکر سے ہو مستفید
خود ہو تم بے علم اور صحبت سے اہل علم کی
ہے یہی باعث کہ یک اُٹھتے ہو تم بے اختیار
اُس زبان یاوہ گو کو اپنی کیا سمجھا ہے تو؟
بے حقیقت ہین ترے سارے خیالاتِ بلند
ہے جہان خامے کو تیرے خدمتِ مشاطگی
بال سے باریک تر معشوق کی تیرے کمر
شمس جبت مین تو کرے برپا قیامت با سیا
تیغ چوبین کی ہو گر برش بیان کرنی تجھے
جو نہین جائز کسی کو ہے وہ سب ہم کو روا
آ کے ہو جاتی ہے شاعر کی زبان پر خوشنما
گالیان دے دے کے ہم سنتے ہین اکثر مرحبا
مُسکرایا اور یہ فرمایا کہ اے ہذیان سرا!
پیشہ تیرا یاوہ خوانی اور اتنا اِدّعا!
وارثِ علم نبی۔ قائم مقام انبیا
بر سر مجلس ہے تو جو اس طرح بتکارتا
پر سنے جاتے نہین یہ تیرے دعوے نا روا!
ہزل و سخریت کجا بزمِ خردمندان کجا؟
کس نے دی ہے تجکو وان اس ہرزہ گوئی کی رضا؟
کیون خلافِ شانِ ختم المرسلین کہتا خدا!
فخر ہے اُس شعر پر تجھ کو یہ اے شر الوریٰ!
ہو نہ جسکو علم سنت اور کتاب اللہ کا
بھاگتے ہو جیسے شیطان ہی اذان سے بھاگتا
جو تمھارے مُنہ مین آتا ہے ہزا اور ناسزا
جُرم گو چھوٹا ہے اسکا۔ جرم ہے لیکن بڑا
ہجو ہے تو بے اثر اور مدح ہے تو بے صفا
مورت اک پتھر کی ہے وان حور جنت سے سوا
رات سے تاریک تر ہجرِ صنم مین دل ترا
یار سے اپنے اگر دم بھر کو ہو عاشق جدا
ہے تنزل گر اُسے ٹھہرائے تو تیغ قضا

گرم تھا وان ہر طرف ہنگامۂ بحث و نظر
شمع استدلال مین روشن تھا فانوسِ بیان
تھے فراہم جسقدر اس بزم مین اہلِ کمال
مولوی کہتے تھے "غیر از علمِ دین سب ہیچ ہے"
صوفیِ صافی اِدھر کچھ کہہ رہا تھا زیر لب
خود فروشی کا غرض تھا ہر طرف بازار گرم
شاعرِ مغرور بھی ایک سمت خندان زیر لب
جا کے پہونچا جب وہان تک دَورِ صہبائے سخن
دعوئ فضلِ براعت اُسکو زیبا ہے یہان
ہے تصرف مین ہمارے عرصۂ دشت خیال
رہروی مین ہمکو چشم و گوش پر تکیہ نہین
صاف ہوتا ہے بیان اپنا خس و خاشاک سے
اتفاقاً گر کسی کی مدح پر آجائین ہم
خاک کو چرخِ برین پر دین اگر ترجیح ہم
وصفِ خوبان ہم گر سن پائے سالک ایکبار
گر کرین ہم گلرخون کی بے وفائی کا بیان
کھینچ دین گر خاطرِ مشتاق کی تصویر شوق
ہین ہماری مدح کے پیر و جوان امیدوار
گرمیِ بزمِ حریفان ہے ہماری ذات سے
فکر اپنی لغزشِ اہلِ نظر سے پاک ہے
کچھ نہین اپنا ضرر گر ہو روایت مین خلل
سرخرو گلگونۂ حجت سے تھا ہر مدعا
چار سو ہنگامہ آرا تھی لِمَ و لا کی صدا
تھا شرف کا اپنے اپنے فن کے سب کو ادّعا
فلسفی کہتے تھے "ہر فن کی ہے حکمت پر بنا"
واعظِ معجب ادھر کچھ بک رہا تھا بر ملا
ساز گوناگون تھے لیکن ایک تھی سب کی صدا
سن رہا تھا لافِ اہلِ فضل اور خاموش تھا
دفعتہً مجلس سے اُٹھا اور ہوا یون خود ستا
جو کوئی تلمیذِ رحمٰن تم مین ہو میرے سوا
کچھ نہین معلوم جس کی ابتدا اور انتہا
ہین ہمارے بال و پر اندیشۂ فکرِ رسا
پاک ہو جیسے وساوس سے دلِ اہلِ صفا
خاطرِ دشمن مین اُسکا نقشِ اُلفت دین بٹھا
ماند ہو ذرّے کے آگے مہرِ تابان کی ضیا
ہو نہ ہرگز پنجۂ عشقِ مجازی سے رہا
ہو نہ بُلبُل پھر چمن مین روئے گُل پر مبتلا
قیس کی کرنی پڑے لیلےٰ کو جا کر التجا
اور ہماری ہجو سے تھراتے ہین شاہ و گدا
بادۂ گلگون کا ہے ہر بات مین اپنی مزا
ہم جہان چلتے ہین وان مسدود ہے راہِ خطا
جھوٹ سے ہوتی ہے یان رونقِ عبادت کے سوا

کیا پیدا انشان ہر بے نشان کا | دکھایا رنگ نیرنگِ جہان کا
دیا سامانِ شاہانہ کسی کو | بنایا خاک ویرانہ کسی کو
کسی کو عشق کی لذت عطا کی | مزا دیتی رہی اندوہنا کی
دکھائے جلوہ ہائے حسن خوبان | بنایا صورتِ آئینہ حیران
چھپائے سیکڑون جلوے دکھا کے | مٹائین صورتین کیا کیا بنا کے
نہ غافل ہے نہ ہے فرزانہ باقی | فقط عالم مین ہے افسانہ باقی
تماشا دوست یار خود نما ہے | قصور بن کے پھرتا جابجا ہے
کہین شوکت ہے شانِ انبیا کی | کہین عظمت ہے ذکرِ اولیا کی
کہین ہے ہمّتِ اخوانِ یوسف | کہین ہے عصمتِ دامانِ یوسف
شرار شعلہ افزا ہے کہین وہ | ادیبِ ہوش موسیٰ ہے کہین وہ
کہین ہے التماسِ شوقِ دیدار | کہین ہے محرمِ اسرارِ انکار
کہین طالب کہین مطلوب ہے وہ | غرض ہر رنگ مین کچھ خوب ہے وہ
سنبھل اے سرخوش پیمانۂ شوق | خراب بادۂ خمخانۂ شوق
زیادہ تر نہ دے زحمت قلم کو | مئے وحدت کے بدلے کھینچ دم کو
کہان تک ایک سی آہنگ فریاد؟ | بدل اب اور کوئی رنگ فریاد
ملک مشتاق ہین حرفِ دعا کے | فلک پر بھیج تحفے التجا کے

# انتخاب از کلیات حالی

## مناظرہ واعظ و شاعر

کل جو مین نے بسترِ راحت پہ جا کر دم لیا | دل کو اک وقفہ غمِ دنیا سے فرصت کا ملا
کی تصور نے وہین اک بزمِ رنگین آشکار | مجلسِ اربابِ معنی جس کو کہنا ہے بجا

سُنے کوئی نہ فریاد جگر کو
نظر آئے نہ جز شعلہ نظر کو

عزیز و خویش و احباب و یگانہ
کرین تیرِ ملامت کا نشانہ

نہ سمجھین اضطراب بےکسی کو
دکھائین درد مین یہ اور جی کو

مین صدمے تے اُس بلائے ناگہان مین
مرا ہو کون حامی دو جہان مین؟

کہون اُس وقت کس سے اپنے جی کی؟
کسے پروا ہو میرے بیکسی کی!

سوا اسکے کہ تو ہی مہربان ہو
ترے کہنے سے کہنے مین زبان ہو

پکارون اے خداوندِ یگانہ
کرم گستر خطا بخشِ زمانہ

تری رحمت پہ ہے ناز آرزو کو
دفا کر وعدۂ لَاتَقنَطُوا کو

سنا اربابِ محشر سے بصد ناز
مبارکبادِ آزادی کی آواز

بس اے تسلیم ترکِ التجا کر
خموشی کو بیان مدعا کر

بہت کچھ کر چکا فریاد و ماتم
کہان تک حسرتِ افسانۂ غم؟

## حمد باری تعالیٰ از شام غریبان

اجازت او خیالِ قاصدِ دل!
کہ آ پہونچا دمِ تکلیفِ مشکل

طبیعت پھر مری کچھ ناز پر ہے
کوئی مطلب مگر آغاز پر ہے

مضامین لپٹے ہین فکرِ رسا سے
زبان جنبش مین ہے حمد خدا سے

بنایا جس نے کُن سے دو جہان کو
کیا پیدا زمین و آسمان کو

مہ و خورشید و سایہ کو فلک وار
سکھایا بے قدم انداز رفتار

طلسمی کارخانہ اک بنا کے
نظر سے چھپ رہا صورت دکھا کے

بلند و پست سب اُس نے بنایا
عدم سے عالمِ ہستی مین لایا

جہان مین اہلِ بینش کی عجب کو
وصال و ہجر بخشا روز و شب کو

گذرتی ہے عجب غفلت مین اوقات
در لیغا ۔ حسرتا ۔ ہیہات ہیہات

لحاظِ بندگی جاتا رہا ہے
سرِ نخوت نے دل مین گھر کیا ہے

گمان و وہم ۔ وجانِ درد آمیز
یہ سب ہین شانِ شیطانی سے لبریز

اگرچہ ہے یہ نفسِ کفر شیوا
میرے سائے سے ہو ۔ ابلیس پیدا

پشیمان خستہ ۔ آوارہ ۔ جگر خون
تری درگاہ مین حاضر ہوا ہون

نگاہِ رحم سے فرما اشارہ
دلِ مضطر کو ہو کچھ تو سہارا

سببِ مایوس ہون خندہ طرب سے
نہ گریان دیدۂ پرخون ہون اب سے

تمناؤن کو دل مین شاد پاؤن
جگر کو جان کو آباد پاؤن

سوا تیرے میرا کوئی نہین ہے
غلط بھی آسرا کوئی نہین ہے

کرے رحمت تری گر پردہ داری
مری بگڑی ہوئی بنجاے ساری

بہت کچھ آرزو رکھتا ہون دلمین
ہزارون گفتگو رکھتا ہون دل مین

جو سن لے ایک بھی تو رحم کھاکے
نکل جائین سب ارمان مدعا کے

غمِ ہستی و مرگ و قبر و محشر
یہ سب ہون سینۂ مضطر سے باہر

خلیل آسا جہنم باغ ہو جاے
گلِ فردوس دل کا داغ ہو جاے

ضعیفی مین شبابِ آرزو ہو
بہارِ ہشت جنت رنگ رو ہو

بڑھے ارمان سخی کی جیسی ہمت
گھٹے غم جس طرح ممسک کی نیت

سراپا عید بنجاؤن خوشی سے
کہون ہر دم مبارکباد جی سے

مبادا تو اگر نامہربان ہو
ہر اک ذرہ بلاے جسم و جان ہو

نویدِ عید ہون اہلِ ستم کو
سدا ترسون پناہِ نیم دم کو

زبان و دست و پا سب دین گواہی
اٹھاؤن تا ابد ناز تباہی

جہنم ہو عذابِ آتشین ہو
گرفتارِ بلا جانِ حزین ہو

نظر بوتِ سخن سے پارسا ہے
ابھی نادیدہ حُسنِ مدعا ہے

حریفِ نالہ بیداد ہون مین
شریکِ صحبتِ فرہاد ہون مین

دلِ مشتاق پابندِ الم ہے
نفس تارِ کمندِ صیدِ غم ہے

سحاب آسا عطا کر چشم گریان
مصیبت زادۂ آغوشِ طوفان

برنگِ ابرِ تر رویا کرون مین
سدا داغِ جگر دھویا کرون مین

تپش دے نالۂ جانِ حزین مین
اثر دے دودۂ آہِ آتشین مین

رہے بیداریون کا حفظِ آداب
نہون آنکھیں کبھی منت کشِ خواب

نہ کم ہو التفاتِ بیقراری
رہے تازہ خراشِ دل فگاری

خرابی دوست رکھ ہر دم مراجی
برنگِ برق دے شعلہ مزاجی

نہ کم ہو کوئی دم سامانِ سودا
رہے سر منزلِ احسانِ سودا

براے چاک دے دامن اگر دے
نہ بہرِ التجاے سیم و زر دے

رہے دستِ جنون ہر لحظہ چالاک
کبھی سینہ کبھی دامن رہے چاک

ترقی پر رہے شوقِ اسیری
رہے وحشت کو پاسِ دستگیری

فلک کو لذتِ ذوقِ جفا سے
نہ دون فرصت تقاضاے بلا سے

جبین سا خدمتِ پیرِ مغان مین
رہون جب تک رہون دیرِ جہان مین

ٹھہر اے شوق عرضِ عاشقانہ
کہان تک شقۂ طلبِ غم کا فسانہ ؟

سنا دو چار شعر ایسے خدا را
کہ جس سے مغفرت کا ہو سہارا

جنابِ کبریا مین رو کے دن رات
پڑھا کر صدقِ دل سے یہ مناجات

خدایا مثلِ کلکِ سینہ افگار
سیہ رو ہون سیہ دل ہون سیہ کار

بسر ہوتی ہے بیجا زندگانی
بلاے جان ہے آشوبِ جوانی

کوئی فعلِ زبون ایسا نہین ہے
عمل مین اپنے جو آتا نہین ہے

عطا کی داغ لالہ کو سیاہی — سراپا صورتِ مہرِ گواہی
ہنسی لب پر۔ جگر مین زخم کاری — دیا غنچے کو پاسِ پردہ داری
پیے مے نوشی دورِ نہفتہ — دیا پیمانۂ زخمِ شگفتہ
شہیدون کو طلسم نو دکھایا — ہنسنا کر زخمِ تن کو خون رولایا
رگِ بسمل کیا تارِ نظر کو — سکھائی رقصِ بینائی جگر کو
دلِ عاشق کو بخشا خاک ہونا — گریبان کو سکھایا چاک ہونا
گہر ریزی کہین کی چشمِ تر سے — بھرے دامن کہین لختِ جگر سے
حیا غنچون کو دی رازِ نہان کی — عنادل کو ہوس بخشی فغان کی
کہین ہے جلوہ گر حسنِ حسین ہین — کہین ہے خاطر اندوہگین مین
نہان و آشکارا جلوہ گر ہے — کہین نکہت کہین گلبرگِ تر ہے
غرض ہر رنگ مین نیرنگِ امکان — رہا حیرت فروشِ چشمِ انسان
شہ لولاک نے رو رو کے اکثر — کیا ارشاد لا اُحصی یہان پر
بھلا ہم کیا حقیقت کیا ہماری! — لکھین حمد و ثنائے ذاتِ باری
مناسب ہے خموشی آشنا ہون — شریکِ اختصارِ مدعا ہون
زیادہ وہم سے حمدِ صمد ہے — خرد مجروحِ تیغِ دستِ رد ہے
دعا مانگین کرین قصد اور کچھ ہم — کہین احباب آمین مل کے باہم
تمنا کا ہے خالی دستِ رنگین — پہنا دین خاتمِ ختمِ مضامین

## نالہ چند دعائے عاشقانہ

الٰہی! دے زبانِ نکتہ دانی! — دکھا دون جلوۂ حسنِ معانی
اجازت خواہِ لطفِ گفتگو ہے — خموشی بہرِ رخصت روبرو ہے

پھر منشی امیر احمد صاحب مینائی کے توسل سے رامپور تشریف لے گئے + وہان تیس روپیہ ماہوار اور دوسو روپئے عید کے موقع پر آپ کو ملا کرتے تھے + بعد چندے وہین ڈپٹی انسپکٹر مدارس وغیرہ کے مختلف عہدون پر مامور رہے۔ اُسوقت تنخواہ پچاس روپیہ تک ہوگئی۔ جب نواب صاحب والی رامپور سفر انگلستان سے واپس تشریف لائے۔ تو اُن کا سفرنامہ۔ نظم کر کے پیش کیا۔ اس صلہ مین چالیس روپیہ ماہوار بطور پنشن آپ کے لئے مقرر ہوگئے۔ آخر عمر تک پاتے رہے +

آپ کے کلام مین فصاحت۔ بلاغت متانت شوخی کمال درجہ کی ہے + قوت متخیلہ بھی اعلیٰ درجہ کی تھی دقیق مضامین کو اس سادگی اور صفائی سے ادا فرماتے ہین۔ کہ اُس کی تعریف نہین ہوسکتی + کلام کا رنگ دہلی کے شعرا کا سا ہے + آپ کو اُسی طرز پر ناز تھا۔ خود فرماتے ہین +

| "مین ہون تسلیم شاگرد نسیم دہلوی | مجکو طرز شاعران لکھنؤ سے کیا غرض" |
|---|---|

مثنوی مین آپنے غنیمت کے رنگ کی تقلید کی ہے۔ متعدد مثنویان لکھین۔ جو لکھنؤ والون سے بالکل الگ نالۂ تسلیم۔ شام غریبان۔ صبح خندان۔ دل و جان۔ نغمۂ مسلسل۔ شوکت شاہجہانی۔ وغیرہ مثنویان اور نظم ارجمند۔ نظم دل افروز۔ دفتر خیال۔ یہ دو دوادین یادگار ہین +

۲۰ مئی ۱۹۱۱ء کو پانچ بجے شام کو ۹۲ برس کی عمر مین لکھنؤ مین آپنے اس دار فانی سے رحلت فرمائی +

## حمد از نالۂ تسلیم

| | |
|---|---|
| شگاف کلک رنگین خندہ زن ہے | مبارک باد آغاز سخن ہے |
| اُترتے ہین مضامین آسمان سے | عیان ہے شوکت رفعت بیان سے |
| بھری ہے بے نیازی مدعا مین | سر تمکین ہے عرض التجا مین |
| بڑھی ہے ناتمامی گفتگو سے | ہرا مطلب سوا ہے آرزو سے |
| خیال آئینہ حیرت فزا ہے | زبان مصروف حمد کبریا ہے |
| بنایا جس نے مقتل بوستان کو | کفن جلاد برگ ارغوان کو |
| لکھا ہے صفحۂ اوراق گل پر | شہادت نامۂ بلبل سراسر |

چمکی جو خود سر پہ قیامت بپا ہوئی
روشن ہوئی جو سینہ پہ جوشن قبا ہوئی
کھولے زرہ کے ایک نگہ مین ہزار بند
کاٹے ہزار طرح عناصر کے چار بند

بے نام و بے نشان تھا ہر اک پہلوان کا نام
تقسیم ضرب سے رہی باقی نہ کوئی قسم
سائے کے شکل ڈھال چراتی تھی اپنا جسم
یہ تیغ کے ہنر تھے کہ جادو تھا یا طلسم
دل رخنہ رخنہ کرکے زرہ کو اڑا دیا
طائر کو جال جال کو طائر بنا دیا

موجِ زرہ کا تیغ کی گرمی سے تھا یہ حال
شبنم کا جیسے صبح کو خورشید سے زوال
جب یہ کڑی ہوئی تو زرہ ہو گئی نڈھال
فولاد بہ گیا عرقِ شرم کی مثال
جی پر بنی زرہ کی تو صورت بگڑ گئی
کیا دن دھاڑے باغیون پر اوس پڑ گئی!

## گھوڑے کی تعریف

طاؤس فلک سیر دمِ جلوہ گری تھا
بو گل مین تو گلشن مین نسیم سحری تھا
صیحہ سے عیان قہقہۂ کبک دری تھا
آہو تھا چرندون مین پرندون مین پری تھا
کادہ کی ثنا کیجیئے دل اس پہ تُلا ہے
دریا سے کوئی عقدۂ گرداب کھلا ہے

غل تھا کہ "چکور آگ کو کھا کر نکل آیا
مرکب کا جگر چیر کے راکب نکل آیا"
بے روح ہوا دل جو وہ پیک اجل آیا
سینہ کا لہو بہ کے جو گردن مین ڈھل آیا
بے جان و جگر و قلب بہم رہ گئے باقی
طاؤس اڑا نقشِ قدم رہ گئے باقی

## منشی امیر اللہ تسلیم

پیدائش فیض آباد ۱۸۲۰ء وفات لکھنؤ سنہ ۱۹۱۱ء

مولوی عبد الصمد صاحب کے بیٹے اور مرزا اصغر علی خان نسیم دہلوی کے شاگرد تھے + سنہ ۱۸۲۰ء مین ضلع فیض آباد مین پیدا ہوے + فارسی کی تعلیم اپنے والد سے پائی - اور عربی کتابین اپنے بھائی مولوی عبد اللطیف صاحب سے پڑھین - فن خوشنویسی منشی عبد الحی صاحب سندیلوی سے حاصل کیا + مدت تک آپکا قیام لکھنؤ مین رہا

جنبش نہ ہاتھ کو تھی نہ تیغوں کے درمیان　　مشلول کے ہوں پنجہ میں جیسے چھ انگلیاں
ضرب ایک طرف کو سایہ سے اُسکے مفر نہ تھا　　قبروں میں ایک مُردے کی گردن پہ سر نہ تھا

اُس سے اُلجھ گئی کبھی اِس سے اُلجھ گئی　　بُرِش نئی۔ صفائی نئی۔ کج رخی نئی
اک سر سے لگ چلی۔ تو الگ سر ہوئے کئی　　گہ زرد۔ گہ سفید۔ ہوا چرخ سرمئی
بھاگے ہوؤں کو ضرب یہ لاتی تھی گھیر کر　　دو کرتی تھی اڑی ہوئی رنگت کو پھیر کر

گہ ہمدمِ صورِ سرافیل کرتی تھی　　گاہے عیادتِ پرِ جبریل کرتی تھی
گہ برجِ مہرِ ماہ میں تحویل کرتی تھی　　بُرِش زیادہ چلنے میں تعجیل کرتی تھی
محوِ نظارہ مردمِ نظارہ ہو گئے　　قطبِ سپہر اخترِ سیارہ ہو گئے

ہر سو تھا شور تیغ کا کچھ اور ڈھنگ ہے　　قالب میں تیرتی ہے مگر یہ نہنگ ہے
داخل میانِ خانۂ دل بیدرنگ ہے　　رن کی قسم یہ تیغ بڑی خانہ جنگ ہے
حق تو یہ ہے کہ مسئلہ دان تیغ شاہ ہے　　سر جُرم کے سبب اُڑتی ہے اور بیگناہ ہے

کہتی تھی بار بار قضا کیا ہے میں ہوں میں　　طوفان و حشر و قہر و بلا کیا ہے؟ میں ہوں میں"
"دوزخ۔ سقر۔ عذابِ خدا کیا ہے؟ میں ہوں میں　　راہِ عدم۔ دیارِ فنا کیا ہے؟ میں ہوں میں"
حق سے ڈرو تو مژدۂ فضلِ الٰہ ہے　　توبہ کرو تو قبضہ میں میرے پناہ ہے

یاں سب کو تھا یقین کہ وہاں تھی وہیں نہ تھی　　واں اتفاق تھا کہ یہاں تھی یہیں نہ تھی
ہر جا تھی اور جو پوچھو کہاں تھی؟ کہیں نہ تھی　　لاکھوں کے قتل کرنے کو ہاں تھی نہیں نہ تھی
اس برق ذوالفقار کے جلوے کہاں نہ تھے؟　　واں تھے جہاں زمین نہ تھی آسمان نہ تھے

قالب کی یہ تو دشمنِ جان تھی دمِ نگاہ　　قطعِ نظر بدن سے نگہ کو نہ تھی پناہ
دعوے کے صدق کے لئے حجت تھی اور گواہ　　سن لو دلیلِ قطعی اگر ہو کچھ اشتباہ
آیا نظر نہ رتبۂ مولا سپاہ کو　　تیغِ علی نے قطع کیا تھا نگاہ کو

ملکر چلی فلک سے۔ تو بجلی جدا ہوئی　　تڑپی بزیر خاک۔ تو مچھلی ہوا ہوئی

فکرِ رفو تھی چرخِ ہنرمند کے لئے
دن چار ٹکڑے ہو گیا پیوند کے لئے

یوسف غریقِ چاہِ سیہ ناگہاں ہوا
یعنی غروبِ ماہ تجلّی نشاں ہوا
یونس دہانِ ماہیِ شب سے عیاں ہوا
یعنی طلوع نیرِ مشرق ستاں ہوا
فرعونِ شب سے معرکہ آرا تھا آفتاب
دن تھا کلیم اور یدِ بیضا تھا آفتاب

تھی صبح یا فلک کا وہ جیبِ دریدہ تھا؟
یا چہرۂ مسیح کا رنگِ پریدہ تھا؟
خورشید تھا کہ عرش کا اشکِ چکیدہ تھا؟
یا فاطمہ کا نالۂ گردوں رسیدہ تھا؟
کہئے نہ مہرِ صبح کے سینہ پہ داغ تھا
امید اہلبیت کا گھر بے چراغ تھا

روزِ سفید یوسفِ آفاق شب نقاب
مغرب کی چاہ میں تھا جو وہ نیر آفتاب
سقائے آسمان نے لیا دلوِ آفتاب
اور ریسمانِ شعاع کی باندھی باآب و تاب
یوسف کو دلوِ مہر میں بٹھلا کے چاہ سے
کھینچا نواحِ شرق میں مغرب کی راہ سے

نکلا اُفق سے عابدِ روشن ضمیرِ صبح
محرابِ آسمان ہوئی جلوہ پذیرِ صبح
کھولا سفیدی نے جو مصلائے پیرِ صبح
پر سجدہ گاہ بن گیا مہرِ منیرِ صبح
کرتی تھی شب غروب کا سجدہ وُدُود کو
سیارے ہفت عضو بنے تھے سجود کو

ظلمت جہاں جہاں تھی وہاں نور ہو گیا
پھر مشکِ شب جہان سے کافور ہو گیا
گویا کہ زنگ آئینہ سے دور ہو گیا
باطل رسالۂ شبِ دیجور ہو گیا
کیا پختہ روشنائی تھی قدرت کے خامے میں
مضمون تھا آفتاب کا ذروں کے نامے میں

جوزا عنانوں کے ہوئے جولاں جو راہوار
سیارے بھولے سیر و تماشائے روزگار
تازے ہوئے جو صرفِ چراگاہ ایکبار
باقی نہ کہکشاں کی رہی گاہ زینہار
برباد سبزۂ روشِ کہکشاں ہوا
پامال برجِ سنبلۂ آسماں ہوا

## شمشیرِ آبدار

اللہ رے آمد آمدِ شمشیرِ دوزباں
ششدر تھے چار لاکھ کہ کیا شے ہے الاماں!

دُنیا مین عمارت نہ بنا کر ہو کوئی شاد
اس قالبِ خاکی کی عجب سُست ہے بنیاد
کل اوج پہ جو لوگ تھے وہ زیرِ زمین ہین
ہے خاک کا ڈھیر اب نہ مکان ہین نہ مکین ہین

کس کس گلِ رنگین کی نہ اس باغ مین تھی دھوم!
اک آن مین شبنم کی طرح ہو گئے معدوم
دکھلا رہی ہے رنگ عجب ہستیِ موہوم
کیا قصد ہے گلچین اجل کا۔ نہین معلوم
اس باغ مین جس سرو کو دیکھا تو رواں ہے
جس گل پہ بہار آج ہے کل اُسپہ خزان ہے

دنیا یہ سدا عبرت و اندیشہ کی جا ہے
یان کیسا مقام آٹھ پہر کوچ لگا ہے
جاتے ہین چلے مرگ کا دروازہ کھلا ہے
"رہجائے نہ کوئی" یہی آوازِ درا ہے
ہے راہ کڑی زادِ سفر پاس نہین ہے
منزل پہ پہونچنے کی ہمین آس نہین ہے

## مرزا سلامت علی دبیر

خاندانی شاعر نہ تھے + لڑکپن مین مرثیہ پڑھتے تھے + اس شوق نے منبر کی سیڑھی سے مرثیہ گوئی کے عرش الکمال پر پہونچا دیا + **میر مظفر حسین ضمیر** کے شاگرد ہوئے۔ اور جو کچھ اُستاد سے پایا۔ اُسے بہت بلند اور روشن کر کے دکھایا + طبیعت ایسی گداز پائی تھی۔ جو اس فن کے لئے نہایت موزون اور مناسب تھی + انکی سلامت روی پرہیزگاری مسافر نوازی سخاوت نے صفت کمال کو زیادہ تر رونق دی تھی + شوکت الفاظ۔ مضامین کی آمد۔ جابجا غم انگیز اشارے۔ در خیز کنائے۔ المناک اور دلگداز انداز جو مرثیہ کی غرض اصلی ہے۔ ان مضمون کے بادشاہ ہین +

۲۹۔ محرم ۱۲۹۲ سنہ ہجری کو ۷۰ برس کی عمر مین انتقال کیا + اس مدت مین کم سے کم ۳ ہزار مرثیہ لکھا ہوگا + سلامون اور نوحون اور رباعیون کا کچھ شمار نہین + انکے ساتھ ہندوستان مین مرثیہ گوئی کا خاتمہ ہو گیا + نہ اب ویسا زمانہ آیگا۔ نہ ایسے صاحبِ کمال پیدا ہونگے +

## صبح کا سمان

پیدا شعاعِ مہر کی مقراض جب ہوئی
پنہان درازیِ پرِ طاؤسِ شب ہوئی
اور قطعِ زلفِ لیلیِ زُہرہ لقب ہوئی
مجنون صفت قبائے سحر چاک سب ہوئی

عقبیٰ کے سوا یہان کا ہر اک کام ہے بیجا
مانند نگین آرزو سے نام ہے بیجا
سینے مین یہ دم مثلِ چراغِ سحری ہے
گر تو عملِ خیر یہی ناموری ہے

اُمید نہین جینے کی یہان صبح سے تا شام
ہستی کو یہ سمجھو کہ ہے خورشید لبِ بام
یہان کام کرو ایسا کہ آئے جو وہان کام
آپہونچے خدا جانئے کب موت کا پیغام
اپنی نہ کوئی مِلک نہ املاک سمجھنا
ہونا ہے تمھین خاک یہ سب خاک سمجھنا

دنیا مین سدا ایک سا رہتا نہین احوال
ادبار ہے انسان کا کبھی اور کبھی اقبال
اندوختہ کرنے جسے لگتا ہے مہ و سال
آجاتا ہے وہ غیر کے قبضے مین زر و مال
خالی رہینگے بعدِ فنا ہاتھ تمھارے
کچھ جمع ہو ایسے کہ چلے ساتھ تمھارے

بھائی نہ تو کام آئے گا اُسوقت نہ فرزند
عرصہ نہین کھلجائے گا جب آنکھ ہوئی بند
وہ کام کرو جس سے خدا ہوئے رضامند
ہوشیار کہ ہونا ہے تمھین خاک کا پیوند
پیری کی بھی مدت ہے جوانی کی بھی حد ہے
آرام گہِ شاہ و گدا کنجِ لحد ہے

ہین زیرِ زمین صاحبِ تخت و علم و تاج
جو صاحبِ نوبت تھے نشان اُنکے نہین آج
جو شاد کہ شاہون سے سدا لیتے رہے باج
وہ بعدِ فنا آپ کفن کے رہے محتاج
درویش و غنی اُسکے ہمیشہ رہے شاکی
بتلاؤ کہ دُنیا نے کسی سے بھی وفا کی

کیا سخت گھڑی ہوگی اجل آئیگی جس دم
کھنچ کھنچ کے ہر اک رگ سے نکلنے لگیگا دم
کیا دیکھینگے ایک ایک کو حسرت سے بصد غم
اتنی بھی زبان ہل نہ سکیگی کہ "چلے ہم"
سب کے لئے اک روز یہ تکلیف دھری ہے
اس پر بھی یہ غفلت ہے عجب بیخبری ہے

بھائی نہین اپنے ہین نہین ہے پسر اپنا
بیگانے ہین سب ہوے کا جس دم سفر اپنا
نہ مال نہ اسباب نہ زیور نہ زر اپنا
دو گز ہے کفن قبر کا گوشہ ہے گھر اپنا
کچھ ساتھ بجز بیکسی و یاس نہ ہوگا
رہجائینگے سب دور کوئی پاس نہ ہوگا

اس زیست پہ پھولو نہ اجل کو بھی کرو یاد
گھر سیکڑون یہان سیل فنا نے کئے برباد

پے تھے قدم۔ گرزکے کوچے بھی بند تھے
شعلہ وہ تیغ تھی۔ سرِ اعدا سپند تھے

چھپتے تھے یون وہ دیکھ کے اس تیغ کی چمک
بھاگے شعاع مہر سے جس طرح شپّرک
اوجِ سما سے زلزلہ برپا تھا تا سمک
چمکی وہ جب تو کانپ گئے چرخ پر ملک
ہر شے تھی خوفِ جان سے خضوع و خشوع مین
سجدہ مین تھی زمین تو فلک تھا رکوع مین

چم خم وہ تیغ کا۔ وہ کاٹ۔ وہ آب و تاب
آتش کسی جگہ۔ کہین بجلی۔ کہین سحاب
سیلی تھی اک پری کے شکم پر کہ اُسکی تاب
تیزی زبان مین وہ کہ فرشتون کو دے جواب
جوہر سے اُسکا جسم جواہر نگار تھا
گویا گلے مین حور کے ہیرے کا ہار تھا

پیاسی بھی خون فوج کی اور آبدار بھی
غل تھا کہ ایک گھاٹ مین پانی بھی۔ نار بھی
بجلی بھی۔ ابرِ تر بھی۔ خزان بھی۔ بہار بھی
تلوار بھی۔ چھری بھی۔ سپر بھی کٹار بھی
پانی سے اُسکے آگ لگا دی زمانے مین
اک آفتِ جہان تھی لگانے بجھانے مین

تیرون کے بند بند قلم۔ برچھیان دو نیم
مثلِ قلم زبانِ درازِ سنان دو نیم
چار آئینہ کٹے ہوے۔ گرزِ گران دو نیم
مغفر سے تا کمر جسدِ پہلوان دو نیم
سالم تھا پیش آئینہ تیغ جو نہ تھا
لشکر مین کو لشا تھا وہ یکتا جو دو نہ تھا

وہ تیغ جب بڑھی صفِ کفار ہٹ گئی
چمکی جو برق ڈھالون کی بدلی سمٹ گئی
دم بھر مین یون صفون کو اُلٹ کر پلٹ گئی
رن کی زمین لہو کے ڈریڑون سے کٹ گئی
دریا بھی آبِ تیغ سے بے آبرو ہوا
غل تھا کہ لو فرات کا پانی لہو ہوا"

## نفرتِ دنیا و محبتِ عقبیٰ

اس منزلِ فانی مین دل اپنا نہ لگاؤ
الفت نکرو اُس سے چلے چھوڑ کے جاؤ
یہ عاریتی جا ہے یہان گھر نہ بناؤ
پابندیٔ دُنیا سے بس اب ہاتھ اُٹھاؤ
چلتے ہوے ہرگز کوئی کام آنہ سکیگا
ہمراہ کچھ اسبابِ جہان جا نہ سکیگا

یان رغبتِ اقامت کا سرانجام ہے بیجا
اس منزلِ پُرخوف مین آرام ہے بیجا

زخموں سے جسم۔ ڈر سے کلیجے فگار ہین
جوہر نہین ہین تیغ مین دندانِ مار ہین

یکتا بُرش مین۔ جوہرِ ذاتی مین۔ قدر مین
چمکی اُحد مین۔ خیبر و خندق مین۔ بدر مین
تیزی مین بھی تھی سان کی۔ اس آشوب و غدر مین
بڑھ کر سپر سے سر مین گئی سر سے صدر مین
کھینچتی ہوئی سپر سے نیا رنگ ڈھنگ تھا
راکب تھا۔ نہ فرس تھا۔ نہ زین تھا۔ نہ تنگ تھا

غُل تھا کہ وہ چمکتی ہوئی آئی یہ گری
برچھی سے اُڑ گئے وہ سنان پہ زرہ گری
ترکش کٹا کمان کیانی زرہ گری
یہ سر اُڑا وہ خود اُڑا یہ زرہ گری
آتی ہے لشکروں پہ تباہی اسی طرح
گرتی ہے برق قہرِ الٰہی اسی طرح

سر لوٹتے تھے برچھیون والون کے ہر طرف
ٹکڑے پڑے تھے دشت مین بھالونکے ہر طرف
پامال تھے سوار رسالون کے ہر طرف
پرکالے اُڑتے پھرتے تھے ڈھالونکے ہر طرف
خاطر نشان نہ تھی کسی آفت نشان کی
انبار تھین کٹی ہوئی شاخین کمان کی

کیا کیا چمک دکھائی تھی سر کاٹ کاٹ کے
تشنی تھی بس تنون سے زمین پاٹ پاٹ کے
پانی وہ خود پیئے ہوئے تھی گھاٹ گھاٹ کے
دم اور بڑھ گیا تھا لہو چاٹ چاٹ کے
کیا جانئے ہلا تھا مزا کیا زبان کو!
کھا جاتی تھی ہما کی طرح استخوان کو

ہر ہاتھ مین اُڑا کے کلائی نکل گئی
کوندی۔ گری۔ زمین مین سمائی نکل گئی
کاٹی زرہ۔ دکھا کے صفائی نکل گئی
مچھلی تھی اک۔ کہ دام مین آئی نکل گئی
چار آئینہ کے پار بھی اس آب و تاب سے
جسطرح برق گر کے نکل جائے آب سے

کٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتے تھے خاک پر
پہنچون سے ہاتھ شانون سے بازو تنونسے سر
قبضہ سے تیغ۔ بر سے زرہ ہاتھ سے سپر
برچھی سے پھل کمان سے زرہ۔ زین سے تبر
ترکش کہین پڑے تھے نشانِ زری کہین
پیکان کہین تھی شست کہین تھی سپر کہین

جب مشغلہ یہ وار کرتے تھے سلطان بحر و بر
اُڑتی تھی کٹ کے صورتِ کاغذ ہر اک سپر
چھپتی تھین بھاگی جاتی تھین۔ گرتے تھے خاک پر
قبضون سے تیغین۔ جسم سے روحین تنونسے سر

پھرتا تھا کیا صفون مین فرس جھوم جھوم کے
سرعت بلائین لیتی تھی منہ چوم چوم کے
پامال تھے پرے سپہ شام وروم کے
غل تھا یہ غول مین پسر سعد شوم کے
رخش ایسا روم ورے مین نہین۔ شام مین نہین
یہ شوخیان تو ابلق ایام مین نہین

وہ جست وخیز وسرعت وچالاکی سمند
سانچے مین تھے ڈھلے ہوئے سب اسکے جوڑ بند
سم قرص ماہتاب سے روشن ہزار چند
نازک مزاج وشوخ وسیہ چشم وسربلند
گر ہل گئی ہوا سے ذرا باگ اڑ گیا
پتلی سوار کی نہ پھری تھی کہ مڑ گیا

آہو کی جست۔ شیر کی آمد۔ پری کی چال
کبک دری خجل۔ دل طاؤس پائمال
سبزہ سکروہی مین قدم کے تلے نہال
اک دو قدم مین بھول گئے چوکڑی غزال
جو آگیا قدم کے تلے گرد بُرد تھا
چھل بل غضب کے تھے کہ چھلاوہ بھی گرد تھا

بجلی کبھی بنا۔ کبھی رہوار بن گیا
آیا عرق۔ تو ابر گہر بار بن گیا
گہ قطب گاہ گنبد دوار بن گیا
نقطہ کبھی بنا۔ کبھی پرکار بن گیا
حیران تھے اسکے گشت پہ لوگ اس ہجوم کے
تھوڑی سی جا مین پھرتا تھا کیا جھوم جھوم کے!

## تلوار کی تعریف

چمکی۔ گری۔ اٹھی۔ ادھر آئی۔ ادھر گئی
خالی گئے پرے۔ تو صفین خون مین بھر گئی
کاٹے کبھی قدم۔ کبھی بالا سے سر گئی
ندی غضب کی تھی۔ کہ چڑھی اور اتر گئی
غل تھا یہ کیا ہے جو قہر صمد نہین؟
ایسا تو رود نیل مین بھی جذر ومد نہین

بجلی گری۔ کہ فوج پہ تیغ دوسر گری
کٹ کر کسیکی تیغ کسیکی سپر گری
چمکی کبھی فلک پہ کبھی فرق پر گری
سر کاٹ کر ادھر سے جو اٹھی ادھر گری
زرہین تنون مین مثل کفن چاک ہو گئین
اک آن مین صفین کی صفین خاک ہو گئین

اک شور تھا کہ تیغ ہے یہ یا خدا کا قہر
بہتی ہے جسکے آگ سے کوسون لہو کی نہر
ناگن ہے یہ کہ کاٹے کی جسکے نہین ہے لہر
اتری گلے سے چڑھ گیا سارے بدن مین زہر

اک بند باندھ کر جو فرس سے کہا کہ "ہان"
ڈانڈ پر آئی ڈانڈ پر تو سنان سے لڑی سنان
بل کیا کرے کہ زور ہی موذی کا گھٹ گیا
غل تھا کہ اژدہے سے وہ افعی لپٹ گیا

جھنجھلا کے چوب نیزہ کو لایا وہ فرق پر
قاسم نے ڈانڈ ڈانڈ پہ مارا اسپا کے سر
دو انگلیون مین نیزہ دشمن کو تھام کر
جھٹکا دیا کہ جھک گئی گھوڑے کی بھی کمر
نیزہ بھی دب کے ٹوٹ گیا نابکار کا
دو انگلیون سے کام لیا ذوالفقار کا

سنبھلا وہ بے شعور یہ جھٹکا اُٹھا کے جب
قبضہ مین لی کمان کیانی بصد غضب
چلّے مین تیر جوڑ چکا جب وہ بے ادب
تیور چڑھائی قاسم نوشاہ نے بھی تب
تیر نگاہ سے وہ خطا کار ڈر گیا
کانپے یہ دونون ہاتھ کہ چلّا اُتر گیا

## گھوڑے کی تعریف

لکھتا ہے ادہم قلم اب سرعت عقاب
نعل اُسکی ماہ نو ہین تو سم رشک آفتاب
پستی مین سیل ہے تو بلندی مین ہے سحاب
سرعت مین برق گرم روانی مین جوے آب
اُڑنے مین اُس فرس کو پرندون پہ اوج ہے
اک شور تھا قدم نہین دریا کی موج ہے

نازک مزاج - نسترن اندام - تیز رَو
گردون مسیر - بادیہ پیما - وبرق دَو
اُسکا نہ اک قدم نہ زغندین ہرن کی سَو
دو روز سے نہ کاہ ملی تھی اُسے نہ جو
رفتار مین ہوا تھا اشارے مین برق تھا
سُرعت مین کچھ کمی نہ چھل بل مین فرق تھا

صرصر سے تند لو سے سُبک رَو ہوا سے تیز
چالاک فہم و فکر سے - ذہن رسا سے تیز
طاؤس و کبک و نسر و عقاب و ہما سے تیز
جانے مین اُڑ کے ہدہد شہر صبا سے تیز
زیبجاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا
رہوار کیا ہوا سے سلیمان کا تخت تھا

سمٹا - جما - اُڑا - اِدھر آیا - اُدھر گیا -
چمکا - بھرا - جمال دکھایا - ٹھہر - گیا
تیرون سے اُڑ کے برچھیون مین بے خطر گیا
برہم کیا صفون کو - پرے سے گذر گیا
گھوڑون کا تن بھی ٹاپ سے اُسکے فگار تھا
شہرت تھی نعل کی کہ سروہی کا وار تھا

جنّات کانپ کانپ کے کہتے تھے "الحذر"
"دنیا مین خاک اُڑتی ہے اب جائین ہم کدھر"
اندھیر ہے اُٹھی ہر برکت اب جہان سے
تو ٹل گیا زمین کا طبق آسمان سے

تھرّا رہا تھا خوف سے مینائے لاجورد
ہلتے تھے کوہ کانپتا تھا وادیِ نبرد
تھا دن بھی زرد دھوپ بھی زرد اور زمین بھی زرد
خورشید چھپ گیا یہ اُٹھی کربلا مین گرد
اک تیرگی غبار سے تھی چشمِ مہر مین
ٹاپو پڑے ہوئے تھے محیطِ سپہر مین

## فوج کی تیاری اور سامان

اُمڈی ہوئی تھی فوج پہ فوج اور دَل پہ دَل
تھے برچھیون کے صورتِ مقراض کھلے پھل
خنجر وہ جن کی آب مین تھی تلخیِ اجل
وہ گرز جن کے ڈر سے گرے دیو منہ کے بل
دو دو تبر تھے پاس ہر اک خود پسند کے
حلقون پہ تھے بچھے ہوئے حلقے کمند کے

وہ دھوم طبلِ جنگ کی وہ بوق کا خروش
کر ہوگئے تھے شور سے کرّوبیون کے گوش
تھرّائی یون زمین کہ اُڑے آسمان کے ہوش
نیزے ہلا کے نکلے سوارانِ درع پوش
ڈھالین تھین یون سرون پہ سوارانِ شام کے
صحرا مین جیسے آئے گھٹا جھوم جھوم کے

حد سے فزون ہے کثرتِ افواجِ نابکار
نیزہ پہ نیزہ تیغ پہ ہے تیغِ آبدار
ہر سمت ہے سنان پہ سنان مثلِ کارزار
ہر صف مین ہے سپر پہ سپر مثلِ لالہ زار
پیکان باہم ہین جیسے ہون گُل بے کھلے ہوئے
گوشون سے ہین کمانون کے گوشے ملے ہوئے

ہر صف مین برچھیان بھی ہزارون لچکتی ہین
نوکین وہ تیر ہین کہ دلون مین کھٹکتی ہین
نیزے تلے ہوئے ہین سنائین چمکتی ہین
ترکش کھُلے ہوئے ہین کمانین کڑکتی ہین
سنگین دلون نے ہاتھون مین تیر اُٹھائے ہین
تیغون کے ساتھ گرزِ گران سر اُٹھائے ہین

## دو حریفون کی معرکہ آرائی اور فنونِ جنگ

یہ کہہ کے اپنے چھوٹے سے نیزہ کو دی تکان
چمکی انی تو برق پکاری کہ "الامان"

کے چند اشعار ہین۔ جو نوفل اور لیلیٰ کے قبیلہ کی لڑائی کے موقع پر لکھے ہین + مرثیہ مین **میر ضمیر** نے رزمیہ کی ابتدا کی۔ لیکن وہ بالکل نقش اولین تھا + **میر انیس** نے جس طرح اس صنعت کو کمال کے درجہ تک پہونچایا۔ اسکے لحاظ سے اُردو شاعری گو فارسی کے برابری کا دعویٰ نہین کرسکتی۔ لیکن عربی سے کسی طرح پیچھے نہین +

رزمیہ شاعری کا کمال اُمور ذیل پر موقوف ہے + سب سے پہلے لڑائی کی تیاری۔ معرکہ کا زور شور۔ تلاطم۔ ہنگامہ خیزی۔ ہل چل۔ شور و غل۔ نقارون کی گونج۔ ٹاپون کی آواز۔ ہتھیارون کی جھنکار۔ تلوارون کی چمک دمک۔ تیرون کی لچک۔ کمانون کا سڑکنا۔ نقیبون کا گرجنا۔ ان چیزون کا اسطرح بیان کیا جاے۔ کہ آنکھون کے سامنے معرکہ جنگ کا سماں چھا جائے۔ پھر بہادرون کا میدانِ جنگ مین جانا۔ مبارز طلب ہونا۔ باہم معرکہ آرائی کرنا۔ لڑائی کے داؤں پیچ دکھانا۔ ان سب کا بیان کیا جائے۔ اسکے ساتھ اسلحۂ جنگ اور دیگر سامانِ جنگ کی الگ الگ تصویر کھینچی جائے۔ پھر فتح یا شکست کا بیان کیا جاے۔ اور اس طرح کیا جاے کہ دل دہل جائین۔ طبیعتون پر اُداسی یا غم کا عالم چھا جاے + **میر انیس** مین یہ سب باتین پائی جاتی ہین +

## ہنگامۂ جنگ

نقارہ دغا پہ لگی چوب یک بیک ۔۔ اُٹھا غریوِ کوس کہ ہلنے لگا فلک
شہپور کی صدا سے ہراسان ہوئے ملک ۔۔ قرنا پھنکی کہ گونج اُٹھا دشت دور تک
شورِ دہل سے حشر تھا افلاک کے تلے ۔۔ مُردے بھی ڈر کے چونک پڑے خاک کے تلے

گھوڑون سے گونجتا تھا وہ سب وادیِ نبرد ۔۔ گردون مین مثلِ شیشۂ ساعت بھری تھی گرد
تھا چرخِ چارمین پہ رُخِ آفتاب زرد ۔۔ ڈر تھا گرے زمین پہ نہ مینائے لاجورد
گرمی ہجومِ فوج سے دہ چند ہو گئی ۔۔ خاک اسقدر اُڑی کہ ہوا بند ہو گئی

کانپے طبق زمین کے ہلا چرخِ لاجورد ۔۔ مانند کہربا ہوا مٹی کا رنگ زرد
اُٹھ کر زمین سے بیٹھ گئی زلزلہ مین گرد ۔۔ تیغون کی آنچ دیکھ کے بھاگی ہوائے سرد
گرمی سے رن کے ہوش اُڑے وحش و طیر کے ۔۔ شیر اُس طرف اُتر گئے دریا کو تیر کے

اللہ رے زلزلہ کہ لرزتے تھے دشت و در ۔۔ جنگل مین چھپتے پھرتے تھے ڈر ڈر کے جانور

پڑتی تھیں جو چھینٹیں تو مزا دیتا تھا پانی
جھک کر کوئی چلو ہی سے پی لیتا تھا پانی

## فوجوں کا داخلہ اور تیاری جنگ

خیمہ میں اترے یاں توشۂ عرش بارگاہ
کوسوں علم کھلے تھے جدھر کیجئے نگاہ
آ آ کے اس طرف بھی اترنے لگی سپاہ
یاں تک کہ بند ہوگئی چاروں طرف سے راہ
فوجوں سے تا بہ صبح زمین رن کی بھر گئی
اک رات میں چڑھی ہوئی ندی اتر گئی

اس کثرتِ سپاہ پہ ناگہ ہوئی یہ دھوم
جسکے جلو میں لاکھ سواروں کا ہے ہجوم
آ پہونچا شام سے پسرِ سعد نجس و شوم
اکثر ہیں یکہ تاز جوانانِ شام و روم
بس کھل گیا نہ طورِ صفائی کا ہوئیگا
اب کل سے بندوبست لڑائی کا ہوئیگا

یہ ذکر تھا کہ دور سے ظاہر ہوئے نشان
موجوں کی طرح سب تھیں صفیں پیش و پس رواں
انداز میں پہ ظلم کا دریائے بیکراں
لہراتے تھے ہوا سے علم مثل بادبان
ہلتا تھا دشتِ کیں، دہل اسطرح بجتے تھے
باجوں کا تھا یہ شور کہ بادل گرجتے تھے

جنگی وہ رومیوں کے پرے شامیوں کے دل
مکار و اہلِ نار و دغا باز پُر دغل
خوفِ خدا نہ جن کو نہ اندیشۂ اجل
شکلیں مہیب دیو سے قد ابروؤں پہ بل
بدخواہِ خاندانِ رسالت پناہ تھے
ایسے جلے ہوئے تھے کہ چہرے سیاہ تھے

تلواریں کھینچے بڑھ کے جمے دو طرف سوار
ڈنکے کی دمبدم تھی صدا آسمان کے پار
غل ہوگیا سلامی کے باجوں کا ایک بار
آگے بڑھے جلو سے نقیبوں کی تھی پکار
گھوڑوں کے گرد و پیش رئیسانِ شام تھے
زریں کمر جلو میں کئی سو غلام تھے

## رزمیہ

رزمیہ شاعری اگرچہ واقعہ نگاری ہی کی ایک قسم ہے۔ لیکن وسعت اور اہمیت کے لحاظ سے اسکے لئے جدا عنوان قائم کیا گیا۔ اردو بلکہ عربی میں بھی رزمیہ شاعری کو چنداں ترقی نہیں ہوئی۔ اردو میں میر تقی ہوس

ڈوبے ہوئے پسینون مین ہین غازیون کے رخت
سونلا گئے ہین رنگ جوانانِ نیک بخت
راکب عبائین چاند سے چہرے پہ ڈالے ہین
تونسے ہوئے سمند زبانین نکالے ہین

وہ دن ہین جن دنون کوئی کرتا نہین سفر
صحرا کے جانور بھی نہین چھوڑتے ہین گھر
رنج و مسافرت مین ہین سلطانِ بحر و بر
لب برگِ گل سے خشک ہین چہرہ عرق مین تر
آتی ہے خاک اڑ کے یمین و یسار سے
گیسوے مشکبار اٹے ہین غبار سے

## فوجون کی آمد اور جنگ کی تیاری

ہے شور آمد آمدِ فوج فلک سریر
فوجون کی ہر طرف سے چلی آتی ہے بھیر
دعوت کے واسطے ہین سنانین لئے شریر
حضرت کے پیشکش کو کمانین ہین اور تیر
پانی پہ چوکیان ستم آرا بٹھاتے ہین
دریا کے گھاٹ برچھیون سے روکے جاتے ہین

تیغین سلاح خانہ سے نکلی ہین بے شمار
ہے جا بجا درستی اسباب کارزار
ہوتے ہین لیس تیرونکے دستے کئی ہزار
خنجر ہوئے ہین ذبح کو پیاسون کے آبدار
نوکین نکالی جاتی ہین تیرونکی سان پر
پھل برچھیون پہ چڑھتے ہین ہم لشان پر

## گرمی کی شدت

مخفی تھے شیر شدتِ گرما سے حجر مین
جلتی تھی یہ لون آگ بھڑکتی تھی جگر مین
نے بحر مین راحت تھی کسی دل کو نہ بر مین
چھاؤن مین نہ پانی تھا نہ پتے تھے شجر مین
پایاب تھے گرمی سے وہ دریا جو بڑے تھے
سوتین بھی نہ آتی تھین کنوین خشک پڑے تھے

## گرمی سے بچنے کی تدبیرین

بھرتا تھا دمِ سرد پریشان کوئی ہو کے
دامن سے ہوا دیتا تھا منہ کو کوئی دھو کے
بچتا تھا کوئی لون سے ردا چہرہ پہ رو کے
رکھ لیتا تھا سر پہ کوئی رومال بھگو کے

آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے — گردون کو تپ چڑھی تھی زمین کے بخار سے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر — بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گمان — انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشان
منہ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زبان — تہ مین تھے سب نہنگ مگر تھی لبون پہ جان
پانی تھا آگ گرمی روز حساب تھی — ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

آئینۂ فلک کو نہ تھی تاب وتب کی تاب — چھپنے کو برق چاہتا تھا دامنِ سحاب
سب سے سوا تھا گرم مزاجون کو اضطراب — کافورِ صبح ڈھونڈھتا پھرتا تھا آفتاب
بھڑکی تھی آگ گنبد چرخ اثیر مین — بادل چھپے تھے سب کرۂ زمہریر مین

## منظر

کسی خاص واقعہ یا کسی خاص حالتکی تصویر کھینچنا جسکو انگریزی مین **سین** کہتے ہین۔ واقعہ نگاری کی ایک قسم ہے + عام واقعہ نگاری اور سین مین یہ فرق ہے۔ کہ واقعہ نگاری مین ہر واقعہ انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ بخلاف اسکے سین، اُس کیفیت کا نام ہے۔ جو متعدد واقعات یا واقعہ کے متعدد جزئیات کے مجموعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً اس شعر مین ؎

لُون چلتی ہے۔ خاک اُڑتی ہے۔ ہے ظہر کا ہنگام — تنہا یہ چلی آتی ہے اُمڈی سپہِ شام

لون کا چلنا۔ خاک کا اُڑنا۔ ظہر کا وقت ہونا۔ فوجون کا اُمنڈنا۔ ہر چیز کو الگ الگ لیا جاے۔ تو واقعہ ہے۔ اور ان سب کو مجموعی حیثیت سے دیکھا جاے۔ تو سین ہے +

**میر انیس** نے شاعری کے صنف کو جس کمال تک پہونچایا۔ اُردو کیا؟ فارسی مین بھی اسکی بہت کم مثالین ملتی ہین۔ ہم چند مثالین ذیل مین درج کرتے ہین +

## گرمی کی شدت مین لوگونکی حالت

وہ گرمیون کے دن وہ پہاڑونکی راہ سخت — پانی نہ منزلون نہ کہین سایۂ درخت

چلنا نسیم صبح کا رہ رہ کے بار بار
کوکو وہ قمریوں کی وہ طاؤس کی پکار
وا تھے دریچے باغ بہشت نعیم کے
ہر سو رواں تھے دشت میں جھونکے نسیم کے

آمد وہ آفتاب کی وہ صبح کا سماں
تھا جسکی ضو سے وجد میں طاؤس آسماں
ذروں کی روشنی پہ ستاروں کا تھا گماں
نہر فرات بیچ میں تھی مثل کہکشاں
ہر نخل پر ضیائے سر کوہ طور تھی
گویا فلک سے بارش باران نور تھی

وہ پھولنا شفق کا وہ مینائے لاجورد
مخمل سی وہ گیاہ وہ گل سبز و سرخ و زرد
رکھتی تھی پھونک کر قدم اپنا ہوائے سرد
یہ خوف تھا کہ دامن گل پر پڑے نہ گرد
دھوتا تھا دل کے داغ چمن لالہ زار کا
سردی جگر کو دیتا تھا سبزہ کچھار کا

## گرمی کا سماں

گرمی کا سماں شعرائے فارسی نے باندھا ہے - لیکن نہایت مبالغہ اور دور از کار خیالات سے کام لیا ہے ٭ میر انیس بھی اگرچہ رواج عام کے اثر سے نیچرل حالت سے جابجا تجاوز کر گئے ہیں تاہم انکا اصلی جوہر بھی نمایاں ہے ٭

وہ لون وہ آفتاب کی حدت وہ تاب و تب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثال شب
خود نہر علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب
خیمے جو تھے حبابوں کے تپتے تھے سب کے سب
اڑتی تھی خاک خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

آب رواں سے منہ نہ اٹھاتے تھے جانور
جنگل میں چھپتے پھرتے تھے طائر ادھر ادھر
مردم تھے سات پردوں کے اندر عرق میں تر
خس خانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر
گر آنکھ سے نکل کے ٹھہر جائے راہ میں
پڑ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہ میں

کوسوں کسی شجر میں نہ گل تھے نہ برگ و بار
ایک ایک نخل جل رہا تھا صورت چنار
ہنستا تھا کوئی گل نہ لہکتا تھا سبزہ زار
کانٹا ہوئی تھی پھول کی ہر شاخ باردار
گرمی نہ تھی کہ زیست سے دل سب کے سرد تھے
پتے بھی مثل چہرۂ مدقوق زرد تھے

شیر اٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے
آہو نہ منہ نکالتے تھے سبزہ زار سے

گردون پہ رنگ چہرۂ مہتاب فق ہوا
سلطانِ غرب و شرق کا نظم و نسق ہوا

یون گلشنِ فلک سے ستارے ہوئے عیان
آئی بہار مین گلِ مہتاب پر خزان
چن لے چمن سے پھولون کو جسطرح باغبان
مرجھا کے رہ گئے ثمر و شاخ کہکشان
دکھلائے طور بادِ سحر نے سموم کے
پژمردہ ہو کے رہ گئے غنچے نجوم کے

چھپنا وہ ماہتاب کا وہ صبح کا ظہور
وہ ردنق اور وہ سرد ہوا وہ فضا وہ نور
یادِ خدا مین زمزمہ پردازیِ طیور
خن کی ہو جس سے چشم کو اور قلب کو سرور
انسان زمین پہ محو ملک آسمان پر
جاری تھا ذکرِ قدرتِ حق ہر زبان پر

وہ سُرخیِ شفق کی اُدھر چرخ پر بہار
شبنم کے وہ گلون پہ گُہر ہائے آبدار
وہ بار ور درخت وہ صحرا وہ سبزہ زار
پھولون سے سب بھرا ہوا دامان کوہسار
نافے کھلے ہوے وہ گلونکے شمیم کے
آتے تھے سرد سرد وہ جھونکے نسیم کے

تھی دشتِ کربلا کی زمین رشکِ آسمان
چھٹکے ہوے ستارون کا ذرونپہ تھا گمان
تھا دور دور تک شبِ ماہتاب کا سمان
نہرِ فرات بیچ مین تھی مثلِ کہکشان
سر سبز جو درخت تھا وہ نخلِ طور تھا
صحرا کے ہر نہال کا سایہ بھی نور تھا

## ایضاً

پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح
کرنے لگا فلک زرِ انجم نثارِ صبح
گلزارِ شب خزان ہوا آئی بہارِ صبح
سرگرم ذکرِ حق ہوے طاعت گزارِ صبح
تھا چرخِ اخضری پہ یہ رنگ آفتاب کا
کھلتا ہے جیسے پھول چمن مین گلاب کا

چلنا وہ بادِ صبح کے جھونکون کا دمبدم
وہ آب تاب نہر وہ موجونکا پیچ و خم
مرغانِ باغ کی وہ خوش الحانیان بہم
سردی ہوا مین پر نہ زیادہ بہت نہ کم
کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیون سے دامنِ صحرا بھرا ہوا

وہ نورِ صبح اور وہ صحرا وہ سبزہ زار
تھے طائرون کے غول درختون پہ بیشمار

ہان بادہ کشو پوچھ لو میخانہ نشین سے
کوثر کی یہ موج آگئی ہے خلد برین سے

آؤن طرف رزم ابھی چھوڑ کے جب بزم
خیبر کی خبر لائے مری طبع اُلو العزم
قطع سر اعدا کا ارادہ ہو جو بالجزم
دکھلائے ہمین سب کو زبان معرکہ رزم
جل جائین عدو آگ بھڑکتی نظر آئے
تلوار پہ تلوار چمکتی نظر آئے

مصرع ہون صف آرا صفت لشکر جرار
الفاظ کی تیزی کو نہ پہونچے کوئی تلوار
نقطے ہون جو ڈھالین تو الف خنجر خونخوار
مد آگے بڑھین برچھیون کو تول کے یکبار
غل ہو کبھی یون فوج کو لڑتے نہین دیکھا
مقتل مین رن ایسا کبھی پڑتے نہین دیکھا

ہو ایک زبان ماہ سے تا مسکن ماہی
عالم کو دکھادے بُرش سیف الٰہی
جرأت کا دھنی تو ہے یہ چلائین سپاہی
لاریب ترے نام پہ ہے سکۂ شاہی
ہر دم یہ اشارہ ہو دوات اور قلم کا
تو مالک و مختار ہے اِس طبل و علم کا

## مناظر قدرت

عربی اور فارسی مین مناظر قدرت پر بہت کم لکھا گیا ہے اور اُردو مین تو گویا سرے سے اسکا وجود ہی نہ تھا **میر ضمیر** نے سب سے پہلے اس پر طبع آزمائی کی۔ لیکن وہ مضمون بندی اور استعارات کو کلام کا اصلی جوہر سمجھتے تھے۔ اسلئے اصلی حالت نہ ادا کر سکے۔ **میر انیس** نے اس صنف پر اگرچہ دو تین مرثئے لکھے ہین لیکن جو کچھ لکھا ہے۔ کمال کے درجہ پر پہونچا دیا ہے۔

### صبح کا سمان

طے کرچکا جو منزل شب کاروان صبح
ہونے لگا افق سے ہویدا نشان صبح
گردون سے کوچ کرنے لگے اختران صبح
ہر سو ہوئی بلند صداے اذان صبح
پنہان نظر سے روے شب تار ہو گیا
عالم تمام مطلع انوار ہو گیا

خورشید نے جو رخ سے اُٹھائی نقاب شب
در کھل گیا سحر کا ہوا بند باب شب
انجم کی فرد فرد سے لیکر حساب شب
دفتر کشاے صبح نے اُلٹی کتاب شب

# مناجات

یارب! چمنِ نظم کو گلزارِ ارم کر
تو فیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر
اے ابرِ کرم! خشک زراعت پہ کرم کر
گمنام کو اعجاز بیانون مین رقم کر
جبتک پہ چمک مہر کے پرتو سے نجائے
اقلیمِ سخن میرے قلمرو سے نجائے

اس باغ مین چشمے ہین ترے فیض کے جاری
ہر نخل برومند ہے یا حضرتِ باری
بلبل کی زبان پر ہے تری شکرگذاری
پھل ہمکو بھی ملجائے ریاضت کا ہماری
وہ گل ہون عنایت چمنِ طبع نکو کو
بلبل نے بھی سونگھا نہو جن پھولون کی بو کو

غواصِ طبیعت کو عطا کر وہ لآلی
ایک ایک لڑی نظم ثریا سے ہو عالی
ہو جن کی جگہ تاجِ سرِ عرش پہ خالی
عالم کی نگاہون سے گرے قطبِ شمالی
سب ہون دُرِ یکتا نہ علاقہ ہو کسی سے
نذر انکی یہ ہو جنھین رتبہ ہے نبی سے

بھر دے دُرِ مقصود سے اس درجِ دہان کو
آگاہ کر اندازِ تکلم سے زبان کو
دریاے معانی سے بڑھا طبعِ روان کو
عاشق ہو فصاحت بھی وہ دے حسنِ بیان کو
تحسین کا سمٰوات سے غل تا بہ سمک ہو
ہر گوش بنے کان ملاحت وہ نمک ہو

تعریف مین چشمے کو سمندر سے ملادون
ذرہ کی چمک مہرِ منور سے ملادون
قطرے کو جو دون آب تو گوہر سے ملادون
خارون کو نزاکت مین گلِ تر سے ملادون
گلدستۂ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھون
اک پھول کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھون

گر بزم کی جانب ہو توجہ دمِ تحریر
دیکھے نہ کبھی صحبتِ انجم فلکِ پیر
کھنچ جائے ابھی گلشنِ فردوس کی تصویر
ہو جائے ہوا بزمِ سلیمان کی بھی توقیر
یون تختِ حسینانِ معانی اُتر آئے
ہر چشم کو پریون کا اکھاڑا نظر آئے

ساقی کے کرم سے ہو وہ دور اور چلین جام
ہر مست فراموش کرے گردشِ ایام
جسمین عوضِ نشہ ہو کیفیتِ انجام
صوفی کی زبان بھی نہ رہے فیض سے ناکام

آج ہم اپنی پریشانیِ خاطر اُن سے ❊ کہنے جاتے تو ہین پر دیکھیئے کیا کہتے ہین
اگلے وقتون کے ہین یہ لوگ اِنھین کچھ نہ کہو ❊ جو مئے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہین
دل مین آجائے ہے ہوتی ہے جو فرصت غش سے ❊ اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہین
ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود ❊ قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہین
دیکھیئے لاتی ہے اُس شوخ کی نخوت کیا رنگ ❊ اُسکی ہر بات پہ ہم نامِ خدا کہتے ہین
وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید ❊ مرگیا غالبِ آشفتہ نوا کہتے ہین

# میر ببر علی انیس

**پیدائش فیض آباد ۱۲۱۶ھ** — **وفات لکھنؤ ۱۲۹۱ھ**

میر مستحسن خلیق کے بیٹے۔ اور میر حسن دہلوی کے پوتے تھے + لکھنؤ مین تربیت پائی۔ اور ضروریاتِ فن سے آگاہی حاصل کی۔ اپنے خاندانی کمال مین باپ کے شاگرد تھے +

ابتدا مین انھین بھی غزل کا شوق تھا + ایک موقع پر کہیں مشاعرہ مین گئے۔ اور غزل پڑھی۔ وہان بڑی تعریف ہوئی + شفیق باپ یہ خبر سُنکر دلمین تو باغ باغ ہوا۔ مگر ہونہار فرزند سے پوچھا۔ کہ کل رات کو کہان گئے تھے؟" اُنھون نے حال بیان کیا + غزل سنی اور فرمایا۔ کہ "بھائی! اب اس غزل کو سلام کرو اور اِس شغل مین زورِ طبع کو صرف کرو۔ جو دین و دُنیا کا سرمایہ ہے" + سعادتمند بیٹے نے اُسی دن اُدھر سے قطع نظر کی۔ غزل مذکور کی طرح مین سلام لکھا + دُنیا کو چھوڑ کر دین کے دائرہ مین آگئے۔ اور تمام عمر اسی مین صرف کر دی + نیک نیتی کی برکت نے اسی مین دین بھی دیا۔ اور دنیا بھی +

انکی بلکہ انکے گھرانے کی زبان اُردوئے معلیٰ کے لحاظ سے تمام لکھنؤ مین سند تھی + حُسنِ بیان، لطفِ محاورہ، کلام کی صفائی اِس درجہ ہے۔ کہ کسی دوسرے کو نصیب نہین + انھون نے ایجاد مضامین کے دریا بہا دئے + ایک مقرری مضمون کو سیکڑون نہین۔ ہزارون رنگ سے ادا کیا + ہر مرثیہ کا چہرہ نیا۔ گھوڑا نیا۔ انداز نیا۔ مقابلہ نیا اور اسیر کیا منحصر ہے۔ صبح کا عالم دیکھو۔ تو سبحان اللہ۔ رات کی رُخصت۔ سیاہی کا پھٹنا۔ نور کا ظہور۔ آفتاب کا طلوع۔ مرغزار کی بہار۔ شام ہے۔ تو شام غریبان کی اُداسی۔ کبھی رات کا سناٹا۔ کبھی تاروں کی چھاؤن کو چاندنی اور اندھیری کے ساتھ رنگ رنگ سے دکھانا۔ غرض جس حالت کو لیا ہے۔ اُسکا سما باندہ دیا ہے +

سنہ ولادت کا کسی تذکرہ سے پتہ نہین چلتا۔ مگر یہ معلوم ہے۔ کہ تقریباً ۷۴ برس کی عمر پائی۔ اور ۲۹۔ شوال ۱۲۹۱ھ بروز جمعہ اس جہان فانی سے آپ نے رحلت کی +

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیون رات بھر نہین آتی؟

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہین آتی

جانتا ہون ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہین آتی

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون
ورنہ کیا بات کر نہین آتی؟

ہم وہان ہین جہان سے ہمکو بھی
کچھ ہماری خبر نہین آتی

مرتے ہین آرزو مین مرنے کے
موت آتی ہے پر نہین آتی

کعبہ کس منہ سے جاؤگے غالب؟
شرم تم کو مگر نہین آتی

۱۰

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟
آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟

ہم ہین مشتاق اور وہ بیزار
یاالہی یہ ماجرا کیا ہے؟

مین بھی منہ مین زبان رکھتا ہون
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟

جبکہ تجھ بین نہین کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہین؟
غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟

شکن زلف عنبرین کیون ہے؟
نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے؟

سبزہ و گل کہان سے آئے ہین؟
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے؟

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہین جانتے وفا کیا ہے؟

ہان بھلا کر ترا بھلا ہوگا
اور درویش کی صدا کیا ہے؟

جان تم پر نثار کرتا ہون
مین نہین جانتا دعا کیا ہے؟

مین نے مانا کہ کچھ نہین غالب
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے؟

۱۱

کی وفا ہم سے تو غیر اسکو جفا کہتے ہین
ہوتی آئی ہے کہ اچھون کو برا کہتے ہین

بسکہ روکا مینے اور سینے مین ابھرین پے بپے
میری آہین بخیۂ چاکِ گریبان ہوگئین

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم
ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہوگئین

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلین مجھپر پڑین اتنی کہ آسان ہوگئین

یون ہی گر روتا رہا غالبؔ تو اے اہلِ جہان
دیکھنا ان بستیون کو تم کہ ویران ہوگئین

۷

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

نہ سنو گر برا کہے کوئی
نہ کہو گر برا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی

کون ہے جو نہین ہے حاجتمند؟
کس کی حاجت روا کرے کوئی

کیا کیا خضر نے سکندر سے؟
اب کسے رہنما کرے کوئی

جب توقع ہی اٹھ گئی غالبؔ
کیون کسی کا گلہ کرے کوئی

۸

پھر اس انداز سے بہار آئی
کہ ہوے مہر و مہ تماشائی

دیکھو اے ساکنان خطۂ خاک
اس کو کہتے ہین عالم آرائی

کہ زمین ہوگئی ہے سر تا سر
روکشِ سطحِ چرخِ مینائی

سبزہ کو جب کہین جگہ نہ ملی
بنگیا روے آب پر کائی

سبزہ و گل کے دیکھنے کے لئے
چشمِ نرگس کو دی ہے بینائی

ہے ہوا مین شراب کی تاثیر
بادہ نوشی ہے بادہ پیمائی

کیون نہ دنیا کو ہو خوشی غالبؔ
شاہ دیندار نے شفا پائی

۹

کوئی امید بر نہین آتی
کوئی صورت نظر نہین آتی

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ "جاؤں"
مانا کہ ہمیشہ نہیں اچھا کوئی دن اور

جاتے ہوئے کہتے ہو "قیامت کو ملینگے"
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

ہاں اے فلک پیر جوان تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور؟

تم ماہ شب چار دہم تھے مرے گھر کے
پھر کیون نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور؟

تم کون سے ایسے تھے کھرے داد و ستد کے؟
کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجھ سے تمھین نفرت سہی نیر سے لڑائی
بچون کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

گذری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش
کرنا تھا جوان مرگ گذارا کوئی دن اور

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیون جیتے ہو غالب
قسمت مین ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

۵

آہ کو چاہیئے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک؟

دام ہر موج مین ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گذرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب
دل کا کیا رنگ کرون خون جگر ہونے تک

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن
خاک ہو جائینگے ہم تم کو خبر ہونے تک

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
مین بھی ہون ایک عنایت کی نظر ہونے تک

اک نظر بیش نہین فرصت ہستی غافل
گرمی بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج؟
شمع ہر رنگ مین جلتی ہے سحر ہونے تک

۶

سب کہان؟ کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین
خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین؟

یاد تھین ہم کو بھی رنگارنگ بزم آرائیان
لیکن اب نقش و نگار طاق نسیان ہوگئین

قید مین یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر
لیکن آنکھین روزن دیوار زندان ہوگئین

مین چمن مین کیا گیا گویا دبستان کھل گیا
بلبلین سنکر مرے نالے غزل خوان ہوگئین

ہے اب اس معمورہ مین قحطِ غمِ الفت اسدؔ
ہمنے مانا کہ دلی مین رہین کھاوینگے کیا؟

## ۲

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ترے وعدہ پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا؟

یہ کہان کی دوستی ہے کہ بنے ہین دوست ناصح؟
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا؟

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

کہون کس سے مین کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا؟

ہوے مر کے ہم جو رسوا ہوے کیون نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہین مزار ہوتا

اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہین دوچار ہوتا

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

## ۳

ہے بسکہ ہر اک اُنکے اشارے مین نشان اور
کرتے ہین محبت تو گذرتا ہے گمان اور

یارب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل اونکو جو نہ دے مجکو زبان اور

تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم؟ جب اُٹھینگے
لے آئین گے بازار سے جاکر دل و جان اور

ہے خونِ جگر جوش مین دل کھول کے روتا
ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشان اور

لوگون کو ہے خورشید جہان تاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہون مین اک داغ نہان اور

لیتا نہ اگر دل تمھین دیتا کوئی دم چین
کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغان اور

پاتے نہین جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے روان اور

ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے
کہتے ہین کہ غالب کا ہے اندازِ بیان اور

## ۴

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستہ کوئی دن اور
تنہا گئے کیون؟ اب رہو تنہا کوئی دن اور

تب ہوا ہے ثمر فشان یہ نخل — ہم کہان ورنہ اور کہان یہ نخل؟
تھا ترنج زر ایک خسرو پاس — رنگ کا زرد پر کہان بو باس؟
آم کو دیکھتا اگر یک بار — پھینک دیتا طلاے دست فشار
رونقِ کارگاہ برگ و نوا — نازشِ دودمانِ آب وہوا
رہروِ راہ خلد کا توشہ — طوبیٰ وسدرہ کا جگر گوشہ
صاحبِ شاخ وبرگ وبار ہے آم — نازپروردۂ بہار ہے آم

## قطعہ

اے تازہ واردانِ ہواے بساط دل! — زنہار اگر تمھین ہوسِ ناے ونوش ہے
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو — میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط — دامانِ باغبان وکفِ گلفروش ہے
لطفِ خرام ساقی وذوقِ صداے چنگ — یہ جنتِ نگاہ وہ فردوسِ گوش ہے
یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم مین — نے وہ سرور وسوز نہ جوش وخروش ہے
داغِ فراق صحبتِ شب کی جلی ہوئی — اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے
آتے ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین — **غالب** صریرِ خامہ نواے سروش ہے

## غزلیات

دوست غمخواری مین میری سعی فرمائینگے کیا؟ — زخم کے بڑھنے تلک ناخن نہ بڑھ آئینگے کیا؟
بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک — ہم کہینگے حالِ دل اور آپ فرمائینگے کیا؟
حضرتِ ناصح گر آوین دیدہ ودل فرشِ راہ — کوئی مجکو یہ تو سمجھادو کہ سمجھائینگے کیا؟
آج وان تیغ وکفن باندھے ہوے جاتا ہون مین — عذر میرے قتل کرنے مین وہ اب لائینگے کیا؟
گر کیا ناصح نے ہمکو قید اچھا یون سہی — یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا؟
خانہ زادِ زلف ہین زنجیر سے بھاگینگے کیون — ہین گرفتارِ وفا زندان سے گھبرائینگے کیا؟

| | | |
|---|---|---|
| لا کے ساقی نے صبوحی کے لئے | | رکھدیا ہے اک جامِ زر کھلا |

## در صفتِ انبہ

| | | |
|---|---|---|
| ہان! دلِ دردمند زمزمہ ساز | | کیون نہ کھولے درِ خزینۂ راز؟ |
| خامے کا صفحہ پر روان ہونا | | شاخِ گل کا ہے گلفشان ہونا |
| مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا لکھئے؟ | | نکتہ ہائے خرد فزا لکھئے |
| بارے آمون کا کچھ بیان ہو جائے | | خامہ نخلِ رطب فشان ہو جائے |
| آم کا کون مردِ میدان ہے | | ثمر و شاخ گوے و چوگان ہے |
| تاک کے جی مین کیون رہے ارمان؟ | | آئے یہ گوے اور یہ میدان |
| آم کے آگے پیش جاوے خاک | | پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک |
| نہ چلا جب کسی طرح مقدور | | بادۂ ناب بن گیا انگور |
| یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے | | شرم سے پانی پانی ہونا ہے |
| مجھ سے پوچھو تمھین خبر کیا ہے؟ | | آم کے آگے نیشکر کیا ہے؟ |
| نہ گل اُسمین نہ شاخ و برگ و نہ بار | | جب خزان آئے تب ہو اُسکی بہار |
| اور دوڑایئے قیاس کہان؟ | | جانِ شیرین مین یہ مٹھاس کہان؟ |
| جان مین ہوتی گر یہ شیرینی | ق | کوہکن باوجود غمگینی |
| جان دینے مین اسکو یکتا جان | | پر وہ یون سہل دے نہ سکتا جان |
| نظر آتا ہے یون مجھے یہ ثمر | ق | کہ دواخانۂ ازل مین مگر |
| آتشِ گل پہ قند کا ہے قوام | | شیرہ کے تار کا ہے ریشہ نام |
| یا یہ ہوگا کہ فرطِ رافت سے | ق | باغبانون نے باغِ جنت سے |
| انگبین کے بہ حکمِ رب النّاس | | بھر کے بھیجے ہین سر بمہر گلاس |
| یا لگا کر خضر نے شاخِ نبات | | مدتون تک دیا ہے آبِ حیات |

جانتا ہون کہ آج دنیا مین
ایک ہی ہے اُمید گاہِ انام

مینے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش
غالب اُسکا مگر نہین ہے غلام؟

جانتا ہون کہ جانتا ہے تو
تب کہا ہے بطرزِ استفہام

مہر تابان کو ہو تو ہو لے ماہ
قرب ہر روزہ بہ سبیلِ دوام

تجکو کیا پایہ روشناسی کا
جز بہ تقریب عید ماہِ صیام؟

جانتا ہون کہ اُسکے فیض سے تو
پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام

ماہ بن ماہتاب بن مین کون؟
مجکو کیا بانٹ دیگا کیا انعام؟

میرا اپنا جدا معاملہ ہے
اور کے لین دین سے کیا کام

ہے مجھے آرزوے بخشش خاص
گر تجھے ہے اُمیدِ بخشش عام

جو کہ بخشیگا تجکو فرِّ فروغ
کیا نہ دیگا مجھے مےِ گلفام؟

جبکہ چودہ منازلِ فلکی
کر چکی قطع تیری تیزی گام

تیرے پرتو سے ہون فروغ پذیر
کوے و مشکوے و صحن و منظر و بام

دیکھنا میرے ہاتھ مین لبریز
اپنی صورت کا اک بلورین جام

## آفتاب

صبحدم دروازہ خاور کھلا
مہر عالمتاب کا منظر کھلا

خسروِ انجم کے آیا صرف مین
شب کو تھا گنجینۂ گوہر کھلا

وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود
صبح کو رازِ مہ و اختر کھلا

ہین کواکب کچھ نظر آتے ہین کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازیگر کھلا

سطح گردون پر پڑا تھا رات کو
موتیون کا ہر طرف زیور کھلا

صبح آیا جانبِ مشرق نظر
اک نگارِ آتشین رُخ سر کھلا

تھی نظر بندی کیا جب ردِّ سحر
بادۂ گلرنگ کا ساغر کھلا

کرتا ہے دل کا قصد کماندار تیرا تیر
پر رہے نشان داغ سے دور اور شکستہ پر
اے ذوقؔ ہے طائر دل کو کہاں فراغ
کو سو دن ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

۹

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے
پر کیا کریں جو کام نہ بے دل لگے چلے؟
کم ہونگے اس بساط پہ ہم جیسے بدقمار
جو چال ہم چلے سو نہایت بری چلے
ہو عمر خضر بھی تو کہیں گے بوقت مرگ
ہم کیا رہے یہاں؟ ابھی آئے ابھی چلے
نازاں نہ ہو خرد پہ جو ہونا ہو وہی ہو
دانش تری نہ کچھ مری دانشوری چلے
دنیا نے کس کا راہ فنا میں دیا ہے ساتھ!
تم بھی چلے چلو یونہیں جبتک چلی چلے
جاتے ہوائے شوق میں ہیں اس چمن سے ذوقؔ
اپنی بلا سے باد صبا اب کبھی چلے

# انتخاب از کلیات غالب

## قصیدہ

ہاں مہ نو سنیں ہم اس کا نام
جسکو تو جھک کے کر رہا ہے سلام
دو دن آیا ہے تو نظر دم صبح
یہی انداز اور یہی اندام
بارے دو دن کہاں رہا غائب؟
بندہ عاجز ہے گردش ایام
اڑ کے جاتا کہاں کہ تاروں کا
آسمان نے بچھا رکھا تھا دام؟
عذر میں تین دن نہ آنے کے
لے کے آیا ہے عید کا پیغام
اسکو بھولا نہ چاہئے کہنا
صبح جو جائے اور آئے شام
ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا
تیرا آغاز اور ترا انجام؟
راز دل مجھ سے کیوں چھپاتا ہے؟
مجکو سمجھا ہے کیا کہیں نمام؟

دم کی ہے سینہ مین اگر ضعف سے یہ گفتگو
دیکھئے کب تک خدا کس طرح سے پہنچائے ہے

بس کر م سوز درون! اُبھن جائینگے دل اور جگر
رحم جوشِ گریہ! چھاتی پھر ابھی بھر آئے ہے

بل بے استغنا کہ! وہ یان آتے آتے رہ گئے
اُف رے بیتابی! کہ یان تو دم ہی نکلا جائے ہے

نزع مین بھی ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار
جانب در دیکھ لے ہے جبکہ ہوش آجائے ہے

## ۷

**دیوان چندو لال** مدار المہام دربار حیدرآباد نے کئی ہزار روپئے بھیجکر بلا بھیجا - اور مصرع اپنی طرح مشاعرہ کا بھیجا + **ذوق** مرحوم نے زمین مذکور مین دو غزلہ لکھکر بھیجدیا - اور روپیہ نہ لیا - اُسی سے یہ چند اشعار انتخاب کرکے یہان لکھے گئے ہین +

کل گئے تھے تم جسے بیمار ہجران چھوڑ کر
چل بسا وہ آج سب ہستی کا سامان چھوڑ کر

طفلِ اشک ایسا گرا دامان مژگان چھوڑ کر
پھر نہ اُٹھا کوچۂ چاکِ گریبان چھوڑ کر

کام یہ تیرا ہی تھا - رحمت ہے اے ابرِ کرم!
ورنہ جائے داغِ عصیان میرا دامان چھوڑ کر

مین ہون وہ گمنام جب دفتر مین نام آیا مرا
رہ گیا بس منشیِ قدرت جگہ وان چھوڑ کر

اہلِ جوہر کو وطن مین رہنے دیتا گر فلک
لعل کیون اس رنگ سے آتا بدخشان چھوڑ کر

گر خدا دیوے قناعت ماہ یک ہفتہ کی طرح
دوڑے ساری کو کبھی آدھی نہ انسان چھوڑ کر

گرچہ ہے ملکِ دکن مین ان دنون قدرِ سخن
کون جائے **ذوق** پر دلّی کی گلیان چھوڑ کر

## ۸

بلبل ہون صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہون چراغ سے دور اور شکستہ پر

کیا ڈھونڈے دشتِ گمشدگی مین مجھے کہ ہے
عنقا مرے سراغ سے دور اور شکستہ پر

اس مرغِ ناتوان پہ ہے حسرت جو رہ گیا
مرغانِ کوہ و راغ سے دور اور شکستہ پر

ساقی بطِ شراب ہے تجھ بن پڑی ہوئی
خم سے الگ ایاغ سے دور اور شکستہ پر

خود اُڑ کے پہونچے نامہ - جو ہو مرغ نامہ بر
اُس شوخ خوش دماغ سے دور اور شکستہ پر

کہتا پیراہنِ گل ہے یہ نزاکت سے نسیم ... ہاتھ مجھکو نہ لگانا کہ نکل جاؤنگا"
سُنتے ہو زاہد و ناصح جو ہین سمجھاتے مجھے ... کیا بدل دیوینگے یہ اور مین بدل جاؤنگا؟
مین وہ مشتاق شہادت ہون کہ سر دینے کو ... ہائے کو ہان تہِ شمشیر اجل جاؤنگا
جنبشِ برگ صفت باغ جہان مین اے ذوق ... کچھ نہ ہاتھ آئیگا تو ہاتھ تو مَل جاؤنگا

## ۵

ابر کیا ؟ - آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جاے ... برق کیا ہے؟ تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
پوچھے ملا سے جسے کرنا ہو سجدہ سہو کا ... سیکھے گر اپنا بھلانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
تیر و پیکان جتنے دلمین تھے ۔ دئے ہمنے نکال ... اپنے ہاتھون گھر لٹانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
دیکھ کر قاتل کو بھر لائے خراشِ دلمین خون ... سچ تو یون ہے مسکرانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
خط مین لکھوا کر اُنھین بھیجا تو مطلع درد کا ... درد دل اپنا جتانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
تیغ تو اوچھی پڑی تھی - گر پڑے ہم آپ سے ... دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
جب کہا "مرتا ہون" - وہ بولے مرا سر کاٹ کر ... جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
وہان ہلے ابرو - یہان پھیری گلے پر ہمنے تیغ ... بات کا ایما بھی پانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
سُنکر آمد اُنکی از خود رفتہ ہو جاتے ہین ہم ... پیشوا لینے کو جانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
ہمنے پہلے ہی کہا تھا "تو کرے گا ہم کو قتل" ... تیورون کا تاڑ جانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
جو سکھایا اپنی قسمت نے - وگرنہ اسکو غیر ... کیا سکھائیگا؟ سکھانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
کیا ہوا اے ذوق ہین جون مردیکِ ہم روسیاہ؟ ... لیکن آنکھون مین سمانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

## ۶

سر بوقتِ ذبح اپنا - اُسکے زیرِ پاے ہے ... یہ نصیب اللہ اکبر! لوٹنے کی جاے ہے
رخصت اے زندان! جنون زنجیر در کھڑکاے ہے ... مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلاے ہے
واہ واہ شورِ محبت! خوب ہی چھڑکا نمک! ... استخوان میرا ہما کس کس مزے سے کھائے ہے

| | |
|---|---|
| خجل اپنے گناہوں سے ہوں یہاں تک میں کہ جب رویا | تو جو آنسو مری آنکھوں سے نکلا سُرخرو نکلا |
| گھسے سب ناخنِ تدبیر اور ٹوٹی سرِ سوزن | مگر تھا دل میں جو کانٹا نہ وہ ہرگز کبھو نکلا |
| اُسے عیار پایا یار سمجھے ذوق ہم جس کو | جسے یاں دوست اپنا ہم نے جانا وہ عدو نکلا |

۳

| | |
|---|---|
| لکھئے اُسے خط میں کہ ستم اُٹھ نہیں سکتا | پر ضعف سے ہاتھوں میں قلم اُٹھ نہیں سکتا |
| بیمار ترا صورتِ تصویر نہالی ہو | کیا اُٹھے سرِ بستر غم اُٹھ نہیں سکتا؟ |
| آتی ہے صدائے جرسِ ناقہ لیلےٰ | پر حیف کہ مجنون کا قدم اُٹھ نہیں سکتا |
| جون دانۂ روئیدہ تہِ خاک ہمارا | سر زیرِ گران بارِ الم اُٹھ نہیں سکتا |
| ہر داغِ معاصی مرا اُس دامنِ تر سے | جون حرف سرِ کاغذِ نم اُٹھ نہیں سکتا |
| اتنا ہوں ترے تیغ کا شرمندۂ احسان | سر میرا ترے سر کی قسم اُٹھ نہیں سکتا |
| پردہ درِ کعبہ سے اُٹھانا تو ہے آسان | پر پردۂ رخسارِ صنم اُٹھ نہیں سکتا |
| کیون اتنا گران بار ہے؟ جو زادِ سفر بھی | اے راہ روِ ملکِ عدم اُٹھ نہیں سکتا |
| دنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیا ذوق؟ | کچھ فائدہ بے دستِ کرم اُٹھ نہیں سکتا |

۴

| | |
|---|---|
| نالہ کہتا ہے کہ تا چرخِ زحل جاؤنگا | بلکہ میں توڑ کے اُسکو بھی نکل جاؤنگا |
| آج اگر راہ نہ پاؤنگا تو کل جاؤن گا | کوچۂ یار میں پر سر ہی کے بل جاؤنگا، |
| دل سے کہتا ہون کہ تو ساتھ نہ لیجا مجھکو | جا کے میں وان ترے قابو سے نکل جاؤنگا |
| مدرسہ میں بھی اگر جاؤنگا تو جاے کتاب | شیشۂ بادہ لئے زیرِ بغل جاؤنگا" |
| دل یہ کہتا ہے مجھے سینۂ روزن سے نکال | ورنہ خون ہو کے میں آنکھوں سے نکل جاؤنگا |
| آنکھ سے اشک صفت مجکو گرا کر نہ اُٹھا | دل نہیں میں کہ سنبھالے سے سنبھل جاؤنگا" |
| گر پڑا آگ میں پروانہ دمِ گرمیِ شوق | سمجھا اتنا بھی نہ کم بخت کہ جل جاؤنگا |

## غزلیات

اُسے ہمنے بہت ڈھونڈا نہ پایا — اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

جس انسان کو سگِ دنیا نہ پایا — فرشتہ اُسکا ہمپایہ نہ پایا

مقدر ہی یہ گر سود و زیان ہے — تو ہمنے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا

سراغِ عمرِ رفتہ ہاتھ کیا آئے؟ — کہین جسکا نشانِ پا نہ پایا

کرے کیا سیر دل ملکِ فنا کی؟ — گر اس بازار مین سودا نہ پایا

رہِ گم گشتگی مین ہم نے اپنا — غبارِ راہ بھی عنقا نہ پایا

رہا ٹیڑھا مثالِ نیشِ کژدم — کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا

فلک کے گنبدِ بے در سے ہم تو — نکلجاتے مگر رستہ نہ پایا

یہان دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا — کہین ہم نے تجھے تنہا نہ پایا

چراغِ داغ لیکر دل مین ڈھونڈا — اثر پر صبر و طاقت کا نہ پایا

وہ از خود رفتہ ہون جسکو خودی نے — خدائی مین اگر ڈھونڈا نہ پایا

یہی ہردم ہے زخمِ دل کا رونا — دہن پایا لبِ گویا نہ پایا

کبھی تو اور کبھی تیرا رہا غم — غرض خالی دلِ شیدا نہ پایا

نظیر اُسکا کہان عالم مین اے ذوق — کہین ایسا نہ پائیگا نہ پایا

۲

مرے سینہ سے تیرا تیر جب اے جنگجو نکلا — دہانِ زخم سے خون ہو کے حرفِ آرزو نکلا

مرا گھر تیرا منزلگاہ ہو ایسے کہان طالع؟ — خدا جانے کدھر کا چاند آج اے ماہرو نکلا؟

پھر اگر آسمان تو شوق مین تیرے ہی سرگردان — اگر خورشید نکلا تیرا گرمِ جستجو نکلا

مےِ عشرت کہان تھا خمخانۂ افلاک پر دیکھا — کہ تھا لبریزِ غم اس غمکدہ سے جب سبو نکلا

کہین تجھکو نہ پایا گرچہ ہمنے اک جہان ڈھونڈا — پھر آخر دل ہی مین دیکھا بغل ہی مین سے تو نکلا

پھرتی خوشبو سے ہے اترائی ہوئی بادِ بہار
اللہ اللہ رے پھولوں کا معطر سہرا

سر پہ طرہ ہے مزین تو گلے میں بدھی
کنگنا ہاتھ میں زیبا ہے تو سر پہ سہرا

رونمائی میں تجھے دے مہ و خورشید و فلک
کھول دے منہ کو جو تو منہ سے اٹھا کر سہرا

کثرتِ تارِ نظر سے ہے تماشائیوں کے
دمِ نظارہ ترے روے نکو پر سہرا

درِ خوش آب مضامین سے بنا کر لایا
واسطے تیرے ترا ذوق ثناگو سہرا

جن کو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنا دو اُن کو
دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

مرزا بڑے ادا شناس تھے۔ جب اُنکو اِسکی خبر ہوئی۔ سمجھے کر کیا تھا کچھ اور ہو گیا کچھ۔ اور یہ قطعہ کہکر حضور میں گذرانا۔ سب طرف سے تعریفیں ہوئیں ؛

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی
اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے

سَو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہگری
کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلحِ کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہوں
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے

استادِ شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال!
یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے

جامِ جہاں نما ہے شہنشاہ کا ضمیر
سوگند اور گواہی کی حاجت نہیں مجھے

میں کون اور ریختہ؟ ہاں اس سے مدعا
جز انبساطِ خاطرِ حضرت نہیں مجھے

سہرا لکھا گیا زرہِ امتثالِ امر
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں مجھے

مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات
مقصود اس سے قطعِ محبت نہیں مجھے

روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ
سودا نہیں جنوں نہیں وحشت نہیں مجھے

قسمت بُری سہی پہ طبیعت بُری نہیں
ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے

صادق ہوں اپنے قول کا غالب خدا گواہ
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

ناؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہونگے موتی — تب بنا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا

رُخ پہ دولھا کے جو گرمی سے پسینا ٹپکا — ہے رگِ ابر گہر بار سراسر سہرا

یہ بھی اک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے — رُک گیا آن کے دامن کے برابر سہرا

جی میں اترائیں نہ موتی کہ ہمیں ہیں اک چیز — چاہیے پھولوں کا بھی ایک مقرر سہرا

جبکہ اپنے میں سمائیں نہ خوشی کے مارے — گوندھے پھولوں کا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا

رُخِ روشن کی دمک گوہرِ غلطاں کی چمک — کیوں نہ دکھلائے فروغِ مہ و اختر سہرا!

تار ریشم کا نہیں ہے یہ رگِ ابرِ بہار — لائے گا تابِ گرانباری گوہر سہرا؟

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں — دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

جب سہرے کو ملاحظہ فرمایا تو مقطع کو دیکھ کر حضور کو بھی خیال بلکہ ملال ہوا۔ **ذوق** مرحوم حسب معمول حضور میں گئے تو وہ سہرا دیا کہ اُستاد اسے تو دیکھو۔ اُنھوں نے پڑھا اور بموجب عادت کے عرض کی پیرو مرشد درست۔ بادشاہ نے کہا تم بھی ایک سہرا لکھدو۔ عرض کی بہت خوب۔ پھر فرمایا کہ ابھی لکھدو۔ اور کہا کہ مقطع کو بھی دیکھا۔ عرض کی حضور دیکھا۔ غرض بیٹھ گئے اور عرض کیا۔

اے جوانِ بخت! مبارک تجھے سر پہ سہرا — آج ہے یُمن و سعادت کا ترے سر سہرا

آج وہ دن ہے کہ لائے دُرِ انجم سے فلک — کشتیِ زر میں مہِ نو کی لگا کر سہرا

تابشِ حُسن سے مانندِ شعاعِ خورشید — رُخِ پر نور پہ ہے تیرے منور سہرا

وہ کہے "صَلِّ علےٰ" یہ کہے سبحان اللہ — دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

تا بنے اور بنی میں رہے اخلاص بہم — گوندھئے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا

دھوم ہے گلشنِ آفاق میں اس سہرے کی — گائیں مرغانِ نوا سنج نہ کیونکر سہرا؟

روئے فرخ پہ جو ہیں تیرے برستے انوار — تارِ بارش سے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئین ہے دمِ آرایش — سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

ایک گوہر بھی نہیں صدکانِ گُہر میں چھوڑا — تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا

ترے ابرِ کرم سے باغِ عالم تازہ و تر ہو
شمیمِ خلق سے تیرے جہان یکسر معطر ہو

طریقِ رہبری مین خضر ہو جب تک ہدایت فن
رہے ادریس تا قطعِ تعلق سے جہان مسکن
سہارا ہووے تا بحرِ غریق الیاس کا دامن
مسیحا کا ہو بالا خانہ تا خورشید سے روشن
چراغِ عمر سے تیرے جہان سارا منور ہو
فروغِ اسلام کو ہو رونقِ دینِ پیمبر ہو

شفق تا گلگونہ ہو جبتک سحر کے روئے نیکو کو
ثریا نورتن تا کہکشان کے ہوئے بازو کو
کرے آراستہ تا شام اپنے موئے گیسو کو
کرے وسمہ سے تا قوسِ قزح سبز اپنے ابرو کو
لبِ پانخوردہ دشمن کے لہو سے تیرا خنجر ہو
بسرِ بدخواہ خندق تیرے انگشتِ سنان ہو

گلستان مین ہو تا گلُ اور گلُ سے شاخ ہو زیبا
نہالِ تاک مین انگور ہو انگور مین صہبا
نیستان مین ہو تا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا
نشہ صہبا مین ہو اور ہو نشہ جبتک نشاط افزا
شرابِ عیش سے خالی کبھی تیرا نہ ساغر ہو
ہمیشہ جشنِ جمشیدی سے تیرا جشن بہتر ہو

قلم تا راستی پیشہ ہو اور کاغذ صفا آئین
زبان پر تا سخن ہو اور سخن مین معنیِ رنگین
قلمزن تا ہو مشک افشان کاغذ خط سے مشک آگین
سخن تا داد چاہے اور تا اہلِ سخن تحسین
ترا مداح دائم خسروا ذوقِ سخنور ہو
ہمیشہ تہنیت خوان ہو دعاگو ہو ثناگر ہو

## سہرا

نواب زینت محل کو بادشاہ کے مزاج مین بہت دخل تھا مرزا **جوان بخت** انکے بیٹے تھے - اور باوجودیکہ بہت مرشد زادون سے چھوٹے تھے - مگر بیگم کی خاطر سے انکی ولیعہدی کے لئے کوشش کر رہے تھے انکی شادی کا موقع آیا + بڑی دھوم دھام کے سامان ہوئے + بیگم کی ایما سے **غالب** مرحوم نے یہ سہرا کہکر رنگین کاغذ پر لکھکر ایک سونے کی کشتی مین رکھکر بڑے تکلف کے ساتھ حضور مین گذرانا +

خوش ہو اے بخت! کہ ہے آج ترے سر سہرا
باندھ شہزادے جوان بخت کے سر پر سہرا
کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے!
ہے ترے حسنِ دل افروز کا زیور سہرا
سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرفِ کلاہ!
مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر سہرا

چھوٹی آتشبازی ایسی جسکی گلکاری کو دیکھ
رات کو کہتے تھے آپس مین ثریا و سُہا

صنع آتشباز پر حیرت زدہ ہوتی ہے عقل
سنگ پارس سے کہین بارودت کو پسا تھا کیا

ہوگئی تاثیر اسکی یہ کہ ہر گل ریز سے
ریزۂ فولاد نکلے بنکے گلہاے طلا

گنج چھٹتے تھے ستارونکے عجب انداز سے
ماہ پارون کا تھا گویا خندۂ دندان نما

مُنہ ہے کیا جو رنگ سے مہتاب کے ہمتاب ہو
غازہ سے ہر چند چمکے رنگ روے مہ لقا

بُرج جو اڑکے ہوے قندیل شب زیر فلک
برج تھے جتنے فلک پر سب کو روشن کر دیا

فی الحقیقت یہ وہ شادی ہے کہ اسکے روبرو
جشن جمشیدی کا کچھ مطلق نہین رتبہ رہا

ہے زبانِ خامہ عاجز آگے بس تعریف مین
ذوق کہتا ہے اٹھا کر ذوق مین دستِ دعا

رکھے صحت سے ہمیشہ شافیٔ مطلق تجھے
جو ترے بدخواہ ہون وہ رنج مین ہون مبتلا

## قصیدہ مسدس دعائیہ

سریر آرائے گردون جبتک سلطانِ خاور ہو
قمر دستورِ اعظم صدرِ اعلیٰ سعد اکبر ہو

عطارد میر منشی زہرہ ناظر آسمان پر ہو
زُحل میرِ عمارت ترک گردون میر لشکر ہو

سرِ ہفت آسمان جبتک کہ دورِ ہفت اختر ہو
الٰہی یہ بہادر شاہ شاہِ ہفت کشور ہو

رہے نامِ سلیمان تا نگین حکمرانی سے
رہے نامِ فریدون تا درفشِ کاویانی سے

رہے دارا کو تا نام آوری تاجِ کیانی سے
سکندر تا ہو نامی سکۂ کشورستانی سے

نزائے خسروِ ذی الاحتشام عالم مسخر ہو
سریرِ سلطنت پر تو ہمیشہ دادگستر ہو

بخارِ ارض سے تا ابر ہو اور ابر مین پانی
روان پانی سے تا دریا ہو اور دریا کو طغیانی

زمین مین تا ہو کان اور کان مین ہو جوہر کانی
پئے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی

تری شمشیر جوہردار مین نصرت کا جوہر ہو
ترے قبضہ مین بحر و بر گہر ہو کان زر ہو

رکھین تا عود کو آتش پہ اور آتش کو مجمر مین
گلِ تر تا ہو گلدان مین تری ہو تا گلِ تر مین

رہے نافہ مین مشک اذفر اور بوے مشکِ اذفر مین
صدف مین تا ہو گوہر اور ہو تا آب گوہر مین

اسقدر جاتی رہی عالم سے بیماری کہ آج
نام گلشن مین نہین ہے نرگس بیمار کا

واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو
جبکہ ہو اُسکی نوید غسل صحت جانفزا

وہ ولیعہدِ زمان مرزا محمد بوظفر
اُسکی قوت گر ضعیفون کو بتادے اقویا

تقویت کا یہ اثر ہو عام جو ہین برگِ زرد
ہون مقویِ دل وجان مثلِ اوراق طلا

شادیِ صحت سے اُسکی آج ہوکر شاد شاد
تہنیت خوانی مین ہین سرگرم سب مدحت سرا

مین بھی اس رشکِ چمن محفل مین وہ مطلع پڑھون
بُلبُلِ تصویر سُنکر بول اُٹھے مرحبا

## مطلع دوم

آج ہے عالم مین وہ روزِ سعادت التیام
دے اگر زاغ و زغن بیضہ تو پیدا ہو ہما

مژدۂ جان بخش صحت ہے نزا ماء الحیات
جس سے جون سیماب کشتہ مردہ دل زندہ ہوا

ہے بقائے عمر سے تیری بقائے عمرِ خلق
ذات ہے تیری جہان مین چشمۂ آبِ بقا

قطرہ افشانی سے آبِ غسل صحت کے ترے
ہون درِ خوش آب پیدا اسقدر قوت فزا

ہو وین استعمال یاقوتی مین وہ موتی اگر
بخشتے پیرانِ کہن کو نوجوانون کے قوا

جسم کو مل مل کے دھو یا تو نے جسدم وقتِ غسل
گرد کلفت کی تو دلِ عالم سے گو یا دھو دیا

دل عدوِ سنگدل کا تھا شقاوت سے جو سخت
زیر پا پامال ہوتا تھا برنگِ سنگِ پا

خوردۂ دل کو صبا لائی تصدق کے لئے
دے گیا ابرِ بہاری نذر دُرِ بے بہا

شادیِ صحت کا تیری کیا کہون عالم کہ آج
جوشِ عشرت سے یہ عالم بن گیا عشرت سرا

چھیڑے تارِ شمع کو گر ناخنِ موجِ نسیم
بزم مین پیدا ہو تارِ سازِ مطرب کی صدا

لب پہ ساغر کے ہے جون موجِ تبسم موجِ مے
شورِ قلقل لب پہ ہے مینائے مے کے قہقہا

بزم تصویرات فانوس خیالی کی طرح
حلقۂ رقاصگان ہے زیرِ گردون جابجا

کر رہا ہے صحن چمن ہی مین ہی کیا طاؤس رقص
آشیانہ مین ہے رقصان طائرِ قبلہ نما

خانہ ہائے چشم مین بھی پتلیون کا رقص ہے
ہے جو منظورِ نظر سب کو تماشا رقص کا

ہوتا ہے لطفِ ہوا سے اسقدر بیدالہو
پائی یہ اصلاح صفرا نے کہ دنیا میں کہیں
ہر مزاجِ بلغمی میں ہوتی ہے تولیدِ خون
تام کو اشیاء میں نے تلخی رہی نے سمیت
کیا عجب جدوار کی تاثیر گر رکھے زقوم
نیش کی جانوش ہو دنبالۂ زنبور میں
راحت و آرام کا اِس دور میں ہے دوردور
سوتیا بند آنکھ میں اپنی جو رکھتی ہے صدف
آگیا اصلاح پر ایسا زمانے کا مزاج
نسخہ پر لکھنے نہیں پاتا ہو الشافی طبیب
فرق جاتا رہا تا تک اعضائے بدن سے درد نے
لاغروں کو ہو کمالِ تاب و طاقت پہ شتاب
صبحِ صادق کے ہے گو سر میں سفیدی آگئی
بھوک کی شدت سے اسکو اک نفس فرصت نہو
رات بھر ٹونگا کیا انجم کے دانے چرخِ پیر
پہونچی یہ تفتیح کی نوبت کہ نوبت خانہ میں
کوس پھولا ہے خوشی سے نفخ کا کیا دخل ہے!
ہاضمِ کامل اسقدر معدہ نے پہونچایا بہم
ہے مزاجِ اہلِ عالم یہ قریبِ اعتدال
رکھیگا تعویذ اور گنڈا کوئی کیوں اپنے پاس
دیگا طاؤس اپنے پاؤں پر سے سارے نقش دھو

برگ میں ہر نخل کے سرخی ہے جوں برگِ حنا
زرد چشم اب دیکھنے کو بھی نہیں ہے کہربا
چاندنی کا پھول ہو گر ارغوانی ہے بجا
بن گئی تریاک افیون زہر میٹھا ہو گیا
کیا عجب گر آبِ حنظل دیوے شربت کا مزا
کام میں افعی کے ہو مہرہ بجائے آبلہ
چاہیے واقف نہ ہو دوران سر سے آسیا
اب رکھے ہے روشنی مثلِ دلِ اہلِ صفا
تا زبان خامہ بھی آتا نہیں حرفِ دوا
کہتا ہے بیمار ہنس کر مجھکو بالکل ہے شفا
درد کے جو حرف ہیں وہ آپ ہی سب ہیں جدا
کیسے دو ہفتہ ہلال اک شب میں ہو بدرالدجیٰ
لیکن اس پیری میں بھی صادق ہے ایسی اشتہا
قرص سے خورشید کے جبتک نہ کر لے ناشتا
پھر جو دیکھا صبح کو اصلا شکم میں کچھ نہ تھا
لیتی ہے جی کھولکر کیا کیا ڈکاریں کرنا
جوں حباب اسکی نہیں مطلق شکم میں امتلا
جیدِ الکیموس ہے جو حلق سے اتری غذا
ساتویں اقلیمیں ہیں گویا اب بخطِ استوا
باغِ عالم میں بھی عالم جو صحت کا رہا
پھینک دیگی توڑ کر گنڈا گلے سے فاختہ

چستی ترکیب خوبی محاورہ ہے۔ مگر حقیقت مین رنگ مختلف وقتون مین مختلف رہا۔ قصائد مین اصلی سیلان انکی طبیعت کا **سودا** کے انداز پر زیادہ تھا۔ سودا کے بعد شیخ مرحوم کے سوا کسی نے اسپر قلم نہین اٹھایا +
کلام کو دیکھکر یہ عام انداز معلوم ہوتا ہے۔ کہ مضامین کے ستارے آسمان سے اُتارے ہین۔ مگر اپنے لفظون کی ترکیب سے اُنھین ایسی شان و شکوہ کی کرسیون پر بٹھایا ہے۔ کہ پہلے سے بھی اونچے نظر آتے ہین + اُنھین قادر الکلامی کے دربار سے ملک سخن پر حکومت مل گئی ہے۔ کہ ہر قسم کے خیال کو جس رنگ سے چاہتے ہین کہہ جاتے ہین + کبھی تشبیہ کے رنگ سے سجاکر استعارہ کی بو سے بساتے ہین۔ کبھی بالکل سادے لباس مین جلوہ دکھاتے ہین مگر ایسا کچھ کہہ جاتے ہین۔ کہ دل مین نشتر سا کھٹک جاتا ہے۔ اور منہ سے کبھی واہ اور کبھی آہ نکلتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکے ہونٹون مین شستہ اور برجستہ لفظون کے خزانے بھرے ہین۔ اور ترکیب الفاظ کے ہزارون رنگ ہین۔ مگر جسے جہان سجتا دیکھتے ہین۔ وہ گویا وہین کے لئے ہوتا ہے + وہ طبیب کامل کیطرح ہر مضمون کی طبیعت کو پہچانتے تھے۔ کہ کون ہے۔ کہ سادگی مین رنگ بجائیگا۔ اور کون رنگینی مین + کامل مصور کی تیزی قلم کو انکے رنگون کی شوخی روشن کرتی ہے + اسی طرح انکے مضمون کی باریکی کو انکے الفاظ کی لطافت جلوہ دیتی ہے + اُنھین اس بات کا کمال تھا کہ باریک سے باریک مطلب اور پیچیدہ سے پیچیدہ مضمون کو اس صفائی سے ادا کر جاتے تھے۔ گویا ایک شربت کا گھونٹ تھا۔ کہ کانون کے رستہ سے پلا دیا۔ ہر ایک نازک اور باریک خیال کو محاورہ اور ضرب المثل مین اسطرح ترکیب دیتے۔ جیسے آئینہ گر شیشہ کو قلعی سے ترکیب دیکر آئینہ بناتا ہے + اسی واسطے ہر ایک شخص کے سمجھ مین آتا ہے۔ اور دل پر اثر بھی کرتا ہے ❊

# قصیدہ

## مرزا ابوظفر بہادر شاہ نے عالم ولیعہدی مین بیماری کے بعد غسل صحت کیا تھا

اسکی مبارکباد مین یہ قصیدہ لکھا گیا تھا +

واہ واہ کیا معتدل ہے باغ عالم مین ہوا
مثل نبض صاحب صحت ہے ہر موج صبا

بھرتی ہے کیا کیا مسیحائی کا دم باد بہار
بنگیا گلزار عالم رشک صد دار الشفا

ہے گلون کے حق مین شبنم مرہم زخم جگر
شاخ بشکستہ کو ہے باران کا قطرہ مومیا

ہو گیا موقوف یہ سودا کا بالکل احتراق
لالہ بے داغ سیہ پانے لگا نشو و نما

ہو گیا زائل مزاج دہر سے یانتک جنون
بید مجنون کا بھی صحرا مین نہین باقی پتا

سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ ایکدن وہ ایک غزل کہکر لائے۔ غزل اچھی تھی۔ شیخ نے سُنکر کہا۔ کہ خوب شعر نکالے ہین۔ انہون نے کہا۔ کہ ہم تو شاہ نصیر کے شاگرد ہوگئے۔ شیخ مرحوم کو بھی شوق ہوا۔ اُنکے ساتھ جاکر شاگرد ہوگئے۔ برابر اصلاح لیتے رہے۔ ایک بار مرزا رفیع السودا کے غزل پر غزل کہی شاہ صاحب کے پاس لے گئے۔ انہون نے خفا ہوکر غزل پھینکدی۔ کہ اُستاد کی غزل پر غزل کہتا ہے۔ اب تو مرزا رفیع سے بھی اونچا اُڑنے لگا۔ یہ وہان سے چپکے چلے آئے۔ اُس دن سے کسی سے اصلاح نہین لی۔ خود کہتے اور مشاعرون مین پڑھتے۔ یہانتک کہ طبیعت کی شوخی اور شعر کی گرمی سُننے والون کے دلون پر اثر برقی کی طرح دوڑی۔ اور کلام کا چرچا بڑھا۔

اکبر شاہ کے ولیعہد مرزا ابوظفر۔ کہ بادشاہ ہوکر بہادر شاہ ہوئے۔ شعر کے شیدا تھے۔ اور ظفر تخلص سے ملک شہرت کو تسخیر کیا تھا۔ دربار شاہی مین جو جو کہنہ مشق شاعر تھے۔ سب وہین آکر جمع ہوتے تھے اپنے اپنے کلام سُناتے تھے۔ میر کاظم حسین بیقرار ولیعہد کے ملازم خاص تھے۔ اُنکی وساطت سے یہ قلعہ مین پہونچے اور اکثر دربار ولیعہدی مین جانے لگے۔ شاہ نصیر کہ ولیعہد کی غزل کو اصلاح دیا کرتے تھے دکن چلے گئے۔ میر کاظم حسین صاحب میر منشی ہوکر شکار پور سندھ وغیرہ چلے گئے۔ چند روز کے بعد ایک دن ولیعہد نے ایک غزل جیب سے نکالکر دی کہ ذرا اسے بنا دو۔ یہ وہین بیٹھ گئے۔ اور غزل بنا کر سُنائی۔ ولیعہد بہادر بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ بھئی کبھی کبھی تم اگر ہماری غزل بنا جایا کرو۔ پھر برابر انھین سے اصلاح لیتے رہے۔ چند سال کے بعد ایک قصیدہ اکبر شاہ کے دربار مین کہکر سُنایا جسکے مختلف شعرون مین انواع واقسام کے صنائع و بدائع صرف کئے تھے۔ مطلع اُسکا یہ تھا۔

جبکہ سرطان و اسد مہر کا ٹھہرا مسکن
آب وایلولہ ہوئے نشو نمائے گلشن

اسپر بادشاہ نے خاقانی ہند کا خطاب عطا کیا۔ اُسوقت شیخ مرحوم کی عمر ۱۹ برس کی تھی۔

جب مرزا ابوظفر بادشاہ ہوکر بہادر شاہ ہوئے۔ تو پہلے انہون نے قصیدہ گذرانا۔ اسپر تنخواہ مین ایک معتدبہ اضافہ ہوا۔ آخر ایام مین ایک دفعہ بادشاہ بیمار ہوئے۔ جب شفا پائی۔ اور انہون نے ایک قصیدہ غرا کہکر نذر گذرانا۔ تو خلعت کے علاوہ خطاب **خان بہادر** اور ایک ہاتھی مع حوضہ نقرئی انعام ہوا۔ پھر ایک بڑے زور شور کا قصیدہ کہکر گذرانا۔ جسکا مطلع یہ ہے۔ ع

"شب کو مین اپنے سر بستر خواب راحت"۔ اسپر ایک گانون جاگیر مین عطا ہوا۔

۲۴ صفر ۱۲۷۱ھ جمعرات کا دن تھا۔ کہ ۱۷ دن بیمار رہکر وفات پائی مرنے سے تین گھنٹے پہلے یہ شعر کہا تھا۔

کہتے ہین آج **ذوق** جہان سے گذر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

علوم متداولہ مین مہارت کامل رکھتے تھے۔ تصوف خوب جانتے تھے۔ نجوم رمل موسیقی مین بھی دخل تھا۔ غزلون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عام جوہر انکے کلام کا تازگی مضمون صفائی کلام

دکھلائے سیر آنکھوں کو بامِ مراد کی — ایسی کوئی کمند کوئی نردبان نہ تھی
رہ جانا پیچھے جسم کا جان سے عجب نہیں — کس کاروان کی گرد پسِ کاروان نہ تھی
نافہمی کی دلیل ہے یہ سجدہ سے اِبا — ابلیس کو حقیقتِ آدم عیان نہ تھی
افسوس کیا جوانیٔ رفتہ کا کیجئے — وہ کون سی بہار تھی جسکو خزان نہ تھی
نالون سے ایک دن نہ گئے گرمِ گوشِ یار — آتش مگر تمہارے دہن مین زبان نہ تھی

## ۱۲

مسافر کی طرح رہ خانہ بردوش — نہیں جائے اقامت دارِ فانی
یقین ہے دیدۂ باریک بین کو — کرے عینک طلب یہ ناتوانی
یہ مشتِ خاک ہو مقبولِ درگاہ — صبا کی چاہتا ہون مہربانی
سفیدی مو کی ہو کافور ہر چند — کوئی مٹتا ہے داغِ نوجوانی
نہ خوش ہو فربہی تن سے غافل — سبک کرتی ہے مُردے کو گرانی
موے جو بیشتر مرنے سے وہ لوگ — کفن سمجھے قبائے زندگانی
ہوا کوئی نہ حالِ دل سے آگاہ — رہی مشتاقِ گوش اپنی کہانی
خدا کے حکم سے ہے قوتِ نطق — کلام اپنا ہے ہاتف کی زبانی
مرا دیوان ہے اے آتش اِک خزانہ — ہر اک بیت اسمین ہے گنجِ معانی

# خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق

پیدائش دلی ۱۲۰۴ھ — وفات دلی ۱۲۷۱ھ

شیخ محمد رمضان کے لڑکے تھے۔ جو ایک غریب سپاہی تھے۔ ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۰۴ھ میں دلی مین پیدا ہوے۔ ابتدا میں حافظ غلام رسول صاحب شوق سے پڑھتے تھے۔ انھین کی خدمت مین شعر و شاعری کا شوق ہوا۔ اسی محلہ مین میر کاظم حسین صاحب بیقرار ایک انکے ہم سبق تھے۔ وہ بھی حافظ غلام رسول صاحب

ناگوارا کو جو کرتا ہے گوارا انسان — زہر کھا کر مزۂ شیر و شکر لیتا ہے

منزلِ فقر و فنا جائے ادب ہے غافل — بادشہ تخت سے یان اپنے اُتر لیتا ہے

عقل کر دیتی ہے انسان کی حالت زائل — موت سے جان چھپانے کو سپر لیتا ہے

غیرتِ نالۂ و فریاد نہ کھوائے آتش — آشنا کوئی نہین کون خبر لیتا ہے

## ۱۰

یہ کس رشکِ مسیحا کا مکان ہے؟ — زمین یان کی چہارم آسمان ہے

خدا پنہان ہے عالم آشکارا — نہان ہے گنج ویرانہ عیان ہے

دلِ روشن ہے روشن گر کی منزل — یہ آئینہ سکندر کا مکان ہے

تکلف سے بری ہے حسنِ ذاتی — قبائے گل مین گل بوٹا کہان ہے؟

برنگِ بو ہون گلشن مین مین بلبل — بغل غنچہ کی میرا آشیان ہے

شگفتہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ — قناعت بھی بہارِ بےخزان ہے

بہت آتا ہے یاد اے صبر مشکین! — خدا خوش رکھے تجکو نوجوان ہے

تعلق ہوتا ہے خوشبو سے اُسکے — کسی گلرو کا غنچہ عطر دان ہے

وطن مین اپنے اہلِ شوق کیطرح — سفر مین روز و شب ریگِ روان ہے

سحر ہووے کہین شبنم کرے کوچ — گل و بلبل سے دریا درمیان ہے

سعادت مند قسمت پر ہین شاکر — ہما کو مغز بادام استخوان ہے

جرس کے ساتھ دل رہتے ہین نالان — مرے یوسف کا عاشق کاروان ہے

قدِ محبوب کو شاعر کہین سرو — قیامت کا یہ اے آتش ازبان ہے

## ۱۱

بازارِ دہر مین تری منزل کہان نہ تھی؟ — یوسف نہ جسمین ہو کوئی ایسی کان نہ تھی

منزل ہی دور ہے جو یہ پہونچی نہین ہنوز — دم لینے والی راہ مین عمرِ روان نہ تھی

صیاد اسیرِ دامِ رگِ گُل ہے عندلیب
دکھلا رہا ہے چھپ کے اسے دام و دانہ کیا

طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال
ہم سے خلاف ہو کے کریگا زمانہ کیا؟

آتی ہے کس طرح سے مری قبضِ روح کو؟
دیکھوں تو موت ڈھونڈ رہی ہے بہانہ کیا؟

ہوتا ہے زرد سُن کے جو نامرد مدعی
رستم کی داستان ہے ہمارا فسانہ کیا؟

صیاد گلعذار دکھاتا ہے سیرِ باغ
بلبل قفس میں یاد کرے آشیانہ کیا؟

یوں مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے
آتش غزل یہ تونے کہی عاشقانہ کیا؟

۷

فریب کو دلِ اہلِ صفا میں راہ نہیں
وہ دشت ہے کہ جہاں آب زیر کاہ نہیں

بدن سا شہر نہیں دل سا بادشاہ نہیں
حواس خمسہ سے بہتر کوئی سپاہ نہیں

صدا یہ قبر سے بیدار دل کے آتی ہے
عمل جو نیک ہوں تو ایسی خوابگاہ نہیں

عذابِ گور ہے دنیا کے رنج سے بدتر
سوا خدا کے کرم کے کہیں پناہ نہیں

فقیر بنکے قدم اسمیں مارا ے آتش!
طریق احمدِ مرسل ہے شاہراہ نہیں

۸

جانبِ دشتِ عدم خیمہ رواں کرنے دو
وحشتِ دل کو علاجِ خفقان کرنے دو

سوزِ دل میری طرح سے نہ بیاں ہوئیگا
شمعِ کافور کو بھی چرب زباں کرنے دو

کوہِ غم ٹوٹنے پر آہ ہے یاں کم ظرفی
ٹھیس سے کاسۂ چینی کو فغاں کرنے دو

سامنے آ ہی گیا لشکرِ اندوہ و ملال
اب تو سیدھی مری آنکھوں کو نشاں کرنے دو

آخرِ کار تہِ خاک ہے مسکن سب کا
اہلِ دولت کو بلند آج مکاں کرنے دو

پھوٹ بہنے دو انھیں یار کے آگے آتش!
دل کا احوال بھی آنکھوں کو بیاں کرنے دو

۹

کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے
سانپ کو مار کے گنجینۂ زر لیتا ہے

۴

حبابِ آسا مین دم بھرتا ہون تیری آشنائی کا
نہایت غم ہے اِس قطرہ کو دریا کی جدائی کا

تعلق روح سے مجکو جسد کا ناگوارا ہے
زمانے مین چلن ہے چاردن کی آشنائی کا

ہوئی منظور محتاجی نہ تجکو اپنے سائل کی
بنایا کاسہ سر واژگون کاسہ گدائی سکا

نکل اے جان! تن سے نا وصال یار حاصل ہو
چمن کی سیر ہے انجام بلبل کو رہائی کا

شکستِ خاطرِ احباب ہوتی ہے درست اِس سے
توجہ مین ترے اے یار! اثر ہے مومیائی کا

نظر آتی ہین ہر سو صورتین ہی صورتین مجکو
کوئی آئینہ خانہ کارخانہ ہے خدائی کا

دل آئینہ سے صافِ عشقِ پاک رکھتا ہے
تماشا دیکھنا ہے حسن اسمین خود نمائی کا

نہین دیکھا ہے لیکن تجکو پہچانا ہے آتش نے
بجا ہے اے صنم! جو تجکو دعوی ہے خدائی کا

۵

غبارِ راہ ہوکر چشم مردم مین محل پایا
نہالِ خاکساری کو لگا کر ہم نے پھل پایا

برنگِ شمع ہم دل سوختون نے بزمِ عالم مین
زبان کھولی نہ لیکن بات کرنے کا محل پایا

شکستہ دل نہو انسان عوض ہر شے کا ملتا ہے
مُوا فرزند اگر تو داغِ دل نعم البدل پایا

رعونت کونسی شے پر ہے اِن عزلت گزینون کو
حصیرِ کہنہ دیکھا دستِ خشک و پائے شل پایا

غضب ہے منزلِ ہستی مین آسایش طلب ہونا
ہجومِ خواب سے رہرو نے آخر کو خلل پایا

ہمیشہ جوشِ گریہ سے رہا پانی مین ای آتش
کبھی تازہ نہ لیکن اپنے دل کا یہ کنول پایا

۶

سُن تو سہی جہان مین ہے تیرا فسانہ کیا؟
کہتی ہے تجکو خلقِ خدا غائبانہ کیا؟

زیرِ زمین سے آتا ہے جو گل سو زر بکف
قارون نے راستے مین لُٹایا خزانہ کیا؟

اُڑتا ہے شوقِ راحتِ منزل سے اسپ عمر
مہمیز کس کو کہتے ہین اور تازیانہ کیا؟

چارون طرف سے صورتِ جانان ہو جلوہ گر
دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا؟

آتش یہی دعا ہے خدائے کریم سے
محتاج اے کریم نہ کیجو بخیل کا

## ۲

محبت کا ترے بندہ ہر اک کو اے صنم! پایا
برابر گردنِ شاہ و گدا دونون کو خم پایا

برنگِ شمع جس نے دل جلایا تیری دوری مین
تو اُسنے منزلِ مقصود کو زیرِ قدم پایا

نشانہ تیرِ ہمت کا ہے میرا اخترِ طالع
اُٹھاون داغ مین تو آسمان سمجھے درم پایا

ہزارون حسرتین جاوینگے میرے ساتھ دنیا سے
شرار و برق سے بھی عرصۂ ہستی کو کم پایا

سوائے رنج کچھ حاصل نہین ہے اس خرابے مین
غنیمت جان جو آرام تو نے کوئی دم پایا

نظر آیا تماشائے جہان جب بند کین آنکھین
صفائے قلب سے پہلو مین ہمنے جامِ جم پایا

جلایا اور مارا حُسن کی نیرنگ سازی نے
کبھی برقِ غضب اُسکو کبھی ابرِ کرم پایا

فراق انجام کار آغازِ وصلت کا بلا شک ہے
بہت رویا مین روح و تن کو جب مشتاقِ ہم پایا

ہوا ہرگز نہ خطِ شوق کا سامان درست آتش
سیاہی ہو گئی نایاب اگر ہمنے قلم پایا

## ۳

حُسنِ پری اک جلوۂ مستانہ ہے اُس کا
ہوشیار وہی ہے کہ جو دیوانہ ہے اُسکا

وہ شوخ نہان گنج کے مانند ہے اسمین
معمورۂ عالم ہے جو ویرانہ ہے اُسکا

جو چشم کہ حیران ہوئی آئینہ ہے اُسکی
جو سینہ کہ صد چاک ہوا شانہ ہے اُسکا

دل قصرِ شہنشاہ ہے وہ شوخ اسمین شہنشاہ
عرصہ یہ دو عالم کا جلوخانہ ہے اُسکا

وہ باد ہے اُسکی کہ بھلادے دو جہان کو
حالت کو کرے غیر وہ یارانہ ہے اُسکا

یوسف نہین جو ہاتھ لگے چند درم سے
قیمت جو دو عالم کی ہے بیعانہ ہے اُسکا

آوارگیِ نکہتِ گل ہے یہ اشارہ
جامہ سے وہ باہر ہے جو دیوانہ ہے اُسکا

یہ حال ہوا اُسکے فقیرون سے ہویدا
آلودۂ دنیا جو ہے بیگانہ ہے اُسکا

شکرانۂ ساقیِ ازل کرتا ہے آتش
لبریزِ مئے شوق سے پیمانہ ہے اُسکا

# خواجہ حیدر علی آتش

پیدایش دلی — وفات لکھنؤ سنہ ۱۲۶۳ھ

آتش تخلص - خواجہ حیدر علی نام + آپ دلی کے رہنے والے تھے - لکھنؤ مین جاکر سکونت اختیار کی +

خواجہ زادون کا خاندان تھا جسمین مسند فقر بھی قایم تھی - اور سلسلہ پیری مریدی کا بھی تھا + مگر شاعری اختیار کی - اور خاندانی طریقہ کو سلام کرکے اسمین سے فقط آزادی و بے پروائی کو رفاقت مین لے لیا - مصحفی کے شاگرد تھے اور حق یہ ہے - کہ انکی آتش بیانی نے اُستاد کے نام کو روشن کیا - بلکہ کلام کی گرمی اور چمک کی دمک نے اُستاد شاگرد کے کلام مین اندھیرے اُجالے کا امتیاز دکھایا +

علمی استعداد معمولی تھی مشق کی کثرت سے اپنے زمانہ مین مسلم الثبوت اُستاد ہوگئے - اور سیکڑون شاگرد مثل میر وزیر علی صبا - رند - خلیل - جلیل - شنا - ورسبل - نادر مرزا کے انکے دامن تربیت مین پرورش پاکر اُستاد کہلائے + سنہ ۱۲۶۳ھ مین ایک دن بھلے چنگے - بیٹھے تھے - یکایک لیسا موت کا جھونکا آیا - شعلہ کی طرح بجھ کر رہ گئے - آتش کے گھر مین راکھ کے ڈھیر کے سوا اور کیا ہونا تھا - میر علی اوسط رشک نے تاریخ لکھی - ع

"خواجہ حیدر علی اے وا مردند"

تمام عمر کی کمائی جسے حیات جاودانی کا مول کہنا چاہیئے - ایک دیوان غزلون کا ہے جو کہ انکے سامنے رائج ہوگیا تھا + دوسرا تتمہ ہے - کہ پیچھے مرتب ہوا + جو کلام انکا ہے - حقیقت مین محاورہ اردو کا دستور العمل ہے - اور انشا پردازی ہند کا اعلیٰ نمونہ + شرفاے لکھنؤ کی بول چال کا انداز اس سے معلوم ہوتا ہے جس طرح لوگ باتین کرتے ہین - اُسیطرح انھون نے شعر کہدئے ہین + انکے کلام نے پسند خاص اور قبول عام کی سند حاصل کی + انکا کلام مضامین بلند سے خالی نہین - طرز بیان صاف ہے - سیدھی سی بات کو پیچ نہین دیتے ترکیبون مین استعارے اور تشبیہین فارسیت کی بھی موجود ہین - مگر قریب الفہم +

## غزلیات

عاجز نواز دوسرا تجھ سا نہین کوئی — رنجور کا انیس ہے ہمدم علیل کا

باغ و بہار آتش نمرود کو کیا — مشکل کے وقت تو ہوا حامی خلیل کا

موسے کو نیرے حکم سے دریا نے راہ دی — فرعون کو تو نے غرق کیا رود نیل کا

طوفان مین ناخدائی کے کشتی نوح کی — تھا جواب ہی نہین تجھ سے کفیل کا

سائل ہون مجکو قید کم و بیش کی نہین — مختار ہے کریم کثیر و قلیل کا

دیکھا تو خار و گل کا مقام ایک شاخ ہے — دل توڑتا نہین تو عزیز و ذلیل کا

کمی ہوتی نہین نقدِ سخن کی یان کبھی ناسخ!
ازل سے اپنے قابو مین معانی کا خزانہ ہے

۱۶

طالبِ دیدار جسکا ہے دلا! وہ تجھ مین ہے
جلوۂ برقِ تجلی تھا شرارِ طور سے

خلق کے اعمال بد کرتے ہین ایسا انقلاب
جاے آتش جوش پانی کا ہوا تنور سے

منعمِ موذی کے گھر کو اہلِ حاجت لوٹ لین
مانگتا ہے کب کوئی جا کر عسل زنبور سے ؟

بانٹ لے کوئی کسی کا درد یہ ممکن نہین
بارِ غمِ دنیا مین اُٹھواتے نہین مزدور سے

دیکھتا ہون جب کلام اُسکا بہت آتا ہے یاد
اُنس تھا مجکو نہایت ناسخِ مغفور سے

دیکھنا اے اہلِ عبرت! انتقامِ آسمان
بنتے ہین جامِ گدا خاکِ سرِ فغفور سے

۱۷

توسنِ عمرِ رواں ایسا ہی گر چالاک ہے
گردِ سان برباد اک دن میری مشتِ خاک ہے

آئینے کو دوست رکھتے ہین جہان کے خوب و زشت
دل ہوا جب صاف لبس عالم سے جھگڑا پاک ہے

اسفل و اعلیٰ جو ہین ملجائین گے سب خاک مین
آسمان اس مرتبۂ عالی پہ زیرِ خاک ہے

پست تر کرتا گردون سب کو کرتا ہے بلند
اشک بھی اس مرتبۂ عالی پر زیرِ خاک ہے

روح ہے ہر جسم مین مشتاقِ اخبارِ اجل
اسلئے یہ آمد و رفتِ نفس کی ڈاک ہے

۱۸

کیا ہون اشکون سے مرے دیدۂ بینا خالی
غمِ فرقت سے نہین ہے کوئی سینہ خالی

قلزمِ دہر مین رکھتا ہے تجرد محفوظ
غرق کم ہوتا ہے دریا مین سفینہ خالی

کبھی ہوگی نہ یہان گنجِ معانی کی کمی
ورنہ ہو صرف سے قارون کا خزانہ خالی

ایک کے نفع سے ہے ایک کو نقصان یہان
جام بھر جاے جو ساقی تو ہو مینا خالی

کیا بھلا مہر و محبت کو جگہ ہو ناسخ!
یار کے سینے کو کرتا نہین کینہ خالی

## ۱۳

یہ جسم زار ہے یون پیرہن کے پردے مین
کہ جیسے روح نہان ہے بدن کے پردے مین

سوائے اہلِ سخن ہو مشاہدہ کس کو؟
نہان ہے شاہدِ معنی سخن کے پردے مین

تلاش جسکی ہے دن رات تجکو اے غافل!
چھپا ہوا ہے وہ تیرے ہی تن کے پردے مین

جو عندلیب کے آنکھون سے دیکھے اور سمجھے
ظہور ہے اسی گل کا چمن کے پردے مین

چمن مین لائی صبا کس کی بو جو آج شمیم؟
دمک رہی ہے گلِ یاسمن کے پردے مین

خبر نہ شامِ غریبی کی مجکو تھی ناسخ!
چھپی ہوئی تھی یہ صبحِ وطن کے پردے مین

## ۱۴

بیان کیا ہو سکے عمرِ روان کی مجھ سے چالاکی
کہ اس توسن سے لگا ہے نہ ترکی کو نہ تازی کو

اکیلا دل مرا فوجِ تمنا کے مقابل ہے
الٰہی! بخشیو تو فتحیابی اِس مردِ غازی کو

ثمر پختہ جو ہے اے خام طبعو! باغِ عالم مین
نہ کیونکر خاکساری سے وہ بدلے سرفرازی کو؟

## ۱۵

اجل سر پر کھڑی ہے خوابِ غفلت مین زمانہ ہے
چھپر کھٹ کے عوض لازم جنازے کا بنانا ہے

دکھا دیتا ہے کافورِ سحر روز آسمان سب کو
و لیکن غافل اپنی غسلِ میت سے زمانہ ہے

مین وہ ہون مردۂ بیکس کہ میری قبر کے اوپر
بنے ہے برق جھالر ابرِ رحمت شامیانہ ہے

نہ ہوگا مزرعِ اعمالِ زاہد بار ور ہرگز
کہ سرسبزی سے ہے محروم سبحہ کا جو دانہ ہے

جو مالک گنجِ زر کا ہو بجا ہے سرکشی اسکو
کہ فوارے کو دیکھو پاس پانی کا خزانہ ہے

ہوا ثابت جو دیکھا اژدہا و گنج کو باہم
جو موذی ہین ہمیشہ انکے قبضے مین خزانہ ہے

غبارِ راہ ہم سمجھین نہ کیونکر جسمِ خاکی کو؟
رگِ جان توسنِ عمرِ روان کو تازیانہ ہے

نکلتا ہے جو ہر گل زر نکہتِ گلزارِ عالم مین
خدا جانے زمین مین دفن یہ کیسا خزانہ ہے؟

اشارہ آمد و رفتِ نفس کا ہے یہی ہر دم
بدن مین دم جو آیا ہے مقرر اسکو جانا ہے

آج نقاشی کی چھت لگوا نہین مانع کوئی
کل بجز نقاش لیکن سقفِ ایوان مین نہین

دیکھنا کل آپ سے کوئی نہ رکھے گا قدم
آج جانیکی اجازت جس گلستان مین نہین

دوست دشمن سب گئے سب ہین رفتنی مثلِ نسیم
گل تو کیا کانٹا بھی اک دن اس گلستان مین نہین

نام حاتم رہ گیا ہے ہو گیا برباد تخت
آدمی کیا دیو بھی ملکِ سلیمان مین نہین

مورچھل نادان ہلاتے ہین کسے حیران ہون
ہڈیان بھی تربتِ فغفور و خاقان مین نہین

دُم دبا جاتے تھے جنکے سامنے شیرِ ژیان
غیر روباہ و شغال اب اُنکے ایوان مین نہین

آمد موسیٰ و ہارون کی قوی ہے یہ دلیل
کونسا فرعون ہے جو فکر سامان مین نہین ؟

جو ترا جی چاہتا ہے بس وہی کرتا ہے تو
وہ پری ہے تو کہ فرمانِ سلیمان مین نہین

بے وطن ہو کر زمانہ مین ہوئے نالان بشر
آشنا نالون سے ہرگز نَے نیستان مین نہین

مثلِ مجنون کس لیے صحرا بصحرا ہے خراب ؟
کیا رسائی تجکو ناسخ کوے جانان مین نہین ؟

۱۲

رفعت کبھی کسی کی گوارا یہان نہین ؟
جس سرزمین کے ہم ہین وہان آسمان نہین

دو روز ایک وضع یہ رنگِ جہان نہین
وہ کون سا چمن ہے کہ جسکو خزان نہین ؟

عبرت کی جا ہے لاکھون ہی طفل و جوان نہین
پیری مین بھی خیال اجل کا یہان نہین

ہر گل ہے اس چمن سے گریزان برنگِ بو
سروِ چمن ہے کون جو سروِ روان نہین ؟

آنکھون سے فائدہ جو نہین تیری گردِ راہ
حاصل جبین سے کیا جو ترا آستان نہین ؟

حاصل تجھے بصارتِ یعقوب ہو اگر
یوسف بغیر کوئی یہان کاروان نہین

منعم کے شکر مین بھی بلائین کبھی کبھی
تنہا برائے لذتِ دنیا زبان نہین

پژمردہ ایک ہے تو شگفتہ ہے دوسرا
باغِ جہان مین فصلِ بہار و خزان نہین

زردار جو ہین کیون نہ ہون خندان برنگِ گل
باغِ جہان مین زر بھی کم از زعفران نہین

جنکے سرون پہ آپ مگس ران رہے ہما
اُنکا لحد مین آج کوئی استخوان نہین

ہوئی ہے مجکو جرس سے یہ بات اب ثابت
شکستہ دل جو ہوا اُسکے لب پہ آہ نہین

جگر کے داغ مین ہے لطف گریہ ہو ناسور
جہان مین کون ہے وہ باغ جسمین چاہ نہین

ہمیشہ کام مین غیرون کے ہین سعادتمند
ہما کو اپنے لئے فکر عز و جاہ نہین

ہجوم فوج عدو سے جہان مین اے ناسخ!
سوائے قلعۂ مرقد کہین پناہ نہین

۹

مرد وارستہ کہین قید مکان کرتا نہین
طائر نکہت خیال آشیان کرتا نہین

روز اک شام و سحر کرتا ہے پیدا بہر خلق
صبح میری شام غم کو آسمان کرتا نہین

ہے ہر اک آفت سے ایمن مسکن اہل فنا
باغ جنت کو خدا ہرگز خزان کرتا نہین

رحم کر عشاق پر گر چاہیے عمر دراز
پیر گردون طفل ظالم کو جوان کرتا نہین

عیب اپنے آپ کر دیتے ہین ہم بدست فاش
شیشۂ مے جسطرح مے کو نہان کرتا نہین

جام مے مین دیکھتا ہون مین جہان کو مثل جم
گو سکندر کی طرح سیر جہان کرتا نہین

۱۰

دل مین پوشیدہ تپ عشق تبان رکھتے ہین
آگ ہم سنگ کے مانند نہان رکھتے ہین

تے سواری تری دیکھین تو ہون گرد بیابان
ہاتھ مین صبر کی جو لوگ عنان رکھتے ہین

بزم جانان مین کبھی بات نہ نکلی منہ سے
کہنے کو شمع کے مانند زبان رکھتے ہین

مثل پروانہ نہین کچھ زر و مال اپنے پاس
ہم فقط تجھ پہ فدا کرنے کو جان رکھتے ہین

طائر روح کو کر دیتے ہین کیونکر بسمل؟
تیر رکھتے ہین پری رو نہ کمان رکھتے ہین

تازگی ہے سخن کہنہ مین یہ تجدد و فات
لوگ اکثر مرے جینے کا گمان رکھتے ہین

عوض ملک جہان ملک سخن ہے ناسخ!
گو نہین حکم روان طبع روان رکھتے ہین

۱۱

خوش قدون کی خاک یہ اُٹھتی ہے ہر دم سرو قد
گرد و باد وائے غفلت اس بیابان مین نہین

۵

ہو وطن مین خاک میرے گوہرِ مضمون کی قدر
لعل قیمت کو پہونچتا ہے بدخشان چھوڑکر

ہوتی ہے غربت مین ثروت پر بڑی ایذا کے بعد
رنج اُٹھائے کسقدر یوسف نے کنعان چھوڑکر

اعتملو صلا نہین گر ہے جہان زیر نگین
اُٹھ گیا دنیا سے خاتم کو سلیمان چھوڑکر

آج تو پوشاک پر مرتا ہے توکل دیکھیو
جائیگا ناسخ تیری لاش عریان چھوڑکر

۶

مین وہ شوریدہ سرِ دیوانہ تھا جو بعد مردن بھی
چڑھا جاتے ہین پتھر لوگ آکر میری مدفن پر

ہمارے نالہاے پراثر کی طرز اُڑاتی ہے
گریبان چاک ہو گل کا نہ کیون بلبل کے شیون پر

جہان مین تیرہ دل جو ہین ہی بے رنج رہتے ہین
کہ نازل ہوتی ہے آفت ہوا کی شمع روشن پر

ہمارے زخم کے نظارے کی کب تاب ہے اُسکو؟
تو اے جراح! پہلے باندھ پٹی چشم سوزن پر

کسی کا درد ہوتا ہے کسی کو کب زمانے مین؟
کہ جام و گل ہین خندان شیشہ و بلبل کے شیون پر

اگر ہوتا ہے اک دانہ بھی بس مین میری قسمت کا
فلک بجلی گرا دیتا ہے ناسخ میرے خرمن پر

۷

خاکسارون سے ہے ہر جا سرکشون کی سرکشی
وہ زمین ہے کون جسپر آسمان ہوتا نہین؟

جو سعادتمند ہین رہتے ہین وہ بے خانمان
دہر مین پیدا ہما کا آشیان ہوتا نہین

جتنے ہین صاحب سخن اُنکی طبیعت نرم ہے
ہے دلیل اسپر زبان مین استخوان ہوتا نہین

دم ہے جبتک جسم عاشق مین ہے خامی کی دلیل
خوب جل جاتی ہے جو شے پھر دھوان ہوتا نہین

عشق کا ہو درد اے ناسخ نہ کیونکر لا دوا!؟
زخمہاے تیرِ مژگان کا نشان ہوتا نہین

۸

سوائے مکر زمانے مین رسم و راہ نہین
وہ کون جا ہے جہان چاہ زیرِ کاہ نہین

مین گو کہ حسن سے ظاہر مین مثلِ ماہ نہین
ہزار شکر کہ باطن مرا سیاہ نہین

زندگی مین صرف کرتا ہو سکد دشتی حصول
مثل قارون خاک مین جاکے نہ بار زر اُٹھا

چاہیئے تعمیر دل جو ساتھ اُٹھا لیجائیگا
یون خرابی کے لئے دیوار اُٹھا یا در اُٹھا

بات جن نازک مزاجون سے نہ اُٹھتی تھی کبھی
بوجھ اُنسے سیکڑون من خاک کا کیونکر اُٹھا؟

کیا سخن سنجی سے حاصل جب سخنداں ہی نہین؟
زانوے فکرت سے اے ناسخ تو اپنا سر اُٹھا

## ۲

مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہوگیا
آفتاب ایسا ہوا اونچا کہ تارا ہوگیا

باعث چاک کتان ہوتا ہے جلوہ ماہ کا
وان چھپا وہ ماہ یان دل پارہ پارہ ہوگیا

ایک درہم اور داخل گنج قارون مین ہوا
پست ایسا میرے طالع کا ستارہ ہوگیا

بے ثباتی جو ہوئی عالم کی ثابت اے فلک
آفتاب اپنی نظر مین اک شرارہ ہوگیا

## ۳

میکشو! جو وقت ساقی کا کرم ہو جائیگا
پھر مرا جام گدائی جام جم ہو جائیگا

پھیر دیگا دن ہمارے جب مقلب دہر کا
داغ افلاس اپنے سینہ مین درم ہو جائیگا

سینہ کے کھلنے کی علامت ہی شفق کا پھولنا
لال مجھپر وہ ہوا رونا بھی کم ہو جائیگا

شکر و شکوہ ہے سو وہ ہوجاویگا اے ناسخ ابھی
دوست و دشمن کا وجود اکدن عدم ہو جائیگا

## ۴

انسان کو انسان سے کینہ نہین اچھا
جس سینہ مین کینہ ہو وہ سینہ نہین اچھا

آواز یہ آتی ہے لب آب بقا سے
مرنا ہی یہان خوب ہے جینا نہین اچھا

پہونچا ہے کوئی اوج حقیقت کو کب اس سے
واعظ ترے ممبر کا یہ زینہ نہین اچھا

ہو سیر جو منظور دلا بحر جہان کی
جز کشتی درویش سفینہ نہین اچھا

ہے ہند بھلا کیا ترے رہنے کو کہ ناسخ!
مکہ نہین اچھا کہ مدینہ نہین اچھا؟

لاولد تھا۔ بلند اقبال لڑکے کو فرزندی میں لیکر ایسا تعلیم و تربیت کیا کہ بڑے ہو کر شیخ امام بخش ناسخ ہو گئے۔ اور اس مجازی باپ کی بدولت دنیا کی ضروریات سے بے نیاز رہے۔ لکھنؤ کے دار الخلافہ ہو جانے سے یہاں آئے۔ اور وہیں عمر بسر کی۔ ٹکسال ایک محلہ مشہور ہے۔ اسمیں بیٹھکر شعر کے چاندی سونے پر سکہ لگاتے تھے۔ اور کھوٹے کھرے مضمون کو پرکھتے تھے۔ فارسی کتابیں حافظ وارث علی لکھنوی سے پڑھی تھیں۔ اور علمائے فرنگی محل سے بھی تحصیلی کتابیں حاصل کی تھیں۔ اگرچہ عربی استعداد فاضلانہ نہ تھی۔ مگر رواج علم اور صحبت کی برکت سے فن شاعری کی ضروریات سے پوری واقفیت تھی اور نظم سخن میں انکی نہایت پابندی کرتے تھے۔ شاعری میں کسی کے شاگرد نہ تھے۔ مگر ابتدا سے شعر کا عشق تھا۔ شوق ہمیشہ مشاعرہ میں لیجا کر دل میں اُمنگ اور طبیعت میں جوش بڑھاتا تھا۔ اور آسودہ حالی اکثر شعرا اہل فہم اور اہل کمال کو انکے گھر کھینچ لاتی۔ انکی صحبتوں میں طبیعت خود بخود اصلاح پاتی گئی۔ رفتہ رفتہ خود اصلاح دینے لگے۔

کسی کی نوکری نہیں کی۔ سرمایہ خداداد اور جوہر شناسوں کی قدردانی سے نہایت خوشحالی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ پہلی دفعہ الہ آباد میں آئے ہوئے تھے۔ **راجہ چندو لال** نے ۱۲ ہزار روپیہ بھیجکر بلا بھیجا۔ اُنھوں نے لکھا کہ میں نے سید کا دامن پکڑا ہے۔ اسے چھوڑ کر نہیں آسکتا۔ یہاں سے جاؤنگا۔ تو لکھنؤ ہی جاؤنگا۔ راجہ موصوف نے پھر خط لکھا ۱۵ ہزار روپے بھیجکر بڑے اصرار سے کہا کہ یہاں تشریف لائیگا۔ تو **ملک الشعرا** کا خطاب دلواؤنگا۔ حاضری دربار کی قید نہ ہوگی۔ ملاقات آپکی خوشی پر رہیگی۔ اُنھوں نے منظور نہ کیا۔ سنہ ۱۲۵۴ھ میں انتقال فرمایا۔ **میر علی اوسط رشک** نے تاریخ لکھی۔ ع "دلا شعر گوئی اُٹھی لکھنؤ سے"۔ عمر میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ۶۴-۶۵ برس کی عمر تھی۔ مولانا غمی لکھتے ہیں کہ تقریباً سو برس کی عمر ہوگی۔

تین دیوان ہیں۔ مگر دو مشہور ہیں۔ ان میں غزلوں۔ رباعیوں۔ تاریخوں کے سوا اور قسم کی نظم نہیں۔ قصائد کا شوق نہ تھا۔ ہجو کے کانٹوں سے انکا باغ پاک ہے۔

**کلام کے خصوصیات**۔ عموماً کلام انکا شاعری کے ظاہری عیبوں اور لفظی سقموں سے بہت پاک ہے۔ اور اس امر میں انھیں اتنی کوشش ہے۔ کہ اگرچہ ترکیب کی چستی یا کلام کی گرمی میں فرق آجائے۔ مگر اصول ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ غزلوں میں شوکت الفاظ۔ بلند پروازی۔ نازک خیالی بہت ہے۔ اور نمک ظرافت کم ہے۔ اور تاثیر کم۔ شوکت الفاظ کہتی ہے۔ اگر وہ قصیدہ کہتے تو خوب کہتے۔

اس عہد تک شعرائے لکھنؤ ان استادوں کے شاگرد تھے۔ جنکا دریائے کمال دلّی کے سرچشمہ سے نکلا تھا۔ اور فصحائے لکھنؤ بھی ہر محاورے کے لئے دلّی ہی کو فخر سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ اکثر انھیں بزرگوں کے فرزند تھے۔ جنھیں زمانہ کی گردش نے اُڑا کر وہاں پھینک دیا تھا۔ شیخ صاحب اور خواجہ حیدر علی آتش کے کمال نے لکھنؤ کو دلّی کی قید پابندی سے آزاد کر کے استقلال کی سند دی۔ اور وہی مستند ہوئی۔

انکے چند مشہور شاگرد ہیں۔ خواجہ وزیر۔ برق۔ رشک۔ بحر۔ منیر شکوہ آبادی۔ نادر۔ یہ سب صاحب دیوان اور بجائے خود استاد ہیں۔

## غزلیات

دشمن سر ہے تری گردن کشی مانند شمع
افسر زر شوق سے رکھ پر نہ اتنا سر اٹھا

۱۵

فقیرانہ آئے صدا کر چلے | میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم | سو اس عہد کو اب وفا کر چلے
شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی | کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے | ہر اک چیز سے دل اُٹھا کر چلے؟
کوئی نا اُمیدانہ کرتے نگاہ | سو تم ہم سے منہ بھی چھپا کر چلے
بہت آرزو تھی گلی کی ترے | سو یاں سے لہو میں نہا کر چلے
دکھائی دئے یوں کہ بیخود کیا | ہمیں آپ سے بھی جدا کر چلے
جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی | حقِ بندگی ہم ادا کر چلے
پرستش کی یاں تک کہ اے بت! تجھے | نظر میں سبھوں کے خدا کر چلے
جھڑے پھول جس رنگ گلبن سے۔ یوں | چمن میں جہاں کے ہم آکر چلے
نہ دیکھا غمِ دوستاں شکر ہے | ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے
گئی عمر در فکرِ بندِ غزل | سو اس فن کو ایسا بڑا کر چلے
کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میرؔ | جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

## شیخ امام بخش ناسخ

پیدائیش فیض آباد — وفات لکھنؤ ۱۲۵۴ھ

شیخ صاحب کی شاعری کا وطن لکھنؤ ہے۔ مگر کمال سے لاہور کو فخر کرنا چاہئے۔ جو کہ انکے والد کا وطن تھا۔ خاندان کے باب میں فقط اسقدر کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ خدا بخش خیمہ دوز کے بیٹے تھے۔ اور بعض اشخاص یہ کہتے ہیں۔ کہ اُس دولتمند لاولد نے متبنیٰ کیا تھا۔ اصلی والد عالم غربت میں مشرق سے مغرب کو گئے۔ فیض آباد میں انکی قسمت سے یہ ستارہ چمکا۔ کہ فلک نظم کا آفتاب ہوا۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال | کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری ہوجائے

غریب باپ سے صاحب نصیب بیٹے کے سواد ہاں بھی قضیہ نے رفاقت نہ کی۔ مگر اُس دولتمند سوداگر نے کہ

## ۱۲

جو اس شور سے میر روتا رہیگا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہیگا؟

میں وہ رونیوالا جہاں سے چلا ہوں
جسے ابر ہر سال روتا رہیگا

مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح
تو کب تک مرے مُنہ کو دھوتا رہیگا؟

بس اے گریہ آنکھیں تری کیا نہیں ہیں؟
کہاں تک جہاں کو ڈبوتا رہیگا؟

مرے دل نے وہ نالہ پیدا کیا ہے
جرس کے بھی جو ہوش کھوتا رہیگا

بس اے میر مژگاں سے پونچھ آنسوؤں کو
تو کب تک یہ موتی پروتا رہیگا

## ۱۳

اللہ رے غرور و ناز تیرا!
مطلق نہیں ہم سے ساز تیرا!

ہم سے کہ تجھی کو جانتے ہیں
جاتا نہیں احتراز تیرا!

کچھ عشق و ہوس میں فرق بھی کر
کیدھر ہے یہ امتیاز تیرا!

کہتے نہ تھے میر مت کڑھا کر
دل ہو نہ گیا گداز تیرا!

## ۱۴

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

چشم دل کھول اُس ہی عالم پر
یاں کی اوقات خواب کی سی ہے

بار بار اُسکے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے

میں جو بولا کہا کہ "یہ آواز
اُسی خانہ خراب کی سی ہے"

آتشِ غم میں دل بُھنا شاید
دیر سے بو کباب کی سی ہے

دیکھئے ابر کی طرح اب کی
میری چشم پر آب کی سی ہے

میر ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

دل کہ یک قطرہ خوں نہیں ہے بیش
ایک عالم کے سر بلا لایا

سب پہ جس بار نے گرانی کی
اسکو یہ ناتواں اُٹھا لایا

دل مجھے اُس گلی میں لیجا کر
اور بھی خاک میں ملا لایا

ابتدا ہی میں مر گئے سب یار
عشق کی کون انتہا لایا؟

اب تو جاتے ہیں بتکدے سے میرؔ
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

۱۰

غم رہا جبتک کہ دم میں دم رہا
دل کے جانے کا نہایت غم رہا

حُسن تھا تیرا بہت عالم فریب
خط کے آنے پر بھی اک عالم رہا

دل نہ پہونچا گوشۂ داماں تلک
قطرۂ خوں تھا مژہ پر جم رہا

سنتے ہیں لیلے کے خیمے کو سیاہ
اسمیں مجنوں کا مگر ماتم رہا

جامۂ احرام زاہد پر نہ جا
تھا حرم میں لیک نامحرم رہا

میرے مرنے کی حقیقت جسمیں تھی
ایک مدت تک کا غذ نم رہا

صبح پیری شام ہونے آئی میرؔ
تو نہ چیتا یاں بہت دن کم رہا

۱۱

غلط ہے عشق میں اے بوالہوس اندیشہ راحت کا
رواج اس ملک میں ہے درد و داغ و رنج و کلفت کا

زمیں ایک صفحۂ تصویر بیہوشاں سے مانا ہے
یہ مجلس جب سے ہے اچھا نہیں کچھ رنگ صحبت کا

جہاں جلوے سے اُس محبوب کے یکسر لبالب ہے
نظر پیدا اگر اوّل پھر تماشا دیکھ قدرت کا

ہنوز آوارہ لیلی ہے جانِ رفتہ مجنوں کی
موئے پر بھی رہا ہوتا نہیں وابستہ الفت کا

خرابی دل کی اس حد ہے کہ یہ سمجھا نہیں جاتا
کہ آبادی بھی یاں تھی یا کہ ویرانہ تھا مدت کا

قدم ٹک دیکھکر رکھ میرؔ ہر دل سے نکالیگا
پلک سے شوخ تر کانٹا ہے صحرائے محبت کا

جل گیا دل سفید ہیں آنکھیں
یہ تو کچھ انتظار میں دیکھا

آبلے کا بھی ہونا دامن گیر
تیرے کوچے کے خار میں دیکھا

تیرہ عالم ہوا یہ روزِ سیاہ
اپنے دل کے غبار میں دیکھا

جن بلاؤں کو میر سنتے تھے
اُن کو اُس روزگار میں دیکھا

٧

غلط تھا آپ سے غافل گذرنا
نہ سمجھے ہم کہ اِس قالب میں تو تھا

چمن کی وضع نے ہمکو کیا داغ
کہ ہر غنچہ دلِ پرآرزو تھا

گُل و آئینہ کیا خورشید و مہ کیا
جدھر دیکھا تدھر تیرا ہی رو تھا

کروگے یاد باتیں تو کہوگے
کہ کوئی رفتۂ بسیار گو تھا

جہاں پُر ہے فسانے سے ہمارے
دماغِ عشق ہم کو بھی کبھو تھا

مگر دیوانہ تھا دل بھی کسو کا
کہ پیراہن بھی سو جاگہ رفو تھا

نہ دیکھا میر آوارہ کو لیکن
غبار اک ناتواں سا کو بکو تھا

٨

ابتداے عشق ہے روتا ہے کیا!
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا!

قافلے میں صبح کے اک شور ہے
یعنی غافل! ہم چلے سوتا ہے کیا؟

سبز ہوتی ہی نہیں یہ سرزمیں
تخمِ خواہش دل میں تو بوتا ہے کیا؟

یہ نشانِ عشق ہیں جاتے نہیں
داغ چھاتی کے عبث دھوتا ہے کیا؟

غیرتِ یوسف ہے یہ وقتِ عزیز
میر اِسکو رائگاں کھوتا ہے کیا؟

٩

بارہا گور دل جھکا لایا
اب کی شرطِ وفا بجا لایا

قدر رکھتی نہ تھی متاعِ دل
سارے عالم میں میں دکھا لایا

گل سیر کیا ہمنے سمندر کو بھی جا کر / تھا دستِ نگر پنجۂ مژگاں کی تری کا

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام / آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

ٹک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے / کیا یار بھروسہ ہے چراغِ سحری کا

۳

بیتاب جی کو دیکھا دل کو کباب دیکھا / جیتے رہے تھے کیوں ہم جو یہ عذاب دیکھا

پودا ستم کا جس نے اس باغ میں لگایا / اپنے کئے کا اُن نے ثمرہ شتاب دیکھا

آباد جس میں تمکو دیکھا تھا ایک مدت / اُس دل کی مملکت کو اب ہم خراب دیکھا

لیتے ہی نام اُسکا سوتے سے چونک اُٹھے ہو / ہے خیر میر صاحب! کچھ تمنے خواب دیکھا

۴

جب جنوں سے ہمیں توسل تھا / اپنی زنجیر پائی کا غل تھا

بسترا تھا چمن میں جوں بلبل / نالہ سرمایۂ توکل تھا

اک نگہ کو وفا نہ کی گویا / موسمِ گل صفیرِ بلبل تھا

اب تو دل کو نہ تاب ہے نہ قرار / یاد ایام جب تحمل تھا

خوب دریافت جو کیا ہم نے / وقتِ خوش میر نکہتِ گل تھا

۵

دل و دماغ ہے اب کسکو زندگانی کا؟ / جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا

اگرچہ عمر کے دس دن یہ لب رہے خاموش / سخن رہیگا سوا میری کم زبانی کا

ہزار جان سے قربان بے پری کے ہیں / خیال ہی کبھو گذرا نہ پر فشانی کا

نمود کرکے وہیں بحرِ غم میں بیٹھ گیا / کہے تو میر بھی اک بلبلا تھا پانی کا

۶

گل و بلبل بہار میں دیکھا / ایک تجھکو ہزار میں دیکھا

انکا صاف اور سلجھا ہوا کلام اپنی سادگی میں ایک انداز دکھاتا ہے۔ اور فکر کو بجائے کاہش کے لذّت بخشتا ہے + اسی واسطے خواص میں معزز اور عوام میں ہر دل عزیز ہے ؛

چونکہ مطالب کی دقت۔ مضامین کی بلند پروازی۔ الفاظ کی شان و شکوہ۔ بندش کی چستی۔ لازمۂ قصائد کا ہے۔ وہ طبیعت کی شگفتگی اور جوش و خروش کا تم ہوتا ہے + اسی واسطے میر صاحب کے قصیدے کم ہیں + اور اسی قدر درجہ میں بھی کم ہیں + انھوں نے طالبِ سخن پر روشن کردیا ہے۔ کہ قصیدہ اور غزل کے دو میدانوں میں دن اور رات کا فرق ہے۔ اور اسی منزل میں آگر سودا اور میر کے کلام کا حال کھلتا ہے + نقادان سخن کی یہ رائے ہے۔ کہ جو مرتبہ مرزا کا قصیدہ میں ہے۔ وہی مرتبہ میر کا غزل میں ہے ؛

# غزلیات

تھا مستعار حسن سے اُسکے جو نور تھا
خورشید میں بھی اُس ہی کا ذرّہ ظہور تھا

ہنگامہ گرم کُن جو دلِ ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شورِ نشور تھا

پہونچا جو آپکو تو میں پہونچا خدا کے تئیں
معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا

آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم!
یک شعلہ برقِ خرمنِ صد کوہِ طور تھا

مجلس میں رات ایک ترے پرتوے بغیر
کیا شمع کیا پتنگ ہر اک بے حضور تھا

کل پانوں ایک کاسۂ سر پر جو آگیا
یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا

کہنے لگا کہ "دیکھ کے چل راہ بے خبر!
میں بھی کبھو کسو کا سرِ پُر غرور تھا"

تھا وہ تو رشکِ حورِ بہشتی ہمیں میں میر
سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنے قصور تھا

۲

جس سر کو غرور آج ہے یاں تاج وری کا
کل اُس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا

آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت!
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

زنداں میں بھی شورش نہ گئی اپنے جنوں کی
اب سنگ مداوا ہے اُس آشفتہ سری کا

یہ زخمِ جگر داورِ محشر سے ہمارا
انصاف طلب ہے تری بیداد گری کا

وہ موسمِ گل ہمکو تہ بال ہی گذرے
مقدور نہ دیکھا کبھی بے بال و پری کا

اس رنگ سے جھمکے ہے پلک پر کہ کہے تو
ٹکڑا ہے ترا اشک عقیقِ جگری کا

اور سراج الدین علیخاں آرزو (جو انکے رشتہ دار تھے) کے پاس انھوں نے اور انکی شاعری نے پرورش پائی + فن شاعری میں وہ کمال پیدا کیا۔ کہ ہرچند انکا تخلص میر تھا۔ مگر گنجیفۂ سخن کی بازی میں آفتاب ہو کر چمکے + قدردانی نے انکے کلام کو جواہر اور موتیوں کے کا ہوں دیکھا۔ اور نام کو پھولوں کی مہک بناکر اُڑایا + ہندوستان میں یہ بات انھیں کو نصیب ہوئی ہے کہ مسافر غزلوں کو تحفہ کے طور پر شہر سے شہر میں لیجاتے تھے :۔

**دلی** کی سلطنت کے زوال کی وجہ سے تنگدستی سے پریشان ہو کر ۱۱۹۰ھ میں **لکھنو** آئے + ایک سرائے میں اُترے۔ معلوم ہوا۔ کہ آج یہاں ایک جگہ مشاعرہ ہے + اُسیوقت غزل لکھی۔ اور مشاعرہ میں جاکر شامل ہوئے + انکی قدیمانہ وضع کو دیکھکر سب ہنسنے لگے + میر صاحب بیچارے غریب الوطن زمانے کے ہاتھ سے پہلے ہی شکستہ دل تھے۔ اور بھی دل تنگ ہوئے۔ اور ایک طرف بیٹھ گئے + شمع انکے سامنے آئی۔ تو پھر سب کی نظر پڑی۔ اور بعض اشخاص نے پوچھا کہ "حضور کا وطن کہاں ہے"؟ میر صاحب نے فوراً ہی یہ قطعہ کہکر غزل طرحی میں داخل کیا۔

| | |
|---|---|
| کیا بود و باش پوچھو ہو پورب کے ساکنو! | ہم کو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے |
| دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب | رہتے تھے منتخب ہی جہاں روزگار کے |
| اُس کو فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا | ہم رہنے والے ہیں اسی اُجڑے دیار کے |

سب کو حال معلوم ہوا۔ بہت معذرت کی۔ کمال کے طالب تھے۔ صبح ہوتے ہوتے شہر میں شہرہ ہو گیا کہ میر صاحب تشریف لائے + رفتہ رفتہ نواب **آصف الدولہ** مرحوم نے سُنا۔ اور دو سو روپیہ مہینہ کر دیا لیکن بد دماغی اور نازک مزاجی نے جو انکے ذاتی مصاحب تھے یہاں بھی انکا ساتھ نہ چھوڑا ایک دن نواب صاحب سے کسی بات پر بگڑ گئی دربار کا آنا جانا چھوڑ دیا۔ اور بدستور اپنے گھر میں بیٹھے رہے۔ اور فقر و فاقہ میں گذارہ کرتے رہے آخر ۱۲۲۵ھ میں فوت ہوئے + سو برس کی عمر پائی۔ **ناسخ** نے تاریخ کہی ع

"واویلا مرد شہ شاعراں"

**کلام کی خصوصیات** ۔ میر صاحب کی زبان شستہ۔ کلام صاف۔ بیان ایسا پاکیزہ جیسے باتیں کرتے ہیں۔ دل کے خیالات کو جو سب کی طبیعتوں کے مطابق ہیں۔ محاورے کا رنگ دیکر باتوں باتوں میں ادا کر دیتے ہیں۔ اور زبان میں خدا نے ایسی تاثیر دیدی ہے۔ کہ وہی باتیں ایک مضمون بن جاتی ہیں۔ اسی واسطے ان میں نیچرل اور شعرا کے اصلیت کچھ زیادہ قائم رہتی ہے۔ بلکہ اکثر جگہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا نیچر کی تصویر کھینچ رہے ہیں یہی سبب ہے کہ دلوں پر اثر بھی زیادہ کرتی ہیں۔ وہ گویا اُردو کے سعدی ہیں :۔

**ایشیا** کے تمام شعرا حسرت مایوسی۔ ناکامی کا دکھڑا روتے ہیں۔ مگر انکے تمام مضامین خیالی ہیں اور میر صاحب کے حالی اسلئے۔ کہ میر صاحب کی ساری عمر مصیبت اور غم میں گذری۔ اور انکی طبیعت قدرتی درد خیز اور دل حسرت انگیز تھا۔ کہ غزل کی جان ہے۔ انکا کلام صاف کہدیتا ہے۔ کہ جس دل سے نکل کر آیا ہوں۔ وہ غم و درد کا پتلا نہیں حسرت و اندوہ کا جنازہ تھا۔ ہمیشہ وہی خیالات بسے رہتے تھے۔ بس جو دل پر گذرتے تھے وہی زبان سے کہدیتے تھے۔ کہ سننے والونکے لئے نشتر کا کام کر جاتے تھے۔ انکی غزلیں ہر بحر میں ہیں۔ کہیں شربت اور کہیں شیر و شکر ہیں۔ مگر چھوٹی چھوٹی بحر میں فقط آبحیات بہاتے ہیں + جو لفظ منہ سے نکلتا ہے۔ تاثیر میں ڈوبا ہوا نکلتا ہے۔ انکی غزل اصول غزلیت کے لحاظ سے سودا سے بہتر ہے +

۴

یہی پیغام درد کا کہنا
کون سی رات آن ملئے گا؟
گر کوئی کوے یار میں گذرے
دن بہت انتظار میں گذرے

۵

ہمارے جامۂ تن میں نہیں کچھ اور بس باقی
یکایک عشق کی آتش کا شعلہ اسقدر بھڑکا
گریباں میں ہے مثلِ صبح اک تارِ نفس باقی
نہ چھوڑا اس زمیں دل میں کوئی خار و خس باقی

۶

گر معرفت کا چشمِ بصیرت میں نور ہے
آتی ہے دل میں اور ہی صورت نظر مجھے
تو جس طرف کو دیکھئے اسکا ظہور ہے
شاید یہ آئینہ بھی کسی کے حضور ہے

۷

پیدا کرے ہر چند تقدس بندہ
جنت میں بھی اکل و شرب سے کب ہے نجات
مشکل ہے کہ ہو حرص سے دل برکندا
دوزخ کا بہشت میں بھی ہوگا دھندا

۸

پیری چلی اور گئی جوانی اپنی
کل اور کوئی بیان کرے گا اُس کو
اے درد کہاں ہے زندگانی اپنی؛
کہتے ہیں اب آپ ہم کہانی اپنی

۹

ہر بت کے لئے کب تئیں مرتے رہیئے؟
اب درد جو کچھ کہ زندگی باقی ہے
کب تک یہ کفر دل میں بھرتے رہیئے؟
اللہ کو اپنے یاد کرتے رہیئے

## میر محمد تقی میر

پیدائش اکبر آباد سنہ ۱۱۲۵ھ — وفات لکھنؤ سنہ ۱۲۲۵ھ

میر تخلص۔ محمد تقی نام + خلف میر عبداللہ شرفاے اکبرآباد سے تھے باپ کے مرنے کے بعد دلی میں آئے

### ۱۹

تہمت چند اپنے ذمے دھر چلے
جس لئے آئے تھے سو ہم کر چلے

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

کیا ہمیں کام ان گلوں سے اے صبا!
ایک دم آئے اِدھر اُودھر چلے

دوستو! دیکھا تماشا یاں کا بس
تم رہو اب ہم تو اپنے گھر چلے

شمع کے مانند ہم اس بزم میں
چشم نم آئے تھے دامن تر چلے

ڈھونڈھتے ہیں آپ سے اُسکو پرے
شیخ صاحب چھوڑ گھر باہر چلے

ہم جہاں میں آئے تھے تنہا۔ و لے
ساتھ اپنے اب اُسے لیکر چلے

جوں شرارے ہستیِ بے بود! یاں
بارے ہم بھی اپنی باری بھر چلے

ساقیا! یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

درد کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب
کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

## رباعیات

جلوہ تو ہر اک طرح کا ہر شان میں دیکھا
جو کچھ کہ سنا تجھ میں سو انسان میں دیکھا
جوں غنچہ بجز اک دل صد چاک نہ پایا
منہ ڈال کے جب میں نے گریبان میں دیکھا

### ۲

دلِ ناداں کو یاد کر کے صبا!
اتنا کہنا جہاں وہ قاتل ہو
نیم بسمل کوئی کسو کو چھوڑ
اس طرح بیٹھتا ہے غافل ہو

### ۳

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ
بندہ گر آوے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ
آہن ہو یا ہو سنگ ہے سب جلوہ گاہ یار
جوں آئینہ ہر ایک گذر میں صفا کو دیکھ

میں کیا کہوں تجھے نظر آیا نہیں ہے کیا؟
اس گلشنِ جہاں کا جو کچھ کہ ڈھنگ ہے
غنچہ شگفتہ ہووے ہی ہووے گا تئیں درد
دیکھا چمن میں جاکے تو کچھ اور رنگ ہے!

۱۷

چھاتی پہ گر پہاڑ بھی ہووے تو ٹل سکے
مشکل ہے جی میں بیٹھے سو جی سے نکل سکے
نشو و نما کی کسکو اُمید اے بہاریاں
میں خشک شاخ ہوں کہ نہ پھولے نہ پھل سکے؟
تحریک ہے یہ اُس یدِ قدرت کی۔ ورنہ کب
بے دست و پا صبا سے کوئی پات ہل سکے؟
مثلِ حباب جبکہ نظر سے گیا گیا
میں وہ غریق ہوں! کہ نہ ڈوبا اچھل سکے
گر سے نہ دیویں خلق کی نظروں سے دلکو ہم
کوئی اگر کسو کے سنبھالے سنبھل سکے
روشن ضمیر جتنے ہیں عالم میں جوں نجوم
یہ چرخ آسیا سے اپنے یہ دانے نہ دَل سکے
کرتے عبث ہو شیشہ گران! سنگ کو گداز
پگھلائیے جو تمسے کوئی دل پگھل سکے
کہہ اور بھی غزل کوئی پھر اس ردیف میں
اے درد قافیہ کو اگر تو بدل سکے

۱۸

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے؟
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے
وحدت میں تیرے حرف دوئی کا نہ آسکے
آئینہ کیا مجال تجھے مُنہ دکھا سکے!
میں وہ فتادہ ہوں کہ بغیر از فنا مجھے
نقشِ قدم کی طرح نہ کوئی اُٹھا سکے
قاصد! نہیں یہ کام ترا اپنی راہ لے
اُسکا پیام دل کے سوا کون لا سکے؟
غافل! خدا کی یاد پہ مت بھول زینہار
اپنے تئیں بھلا دے اگر تو بھلا سکے
یارب یہ کیا طلسم ہے ادراک فہم یاں
دوڑے ہزار آپ سے باہر نہ جا سکے
گو بحث کرکے بات بٹھائی پہ کیا حصول؟
دل سے اُٹھا خلاف اگر تو اُٹھا سکے

مستِ شرابِ عشق وہ بیخود ہے جسکو حشر
اے درد چاہے لائے بخود پھر نہ لا سکے

## ۱۴

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں !
دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں

مٹ جائیں ایک آن میں کثرت نمائیاں
ہم آئینہ کے سامنے جب آ کے ہُو کریں

تر دامنی پہ شیخ ہمارے نہ جا۔ ابھی
دامن نچوڑ دوں تو فرشتے وضو کریں

سر تا قدم زبان ہیں جوں شمع گو کہ ہم
پر یہ کہاں مجال جو کچھ گفتگو کریں

ہر چند آئینہ ہوں، پر اتنا ہوں ناقبول
مُنہ پھیر لے وہ جسکے مجھے روبرو کریں

نہ گُل کو ہے ثبات نہ ہمکو ہے اعتبار
کس بات پر چمن ہوسِ رنگ و بو کریں

ہے اپنی یہ صلاح کہ سب زاہدانِ شہر
اے درد آ کے بیعتِ دستِ سبو کریں

## ۱۵

کیا فرق داغ و گُل میں کہ جس گُل میں بو نہو؟
کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل میں تو نہو !

ہو کچھ کہ ہمنے کی ہے تمنا ملی مگر
یہ آرزو رہی ہے کہ کچھ آرزو نہ ہو

جوں شمع جمع ہوویں گر اہل زباں ہزار
آپس میں چاہیئے کہ کبھی گفتگو نہ ہو

جوں صبح چاک سینہ مرا اے رفو گراں !
یاں تو کسو کے ہاتھ بھی ہرگز رفو نہ ہو

اے درد زنگِ صورت اگر اسمیں جا کرے
اہل صفا میں آئینۂ دل کو رو نہ ہو

## ۱۶

اہلِ فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے
لوحِ مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے

فارغ ہو بیٹھ فکر سے دونوں جہان کے
خطرہ جو ہے سو آئینۂ دل پہ زنگ ہے

حیرت زدہ نہیں ہے فقط تو ہی آئینہ
یاں تک بھی جسکی آنکھ کھلی ہے سو دنگ ہے

اس ہستی خراب سے کیا کام تھا ہمیں
اے نشۂ ظہور یہ تیری ترنگ ہے

گلگیر مُنہ پسار نہ تو شمع کی طرف
اُسکی زبان ہی اُسے کام نہنگ ہے

عالم سے اختیار کی ہر چند صلحِ کل
پر اپنے ساتھ مجکو شب و روز جنگ ہے

نہین اسباب کچھ لازم سبکسارونکے اُٹھنے کو
گئی اُڑ دیکھتے اپنے بغیر از بال و پر شبنم

نہ پایا جو گیا اس باغ سے ہرگز سراغ اُسکا
نہ پلٹی پھر صبا ایدھر نہ آئی پھر نظر شبنم

نہ سمجھا درد ہمنے بھید یان کی شادی و غم کا
سحر خندان ہے کیون روتی ہی کسکو یاد کر شبنم

۱۳

گلیم بخت سیہ سایہ دار رکھتے ہین
یہی بساط ہین ہم خاکسار رکھتے ہین

بسانِ کاغذ آتش زدہ مرے گلرو!
ترے جلے بھنے اور ہی بہار رکھتے ہین

بلا ہے نشۂ دنیا کہ تا قیامت آہ !
سب اہلِ قبر اسی کا خمار رکھتے ہین

جہان کے باغ سے ہم دل سو نہ پھل پایا
فقط یہی ثمرِ داغدار رکھتے ہین

ہمارے پاس ہے کیا جو فدا کرین تجھپر؟
مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں

فلک سمجھ تو سہی ہمسے اور گلوگیری
یہ ایک جیب ہے سو تار تار رکھتے ہیں

نہ برق ہیں نہ شرر ہم نہ شعلہ نے سیلاب
وہ کچھ ہیں پر کہ سدا اضطراب رکھتے ہیں

جنھونکے دلمیں جگہ کی ہے نقش عبرت نے
سدا نظر میں وہ لوحِ مزار رکھتے ہیں

وہ زندگی کی طرح ایکدم نہیں رہتا
اگرچہ درد اُسے ہم ہزار رکھتے ہیں

۱۴

مژگان تر ہوں یا رگِ تاکِ بریدہ ہوں
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی
افتادہ ہوں پہ سایۂ قدِ کشیدہ ہوں

ہر شام مثل شام ہوں میں تیرہ روزگار
ہر صبح مثل صبح گریباں دریدہ ہوں

کرتی ہے بو سے گل تو میرے ساتھ اختلاط
پر آہ میں تو موج نسیمِ وزیدہ ہوں

یہ چاہتی ہے تو تپشِ دل کہ بعدِ مرگ
کنجِ مزار میں بھی نہ میں آرمیدہ ہوں

اے درد جا چکا ہے مرا کام ضبط سے
میں غمزدہ تو قطرۂ اشک چکیدہ ہوں

جواب رخِ یار تھے آپ ہی ہم
کھلی آنکھ جب کوئی پروانہ دیکھا

شب و روز اے درد درپے ہوں اُسکے
کسو نے جسے یاں نہ سمجھا نہ دیکھا

۹

جوں نورِ نظر ترا تصور
تھا پیش نظر جدھر گئے ہم

جز اہلِ صفا بتا تو جوں عکس
اے آئینہ کسکے گھر گئے ہم؟

کس نے یہ ہمیں بھلا دیا ہے؟
معلوم نہیں کدھر گئے ہم

تھا عالمِ جبر کیا بتاویں
کس طور سے زیست کر گئے ہم؟

جس طرح ہوا اُسی طرح سے
پیمانۂ عمر بھر گئے ہم

افسوس کہ درد اسکو جب تک
ہووے ہے خبر گذر گئے ہم

۱۰

کچھ لائے نہ تھے کہ کھو گئے ہم
تھے آپ ہی ایک سو گئے ہم

جوں آئینہ جس پہ یاں نظر کی
ساتھ اپنے دوچار ہو گئے ہم

ماتم کدۂ جہاں میں جوں ابر
اپنے تئیں آپ رو گئے ہم

ہستی نے تو ٹک جگا دیا تھا
پھر کھلتے ہی آنکھ سو گئے ہم

یاروں ہی سے درد ہے یہ چرچا
پھر کوئی نہیں ہے جو گئے ہم

۱۱

چمن میں صبح یہ کہتی تھی ہو کر چشم تر شبنم
"بہارِ باغ تو یوں ہی رہی لیکن کدھر شبنم"

عرق کی بوند اُسکی زلف سے رخسار پر ٹپکی
تعجب کی ہے یہ جاگہ پڑی خورشید پر شبنم

ہمیں تو باغ تجھ بن خانۂ ماتم نظر آیا
اِدھر گُل پھاڑتے تھے جیب روتی تھی اُدھر شبنم

کرے ہے کچھ سے کچھ تاثیرِ صحبت صاف باطن کی
ہوئی آتش سے گل کے بیٹھتے رشکِ شرر شبنم

بھلا ٹک صبح ہونے دو اُسے بھی دیکھ لیوینگے
کسی عاشق کے رونے سے نہیں رکھتی خبر شبنم

میں جاتا ہوں دلکو ترے پاس چھوڑے
مری یاد تجھکو دلاتا رہیگا

گلی سے تری دلکو لے تو چلا ہوں
میں پہونچونگا جب تک یہ آتا رہیگا

جفا سے غرض امتحانِ وفا ہے
تو کہہ کب تلک آزماتا رہیگا؟

قفس میں کوئی تمسے لے ہمصفیرو
خبر گل کی ہم کو سناتا رہیگا

خفا ہوکے اے درد مر تو چلا تو
کہاں تک غم اپنا چھپاتا رہیگا؟

۷

دنیا میں کون کون نہ یکبار ہوگیا
پر منہ پھر اسطرف نہ کیا اُسنے جو گیا

پھرتی ہے میری خاک صبا در بدر لئے
اے چشمِ اشکبار! یہ کیا تجکو ہوگیا؟

آگاہ اس جہان سے نہیں غیر بیخبران
جاگا وہی اُدھر سے جو موند آنکھ سو گیا

طوفان نوح نے تو ڈبائی زمیں فقط
میں ننگِ خلق ساری خدائی ڈبو گیا

واعظ کسے ڈرائے ہے یوم الحساب سے؟
گریہ مرا تو نامۂ اعمال دھو گیا

پھوٹے گی اس زبان سے گلزار معرفت
یاں میں زمین شعر میں یہ تخم بو گیا

آیا نہ اعتدال پہ ہرگز مزاجِ دہر
میں گرچہ گرم و سردِ زمانہ سمو گیا

اے درد جسکی آنکھ کھلی اس جہاں میں
شبنم کی طرح جان کو اپنے وہ رو گیا

۸

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

مرا غنچۂ دل ہے وہ دل گرفتہ
کہ جسکو کسو نے کبھو وا نہ دیکھا

یگانہ ہے تو آہ بیگانگی میں
کوئی دوسرا اور ایسا نہ دیکھا

اذیت مصیبت ملامت بلائیں
ترے عشق میں ہمنے کیا کیا نہ دیکھا

کیا مجکو داغوں نے سروِ چراغاں
کبھو تو نے آکر تماشا نہ دیکھا

تغافل نے تیرے یہ کچھ دن دکھائے
ادھر تو نے لیکن نہ دیکھا نہ دیکھا

۳

اکسیر پر مہوس اتنا نہ ناز کرنا
بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا

کب دل ملے کسیکا ہم غنچہ دہنوں سے کھلکر؟
ہے اپنے دل سے لازم چون غنچہ ساز کرنا

اے آنسوؤ! نہ آوے کچھ دل کی بات منہ پر
لڑکے ہو تم۔کہیں مت افشاے راز کرنا

تواپنے ہاتھوں آپ ہی پڑتا ہے تفرقہ میں
اے امتیاز نادان ٹک امتیاز کرنا

ہم جانتے نہیں ہیں اے درد کیا ہے کعبہ؟
جیدھر ملے وہ ابرو اودھر نماز کرنا

۴

مثلِ نگیں جو ہمسے ہوا کام رہ گیا
ہم روسیاہ جاتے رہے نام رہ گیا

یارب! یہ دل ہے یا کوئی مہمانسرائے ہے؟
غم رہ گیا کبھو کبھو آرام رہ گیا

ساقی! مرے بھی دل کیطرف ٹک نگاہ کر!
لب تشنہ تیری بزم میں یہ جام رہ گیا

سو بار سوز دل نے ہے دی آگ پر ہنوز
دل وہ کباب ہے کہ جگر خام رہ گیا

ہم کب کے چل بسے تھے یہ اے فرد ۂ وصال!
کچھ آج ہوتے ہوتے سرانجام رہ گیا

ازبسکہ ہم نے حرف دوئی کا اٹھا دیا
اے درد اپنے وقت میں ابہام رہ گیا

۵

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
توہی آیا نظر جدھر دیکھا

جان سے ہوگئے بدن خالی
جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا

نالہ فریاد آہ اور زاری
آپ سے ہوسکا۔سو کر دیکھا

اُن لبوں نے نہ کی مسیحائی
ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

زور عاشق مزاج ہے کوئی
درد کو قصہ مختصر دیکھا

۶

اگر یوں ہی یہ دل ستاتا رہیگا
تو اک دن مرا جی ہی جاتا رہیگا

نہایت معزز اور معظم تھا۔ علوم رسمی سے آگاہ تھے +

انکا دیوان اُردو مختصر ہے + سوا غزلیات اور ترجیع بند اور رباعیوں کے اور کچھ نہین + قصائد و مثنوی وغیرہ کہ عادت شعراکی ہے + انھوں نے نہیں لکھی + باوجود اسکے سودا اور میر تقی کی غزلوں پر جو غزلیں لکھی ہیں ہرگز اُن سے کم نہیں +

تصنیف کا شوق طبیعت میں خداداد تھا + علم تصوف میں بہت سے رسالے اور بڑی بڑی کتابیں اُن کی یادگار ہیں۔ ان کی غزل، شعر و شعر کی ہوتی ہے۔ مگر انتخاب ہوتی ہے + خصوصًا چھوٹی چھوٹی بحروں میں۔ جو اکثر غزلیں کہتے تھے + گویا تلواروں کی آبداری نشتر میں بھر دیتے تھے + خیالات انکے سنجیدہ اور متین تھے کسی کی ہجو سے سودا کی طرح اِنکی زبان آلودہ نہیں ہوئی + تصوف جیسا انھوں نے کہا۔ اُردو میں آجتک کسی سے نہیں ہوا +

خواجہ صاحب ۲۴ صفر یوم جمعہ ۱۱۹۹ھ ۶۸ برس کی عمر میں شہر دہلی میں فوت ہوئے + کسی مرید با اعتقاد نے تاریخ کہی۔ ع "حیف دنیا سے سدھارا وہ خدا کا محبوب" +

## غزلیات

| | |
|---|---|
| مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا؟ | حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا |
| اُس مسندِ عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے | کیا تاب گذر ہووے تعقل کے قدم کا؟ |
| بستے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن | آباد تجھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا |
| ہے خوف اگر جی میں۔ تو ہے تیرے غضب سے | اور دل میں بھروسا ہے۔ تو ہے تیرے کرم کا |
| مانند حباب آنکھ تو اے درد کھُلی تھی | کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا |

۲

| | |
|---|---|
| مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا | ہم سبھی مہمان تھے واں تو ہی صاحبخانہ تھا |
| وائے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا | خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا |
| حیف کہتے ہیں ہوا گلزار تاراجِ خزاں | آشنا اپنا بھی واں اک سبزۂ بیگانہ تھا |
| ہو گیا مہماں سرائے کثرتِ موہوم آہ | وہ دل خالی جو تیرا خاص خلوتخانہ تھا |

بھول جا خوش رہ عبث وہ سابقے مت یاد کرا
درد یہ مذکور کیا ہے؟ آشنا تھا یا نہ تھا

شاہاں سے سوال اپنا رعونت شکنی ہے — کو بن تلک ورنہ ہے پیشِ فقرا ہیچ

**۵**

دل نا آشنا ہے نالہ سے صد رہ جرس بہتر — نہو مژگان جو خوں آغشتہ اُنسے خار و خس بہتر
نہ دیکھی خوشدلی جز یک تبسم ہمنے غنچے میں — ہوا سے اس چمن کے ہے دلا ترکِ ہوس بہتر
وفائے گل میں - سے چشمِ مروت باغباں سے ہے — نکل بلبل اکہ ہے اس باغ سے کنجِ قفس بہتر
نظر میں اُنکے جنکو دولت استغنائی بخشی ہے — مگس سے ہے ہما بہتر ہما سے ہے مگس بہتر
بلند آتش جہاں ہووے ہوائے جنبشِ لب سے — تو اپنی فہمِ ناقص میں ہے واں ضبطِ نفس بہتر
بگردِ دل ہے طوفِ کعبہ سے نزد اپنے اے منعم — بسانِ دانہ ہائے سبحہ پھرنا پیش و پس بہتر
کہے ہے دیکھکر شانے کو یہ سودائے دیوانہ — شبِ تاریک میں تنہا نہیں گشت العسس بہتر

**۶**

جاتے ہیں لوگ قافلہ کے پیش و پس چلے — دُنیا عجب سرا ہے جہاں آکے بس چلے
یو صبا اسلام ہمارا بہار سے — ہم تو چمن کو چھوڑکے سوئے قفس چلے
ے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ — جمعیتِ دلی یہ ترے پھول ہنس چلے
ترے سخن کو میں بسر و چشم ناصحا! — مانوں ہزار بار اگر دل سے بس چلے
نکلا جو دسے نالہ۔ تو سینے سے دوڑے اشک — سن مردمانِ قافلہ بانگِ جرس چلے
صیاد اب تو کیجے قفس سے ہمیں رہا — ظالم پھڑک پھڑک کے پروبال گھس چلے
کام اُس گلی میں سر سے یہ سودا گذر چکا — کیا تاب اِک قدم جو اُدھر بوالہوس چلے

## خواجہ میر درد

**پیدائش دہلی سنہ ۱۱۳۳ھ** — **وفات دہلی سنہ ۱۱۹۹ھ**

درد تخلص۔ خواجہ میر نام۔ زبان اُردو کے چار رکنوں میں سے ایک رکن ہیں۔ خواجہ محمد ناصر عندلیب ان کے باپ تھے۔ اور شاہ گلشن صاحب سے نسبت ارادت رکھتے تھے خاندان انکا دلی میں بباعث پیری و مریدی کے

کرتا ہوں سیر جب سے باغِ جہاں بنایا
کیا جانے گل خدا نے تجھ سا کہاں بنایا؟

اک نام تو سنا ہے۔ دیکھا نہیں کسو نے
حق ہے نشان عنقا تیرا دہاں بنایا

جتنے ہیں خوبرویاں سب دلستاں ہیں لیکن
اللہ نے تجھی کو اک جاں ستاں بنایا

جنیں دوم کو اوّل بزاز کھولتا ہے
یوسف سے تو بہا میں تجھ کو گراں بنایا

صدقے میں تیرے یارب ہم سوں کو کر کے پیدا
گلے کا آپ کو تئیں اک پاسباں بنایا

دیر و حرم کو دیکھا۔ اللہ رے فضولی!
یہ کیا ضرور تھا جب دل کا مکاں بنایا

تو مت پکار اُسکو اے باغباں! کہ ہمنے
نزدیک آتشِ گُل آپ آشیاں بنایا

عالم کے قمری آسا ہے طوق بندگی کا
قامت کو تیرے جب سے سروِ رواں بنایا

اکثر نشاں بنے ہیں عالم میں نام خاطر
تو نے سخن کو سودا اپنا نشاں بنایا

۳

اعمال سے میں اپنے بہت بے خبر چلا
آیا تھا آہ کس لئے اور کیا میں کر چلا

ہے فکرِ وصل صبح۔ تو اندوہِ ہجر شام
اس روز و شب کے دھندے میں میں اب تو مر چلا

مجلس سے مجھکو اُٹھتے جلیسوں کے سامنے
عزت کبھو نہ دی یہ کہ پوچھے کدھر چلا؟

کیا اس چمن میں آن کے بیٹھے گا کوئی؟
دامن کو میرے سامنے گل جھاڑ کر چلا

۴

سیرِ چمن عمر جو کی ہم نے تو کیا ہیچ؟
رنگیں ہے جوانی کا گل اسمیں سو بقا ہیچ

شیشے کو بھی توڑو تو نکلتی ہے اک آواز
عاشق ہی کا وہ دل ہے کہ ٹوٹے تو صدا ہیچ

اسبابِ جہاں دل نے کیا جب نظر انداز
پوچھا جو میں کیا دیکھے ہے دیوانے کہا "ہیچ"

اس جامہ پہ اتنا نہ اُبھر بلبلے کی طرح
جامہ یہ تیرا پوچ ہے تو غنچہ ہوا ہیچ

کیا قافلۂ عمر سبک رو ہے کہ جس میں
جا ہے جو سنے سامعہ آوازِ درا ہیچ

## مطلع ثانی

عجب ناداں ہیں جنکو ہے عجب تاجِ سلطانی ا
فلک بالِ ہما کو پل میں سونپے ہے مگس رانی

نہیں معلوم اُن نے خاک میں کیا کیا ملا دیکھا
کہ چشمِ نقشِ پا سے تا عدم نکلی نہ حیرانی

ہماری آہ دل تیرا نہ نرماوے تو یا قسمت
وگرنہ دیکھ آئینہ کو پتھر ہوگئے پانی

تیری زلفوں سے اپنی روسیاہی کہہ نہیں سکتا
کہ ہے جمعیتِ خاطر مجھے اُن کی پریشانی

زمانہ میں نہیں کھلتا ہے کارِ بستہ حیراں ہوں
گرہ غنچے کی کھولے ہے صبا کیونکر بآسانی

جنوں کے ہاتھ سے سر تا قدم کاہیدہ اتنا ہوں
کہ اعضا دیدۂ زنجیر کی کرتے ہیں مژگانی

نہ رکھا جگ میں رسم دوستی اندوہِ روزی نے
مگر زانو سے اب باقی رہا ہے ربطِ پیشانی

سیہ بختی تمہاری اے سودا نہیں طولِ امل لازم
نمط خامے کی سر کٹوائیگی ایسی زباں دانی

سمجھ اے ناقباحت فہم اک تک یہ بیاں ہوگا
ادائے چینِ پیشانی و لطفِ زلفِ طولانی

خدا کے واسطے باز آ تو اب ملنے سے خوباں کے
نہیں ہے اُن سے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی

نظر رکھنے سے حاصل اُنکے چشم و زلف کے اوپر
مگر بیمار ہووے ضعف یا کھینچے پریشانی

## غزلیات

مقدور نہیں اُسکی تجلّی کے بیاں کا
جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا

پردے کو تعین کے در دل سے اُٹھا دے
کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا

ٹک دیکھ صنم خانۂ عشق آنکے اے شیخ
جوں شمعِ حرم رنگ جھلکتا ہے بتاں کا

اِس گلشنِ ہستی میں عجب دید ہے۔ لیکن
جب چشم کھلی گُل کی تو موسم ہے خزاں کا

دکھلائیے لیجا کے تجھے مصر کا بازار
لیکن نہیں خواہاں کوئی واں جنسِ گراں کا

سودا جو کبھی گوش سے ہمت کے سنے تو
مضموں یہی ہے جرسِ دل کی فغاں کا

ہستی سے عدم تک نفسِ چند کی ہے راہ
دُنیا سے گذرنا سفر ایسا ہے کہاں کا؟

فیضِ تاثیر ہوا یہ ہے کہ اب حنظل سے
شہد ٹپکے جو لگے نشترِ زنبورِ عسل

دانہ جس شور زمیں میں نہ پھلا دہقاں سے
سبز واں دانۂ شبنم سے ہُوا ہے جنگل

کِشت کرنے میں ہر اک تخم سے از فیضِ ہوا
گرتے گرتے بزمیں برگ و بر آتا ہے نخل

جوہری کو چمنستانِ جہاں میں اس فصل
آگیا لعل زمرد کے پرکھنے میں خلل

تا کجا شرح کروں میں کہ بقولِ عُرفی
اخگر از فیضِ ہوا سبز شود در منقل

## قصیدہ ۔ ۲

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

ہنر پیدا اگر اول ترک کیجو تب لباس اپنا
نہ ہو جوں تیغ بے جوہر وگرنہ ننگِ عریانی

فراہم زر کا کرنا باعثِ اندوہ دل ہووے
نہیں کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جز پریشانی

خوشامد کب کریں عالی طبیعت اہلِ دولت کی؟
نہ جھاڑے آستینِ کہکشاں شاہوں کی پیشانی

عروجِ دستِ ہمت کو نہیں ہے قدر بیش و کم
سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہے زرافشانی

کرے ہے کلفتِ ایام ضائع قدر مردوں کی
ہوئی جب تیغ زنگ آلودہ کم جاتی ہے پہچانی

اکیلا ہو کے رہ دنیا میں گر چاہے بہت جینا
ہوئی ہے فیض تنہائی سے عمرِ خضر طولانی

اذیت وصل میں دونی جدائی سے ہو عاشق کو
بہت رہتا ہے نالاں فصلِ گل میں مُرغِ بستانی

موقر جان اربابِ ہنر کو بے لباسی میں
کہ ہو جو تیغ با جوہر اُسے عزت ہے عُریانی

برنگِ کوہ رہ خاموش حرفِ ناسزا سن کر
کہ تا بدگو صدائے غیب سے کھینچے پشیمانی

یہ روشن ہے برنگِ شمع ربطِ باد و آتش سے
موافق گر نہ ہووے دوست ہے وہ دشمنِ جانی

نہیں غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا
نفس جب تک ہے داغِ دل ہے فرصت کیونکہ ہو پانی

کرے ہے دہر زینت ظالمونہر تیرہ روزی کو
کہ زیبِ ترکِ چشمِ یار سرمہ ہے صفاہانی

طلوعِ مہر ہو پامال حسرت آسماں اوپر
لکھوں گا پھر غزل اک اس زمیں میں مطلعِ ثانی

عکس گلبن یہ زمیں پر ہے کہ جسکے آگے — کارِ نقاشیِ مانی ہے دوم وہ اوّل
تارِ بارش میں پروتے ہیں گہر ہائے تگرگ — بار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل
بارسے آبِ رواں عکس ہجومِ گُل کے — لوٹتے ہے سبزہ یہ ازبس کہ ہوا ہے بیکل
شاخ میں گُل کے نزاکت یہ بہم ہے پہونچی — شمع ساں گرمیِ نظارہ سے جاتی ہے پگھل
جوشِ روئیدگیِ خاک سے کچھ دور نہیں — شاخ میں گاوِ زمیں کے بھی جو پھوٹے کونپل
دمِ عیسیٰ سے فزوں فیضِ ہوا ہے یاں تک — دین میں قسمِ جمادات سے شاید ہو خلل
فکر رہتی ہے مجھے یہ کہ زباں سے اپنے — کہیں دعوائے خدائی نہ کریں لات وہبل
حدِ ایام کی بیشی از مددِ نامیہ سے — بچۂ مرغ چمن تخم سے آتا ہے نکل
سبز ہوتا ہے فصیحی کے سبب سے ہر بار — جو زباں سے سخن اب طوطی کے آتا ہے نکل
دستِ گل خوردہ شاخِ گُل و گلزار ہم — بجہاں نشو و نما کرنے میں ہیں ضرب مثل
غنچہ پر کچھ نہیں موقوف عجب فصل ہے یہ — گل بہم پہونچے ہے عقدہ ہو کسی طرح کا حل
آوے ہے اُنکے نظر لاکھ طرح کا وہ پھول — اُن گلوں جھٹ جو نگہہ کے ہیں سدا مستعمل
یاسمن رنگ جو رکھتی ہے خزاں سے مانا — چاہتی ہے بسماجت کرے سبزے سے بدل
چشم نرگس کی بصارت کے زبس ہے درپے — غنچۂ لالہ نے سرمہ سے بھری ہے مکحل
اسقدر محوِ تماشا ہے کہ نرگس کی طرح — چشم سا رگلستاں میں جھپکتی نہیں پل
آب جو گردِ چمن لمعۂ خورشید سے ہے — خط گلزار کے صفحہ یہ طلائی جدول
سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر ایک گل پر — ساغرِ لعل میں جوں کیجے زمرد کو حل
رنگ نے رتبۂ آئینہ کیا ہے پیدا — تیغ کہسار ہوئی بس کہ ہوا سے صیقل
برگ برگِ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہے — گل کو دیکھو تو نگہہ جا رہے سنبل یہ پھسل
لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہے خیاباں میں نسیم — پانوں رکھتی ہے صبا صحن میں گلشن کے سنبھل
اتنی ہے کثرتِ لغزش بزمین ہر باغ — جو ثمر شاخ سے اُترا سو گرا سر کے بل

انکے بیٹے نواب آصف الدولہ نے چھ ہزار روپیہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور نہایت عزت سے انکو رکھا۔
تقریباً ۷۰ برس کی عمر میں ۱۱۹۵ھ میں وہیں انتقال کیا +

سودا۔ اُردو کے مسلم الثبوت استاد ہیں + انھوں نے تقریباً تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے مگر اُردو میں قصائد کا کہنا۔ اور پھر اس دھوم دھام سے۔ اعلیٰ درجہ فصاحت و بلاغت پر پہونچانا انکا پہلا فخر ہے۔ وہ اس میدان میں فارسی کے نامی شہسواروں کے ساتھ عنان در عنان ہی نہیں گئے۔ بلکہ اکثر میدانوں میں آگے نکل گئے ہیں۔ انکے کلام کا زور و شور انوری اور خاقانی کو دباتا ہے۔ اور نزاکت مضمون میں عرفی و ظہوری کو شرماتا ہے

**مرزا کے کلام کے خصوصیات**۔ زبان پر حاکمانہ قدرت رکھتے ہیں۔ کلام کا زور مضمون کی نزاکت سے ایسا دست و گریبان ہے۔ جیسے آگ کے شعلہ میں گرمی اور روشنی + بندش کی چستی اور ترکیب کی بستی لفظوں کو اس وزن و نسبت کے ساتھ پہلو بہ پہلو جڑتے ہیں۔ گویا ولایتی طپنچہ کی چانبیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اور یہ خاص انکا حصہ ہے + خیالات نازک اور مضامین تازہ باندھتے ہیں و تشبیہ اور استعارے بھی انکے کلام میں ہیں۔ مگر اتنے جیسا کھانے میں نمک۔ انکی طبیعت ایک ڈھنگ کی پابند نہ تھی۔ نئے نئے خیال اور قافیے جس پہلو سے جمتے دیکھتے جما دیتے تھے + جن اشخاص نے زبان اُردو کو پاک صاف کیا ہے۔ مرزا کا انمیں پہلا نمبر ہے + انہوں نے فارسی محاوروں کو بھاشا میں کھپا کر ایسا ایک کیا ہے۔ جو کہیں سے جدا نہیں معلوم ہوتے + ہندی زبان کو فارسی محاوروں اور استعاروں نے نہایت زور بخشا ہے انھیں کا زور طبع تھا۔ کہ جسکی نزاکت سے دو زبانیں ترکیب پاکر تیسری زبان پیدا ہو گئی۔ اور ایسی قبولیتِ عام حاصل ہوئی۔ کہ آیندہ کے لئے وہ ہی ہندوستان کی زبان ٹھہری۔ جس نے حکام کے درباروں اور علوم کے خزانوں پر قبضہ کر لیا۔

مرزا قصیدے کے بادشاہ ہیں۔ مگر غزل میں میر کے برابر سوز و گداز نہیں۔ تصوف انکا حصہ نہیں۔ وہ میر درد کے حصہ کا مضمون ہے +

## قصیدہ ۱۔ بہاریہ

اُٹھ گیا بہمن و دی کا چمنستاں سے عمل
تیغ اردی نے کیا ملکِ خزاں مستاصل

سجدۂ شکر میں ہے شاخِ ثمردار ہر ایک
دیکھکر باغِ جہاں میں کرمِ عز و جل

قوتِ نامیہ لیتی ہے نباتات کا عرض
ڈال سے پات تلک پھول سے لیکر تا پھل

واسطے خلعتِ نوروز کے ہر باغ کے بیچ
آبِ جو قطع لگے کرنے روش پر مخمل

بنتی ہے گلِ نورستہ کی رنگ آمیزی
پوششِ چھیٹ قلمکار ہر دشت و جبل

# مرزا محمد رفیع سودا

پیدایش دلی ۱۱۲۵ھ — وفات لکھنؤ ۱۱۹۵ھ

سودا۔ تخلص۔ مرزا محمد رفیع نام۔ شہر دلی کو انکے کمال سے فخر تھا۔ انکے باپ مرزا محمد شفیع میرزایانِ کابل سے تھے+ بزرگوں کا پیشہ سپہگری تھا+ مرزا محمد شفیع بطریق تجارت وارد ہندوستان ہوئے ہند کی خاک دامنگیر نے ایسے قدم پکڑے کہ یہیں رہے+

سودا ۱۱۲۵ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں پرورش اور تربیت پائی+ کابلی دروازہ کے علاقے میں انکا گھر تھا+ بموجب رسم زمانہ پہلے سلیمان قلی خاں وداد کے۔ پھر شاہ حاتم کے شاگرد ہوئے۔ خان آرزو کے شاگرد نہ تھے۔ مگر انکی صحبت سے فائدے بہت حاصل کئے۔ چنانچہ پہلے فارسی شعر کہا کرتے تھے۔ خان آرزو کے فمایش سے اردو زبان میں شعر کہنے لگے۔ طبیعت کی مناسبت اور مشق کی کثرت سے دلی جیسے شہر میں انکی استادی نے خاص و عام سے اقرار لیا۔ کہ انکے سامنے ہی انکی غزلیں گھر گھر اور کوچہ و بازار میں خاص و عام کی زبانوں پر جاری تھیں+

جب کلام کا شہرہ عالمگیر ہوا۔ تو شاہ عالم بادشاہ اپنا کلام اصلاح کے لئے دینے لگے+ مرزا بڑے نازک مزاج اور نہایت غیور تھے+ ایک دن کسی بات پر بادشاہ سے ناراض ہوگئے+ ہر چند بادشاہ نے بلوایا۔ نہ گئے دلی کے اکثر امرا خصوصاً مہربان خان و بسنت خان انکی بڑی قدر کرتے تھے+ فارغ البالی سے بسر ہوتی تھی+

جب انکے کلام کا شہرہ لکھنؤ تک پہونچا۔ تو نواب شجاع الدولہ نے کمال اشتیاق سے خط لکھکر خرچ سفر بھیجا۔ اور طلب کیا+ انھیں دلی چھوڑنا گوارا نہ ہوا+ جواب میں فقط اس رباعی پر حسن معذرت کو ختم کیا+

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک — آوارہ ازیں کوچہ بآں کو کب تک
حاصل یہی اس سے کہ دنیا ہووے — بالفرض ہوا یوں بھی تو پھر تو کب تک

کئی برس کے بعد۔ وہ قدردان مر گئے+ زمانے بدل گئے+ سودا بہت گھبرائے+ ساٹھ پینسٹھ برس کی عمر میں انکو دلی چھوڑنا پڑا+ چند روز فرخ آباد میں نواب بنگش کے پاس رہے+ وہاں سے لکھنؤ پہونچے+ نواب شجاع الدولہ کی ملازمت حاصل کی+ وہ بہت اعزاز سے ملے۔ اور انکے آنے پر کمال خورسندی ظاہر کی۔ لیکن یا تو بے تکلفی سے یا طنز سے۔ اتنا کہا کہ "مرزا وہ رباعی تمہاری ابتک میرے دل پر نقش ہے" اور اسی کو مکرر پڑھا+ انھیں یہ حال بہت ناگوار ہوا+ اور بپاس وضعداری پھر دربار نہ گئے۔ یہانتک کہ شجاع الدولہ مر گئے نواب شجاع الدولہ کے بعد

چھینٹین پڑی ہوئی تھین - اور گھٹے پڑی ہوئی پیشانیون پر کلنگ کا ٹیکا چمک رہا تھا + افعال گذشتہ کا تاسف اور اعمال کی پشیمانی چارون طرف سے گھیرے ہوئے تھی + سر سے پیر تک عرق خجالت مین ڈوبے ہوئے تھے + آسمان پر نگاہ تھی - اور لب پر اللہ ہی اللہ تھا +

ایک گروہ دیکھا + قویٰ بالکل بیکار ہوگئے تھے + منہ سے بات نہ نکلتی تھی + سر پر موت منڈلا رہی تھی - مگر حسرت و ارمان دونون طرف مورچھل ہلا رہے تھے + انقلاب زمانہ نے اُنکی صورتین بگاڑ دی تھین + دُنیا اُن سے بھاگ رہی تھی - اور وہ دُنیا کو لپیٹ رہے تھے +

ایک جمِ غفیر عورتون کا ایسا ملا - کہ اس کبرسنی مین بھی جبکہ قبرون مین پاؤن لٹکائے بیٹھی تھین - اپنی نمائش ظاہری سے فرصت نہ تھی + بغض و حسد کا کاجل آنکھون مین پھیلا ہوا تھا + نخوت و غیبت کے تیل سے سر گندھے ہوے - کذب و افترا کا زیور پہنے ہوئے - نافرمانی کا جھومر لگا ہوا - مکر و فریب کا تکیہ لگائے ہوئے - حیات ابدی کا پٹہ لکھائے ہوئے - تن تن کر اپنے حسن صورت کو دیکھہ رہی تھین + ایک شخص کو دیکھا + آنکھون سے اندھا - ہاتھون سے لولا - پاؤن سے لنگڑا - منہ مین دانت نہین - پیٹ مین آنت نہین - ڈاڑھی سفید بگلے کا پر - پلکین روئی کا گالا + ایک درخت کے نیچے کھڑا ایاج کے ٹوٹے کو رو رہا تھا +

اس سے ملی ہوئی سرحد عدم آباد تھی جس کی پختہ سنگین فصیل آسمان سے باتین کر رہی تھی - بلندی کا یہ حال تھا - کہ پرندہ بھی پر نہ مار سکتا تھا + وسعت و رفعت کی یہ کیفیت تھی کہ اندر کی آواز باہر نہ آتی تھی - مسافرون کو لوگ پھاٹک تک پہونچا سکتے تھے - آگے کا کچھہ حال معلوم نہ ہوسکتا تھا - دروازے پر ایک تختی لگی ہوئی تھی - جسپر لکھا ہوا تھا " مبارک ہین وہ لوگ جو اپنا سفر نیکنامی کے ساتھہ پورا کرکے آئے ہین "

رہے رہا تھا۔ لوگ کشتیون مین مبٹھہ بیٹھہ کر پار اُترنے کی کوشش کر رہے تھے۔ موجون کے تھپیڑے۔ پانی کے گرداب۔ پہاڑون کی چٹانین۔ بادِ مخالف کے جھوکے۔ دھارے کے سامنے بھی مشکل سے آنے دیتے تھے۔ غفلت و لاپروائی کے ناخدا جب کسی بلا کا سامنا ہوتا۔ ہاتھہ پر ہاتھہ رکھکر بیٹھہ جاتے مسافرون کی آنکھون پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے ساتھہ کی کشتیان برابر ڈوبتی چلی جاتی تھین اور اپنی بربادی کا خیال بھول کر نہ آتا تھا۔ حیات ابدی کا تکیہ لگائے ہوئے ہوس ذرون کے میٹھے ترانے سنتے چلے جاتے تھے۔ اختتام سفر کا کوئی وقت معین نہ تھا۔ زندگی کے تمام سامان کشتیون مین موجود تھے۔ اور دنیا بھر کے کاروبار پانی مین ہو رہے تھے۔ عاقبت اندیشی کا گذر نہ تھا۔ انجام پر نظر نہ تھی۔ غرور کا سودا دماغون مین سمایا ہوا تھا۔ طمع زردست شفقت پھیر رہی تھی۔ ذرائع ناجائز کو دین لوٹ رہے تھے۔ بے ایمانی کی گھٹا سرون پر چھائی ہوئی تھی۔ نام و نمود کے کہرے نے کوسون تک تیرہ و تار کر رکھا تھا۔ ناپائداری دنیا کا ابر تلا ہوا سرون پر گھر اٹھا۔ مگر ہٹ دھرمی اور خودپسندی کی خوبصورت دیبیان آنکھہ اٹھانیکی مہلت نہ دیتی تھین۔ ریاکاری کا تلاطم برپا تھا۔ مکروفریب کے گھڑیال منہ کھولے بیٹھے تھے۔ اتلاف حقوق کے بھنور جابجا پڑے تھے۔ مگر یہ امید کے بندے "ہمچو من دیگرے نیست" کے نعرے مار رہے تھے۔

گناہ اور قصور کے اونچے اونچے پہاڑ پرا جائے کھڑے تھے۔ قطب نما اور دوربینین خاک کام کرتی تھین ہیاپ کی ناؤ ٹکر کھا کے بیچ منجدھار مین ڈوبتی تھی۔ ساتھہ کی کشتیون کو ڈوبتا دیکھہ کر بھی باقیماندہ ہمسفر احتیاط نہ کرتے تھے۔ ہر شخص یہ سمجھتا تھا۔ کہ جو ڈوبا۔ وہ اسی نتیجے کا سزاوار تھا مجھکو کوئی کھٹکا نہین۔ دوسری کشتیون کی تباہی دیکھہ کر ہنستے تھے۔ اور جب اپنے اوپر آ کر پڑتی تھی۔ تو چیخنے جاتے تھے۔ اور ڈوبتے جاتے تھے۔

دریاے انحطاط مین ایک جزیرہ نظر آیا "جزیرۂ ندامت" چند نیک سیرت۔ بزرگ صورت پھوس کی جھونپڑیان ڈالے ہوئے سرنگون بیٹھے تھے۔ اُنھی سپید ڈاڑھیان اُنکے چہرون پر نور برسا رہی تھین۔ فضیلت کے بڑے بڑے عمامے سر سے بندھے ہوئے تھے مگر نتنہ پردازی

خود غرضی کا جال ایک طرف بچھا ہوا تھا۔ علائق کی زنجیرین دوسری طرف پڑی ہوئی تھین غرض ازابتدا تا انتہا چمنستان اور بارہ دری ایک سانچا تھا۔ کہ مسافر کو ڈھالا۔ اور دوسرے طرف پھینکدیا + گرفتاران بلا ہاتھہ مین ہتھکڑیان پاؤن مین بیڑیان جکڑے ہوئے اور گسے ہوئے دھکے کھا کھا کر باہر نکلے تھے + زمانہ گذشتہ کی یادگار دو چار کلنگ کے ٹیکے دس پانچ بدنامیون کے تمغے باقی رہ جاتے تھے + گناہون کی بھاری گٹھری سر پر ہوتی تھی۔ مُڑ مُڑ کر دیکھتے جاتے تھے۔ مگر جو قدم اُٹھتا تھا۔ پھر پلٹ نہین سکتا تھا +

یہ لوگ اپنے پاؤن مین کلہاڑیان مارتے تھے۔ ورنہ خود چمنستان شباب کے واقعات اگر چشم بصیرت سے دیکھتے۔ اور تامل صحیح کرتے۔ تو اصلاح کو کافی تھے۔ بیمار پڑے ہوے کراہ رہے تھے مصیبت زدہ چیخ چلا رہے تھے + قبرستان قبرون سے۔ اور مرگھٹ کھوپڑیون اور ہڈیون سے پٹ رہے تھے + کوئی مان کے غم مین سوگوار تھا۔ کوئی باپ کے رنج مین بیقرار + کسی کی بہن چھٹ رہی تھی۔ کسی کا بھائی جدا ہو رہا تھا۔ ایک جوان بیٹی کو رو رہا تھا۔ دوسرا بیٹے پر جان کھو رہا تھا + کوئی رو رہا تھا۔ کوئی ہنس رہا تھا + کہین پیدائش۔ کہین موت + کہین چھٹی۔ کہین برات کہین دن کہین رات۔ زمین سے لیکر آسمان تک ہر چیز رنج مین ڈوبی ہوئی + مرد مغموم۔ عورتین متفکر غرض جو تھا۔ بڈھا ہو یا جوان حیران و پریشان۔ عظیم الشان محل ویران پڑے تھے + سنگین و پختہ عمارتین سنسان کھڑی تھین + آبادی بیشمار تھی۔ مگر ہر ایک اپنے دُکھ درد مین گرفتار تھا۔ بہت سے ایسے بھی تھے جنکو خدا نے ہر اعتبار سے مالا مال کر رکھا تھا + عنایت ایزدی شامل حال تھی + صاحب اولاد فارغ البال تھے مگر غور سے دیکھا تو رنج و آفات مین بال بال جکڑے ہوئے تھے + ساہلت و غفلت کی انگلیان اُنکے کانون مین ٹھسی ہوئی تھین۔ اور طمع و حرص کے پردے آنکھون پر پڑے ہوئے تھے +

## عالمِ ضعیفی یا دریاے انحطاط

چمنستان شباب کے اُس کنارے پر حیات آباد سے ملا ہوا دریاے انحطاط لہرین

جواہرات مین ڈوبی زرق برق لباس سے آراستہ پیراستہ اِدھر اُدھر پھیر رہی ہین +
سرائے طفولیت کے طرف سے مسافر بھاگے دوڑے چلے آرہے تھے۔ اور چمنستان شباب
کے اسباب دیکھ کر اسطرح دلدادہ ہوتے تھے۔ کہ گویا اب تمام عمر بہ فرحت و شگفتگی اُنکا ساتھ نہ چھوڑیگی
اس سرزمین کی ہر چیز مین کچھ ایسا مقناطیسی اثر تھا۔ کہ دل خود بخود کھنچا چلا جاتا تھا + دو چار
صورتین ایسی بھی دکھائی دین جنھون نے اس بات کا پتہ لگا لیا۔ کہ یہ دلفریب جلوے عارضی و فانی ہین
غور سے دیکھا۔ تو درحقیقت تمام چمنستان ایک جادو کا کارخانہ تھا + گلاب کے پودے کانٹون سے
پٹے پڑے تھے۔ چنبیلی کے پھولون مین شہد کی مکھیان چھپی بیٹھی تھین + بیلون مین سانپ بچھو لپٹے
ہوئے تھے + چشمون کا پانی دیکھنے مین صاف شفاف۔ مگر پینے مین زہر ہلاہل + چور۔ قزاق۔
گرہ کٹ۔ اٹھائی گیرے آنکھون کے سامنے پھر رہے تھے۔ اور اپنے فن کے ایسے کامل و ہوشیار۔ کہ
کیسا ہی تجربہ کار آدمی کیون نہ ہو۔ بات کی۔ اور گرفتار ہوا۔ نشے کا سا عالم تھا۔ جو نظر آیا۔ وہ بیخود
و سرشار۔ دیوارون پر خوبصورت تصویرین بنی ہوئی تھین۔ مگر تصویر ایک دام تزویر تھا + ذرا
آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ اور گلے کا ہار ہوئی + جو چیز تھی۔ دیکھنے مین کچھ برتنے مین کچھ + ہوا کے
خوشگوار جھوکون تک مین سمیت ملی ہوئی تھی + ذرا ہوا لگی۔ اور مسافر کچھ کا کچھ ہوا + باغ
کے اُس طرف ایک بیابان تھا + ڈھاکے کا جنگل کوسون دور چلا گیا تھا۔ جانور صحرائی ہر طرف بسے
ہوئے تھے + درندون کی خوفناک آواز سے رات کو تمام جنگل گونج جاتا تھا + بھیڑیے بسا اوقات
اندر گھس آتے تھے + شیرون کے منہ کو خون لگا ہوا تھا + چیتے ہر وقت تاک لگائے رہتے تھے۔ ہاتھیون
کا غول بارہا اِدھر سے اُدھر نکل جاتا تھا +

چمنستان شباب کے پانی مین خاص طور پر یہ تاثیر تھی۔ کہ مسافر اپنی اصلیت بھول
جاتا تھا۔ حرص و تمنا دامنگیر ہو جاتی تھی + خواہش و ارمان کا ہجوم ہو جاتا تھا + مزاج مین نخوت
آجاتی تھی۔ آنکھون پر غفلت کے پردے پڑ جاتے تھے + حسن و عشق کی تصویرین دلون کو مسخر
کر لیتی تھین + اتلافِ حقوق ظلم و تعدی عادت ہو جاتے تھے + خوفِ خدا غارت ہو جاتا تھا +

عاجز و لاچار تھے۔ اس منزل کا تمام زمانہ آزادانہ و بیباکانہ گذر گیا + ضرورت سے پہلے اور حاجت سے پیشتر ہر چیز تیار اور موجود + نہ کسی بات کا کھٹکا تھا۔ نہ کسی قسم کا خوف + نہ عزت کی خواہش تھی۔ نہ دولت کا ارمان + نہ نخوت کے اسباب۔ نہ غرور کا سامان۔ جو ملا کھالیا + جہان نیند آئی۔ وہان پڑرہے + طبیعت مین شر نہ تھا۔ اور دل مین فساد نہ تھا + "کیا ہوگا" کا فکر نہ تھا + کیا ہوگیا" یہ یاد نہ تھا + کوئی بات خلاف مزاج ہوئی۔ رودیے + کوئی چیز اچھی ہاتھ آگئی ہنس دیے + مگر طبیعتون مین قبولیت کا مادہ موجود تھا + جو سُنتے تھے۔ وہ کہتے تھے + جو دیکھتے تھے۔ وہ کرتے تھے + نتائج سفر کا دار و مدار اسی جگہ تھا۔ ذراسی لاپروائی بد سے بدتر بنا دیتی تھی +

# چمنستانِ شباب

چمنستان شباب کی سرحد مین داخل ہوتے ہی طبیعت خود بخود شگفتہ ہونے لگی + ہوا کے فرحت بخش جھونکے دل و دماغ کو تر و تازہ کرنے لگے + پھولون کی تیز اور مست خوشبو سے کوسون تک جنگل مہک رہا تھا + جوُن جوُن آگے بڑھتے گئے۔ دل مین اُمنگ اور خواہشین پیدا ہوتی گیئن + پاس پہونچکر دیکھا ایک خوشنما باغ دور تک چلا گیا ہے۔ دروازے لگے ہوئے ہین + چار دیواری کھینچی ہوئی ہے۔ مگر اندر جانے کے واسطے اجازت عام ہے + کسی قسم کی روک ٹوک نہین + آگے قدم بڑھایا + تمام عالم سرسبز شاداب نظر آیا + ہر قطعہ چمن بہشت برین بنا ہوا ہے + رنگ برنگ کے پھول کھل رہے ہین + خوشبودار تے ہوا اور ہواؤن نے باغ کو لہکار رکھا ہے + گلاب کے تختے پھیلے ہوئے ہین + میٹھے اور ٹھنڈے پانی کے چشمے بہ رہے ہین۔ بار آور درخت جھنڈ کے جھنڈ جھوم جھوم کر زمین کو چوم رہے ہین + طائران خوش الحان ڈالیون پر بیٹھے چہکار رہے ہین + ہرے بھرے درخت کھڑے لہلہا رہے ہین + پرند کلیلین کر رہے ہین۔ گملے قطار در قطار چلے گئے ہین + کیلے کی چھاؤن دور تک پھیلی ہوئی ہے + سنگ مرمر کے حوض بنے ہوئے ہین۔ رنگ برنگ کی مچھلیان تیر رہی ہین + وسط چمن مین ایک بارہ دری ہے۔ پٹاپٹی کے پردے پڑے ہوئے ہین + مخمل رومی و کاشانی کا فرش بچھا ہوا ہے + کنیزان مہرو سر سے پاؤن تک

# سرائے طفولیت

سرائے طفولیت ایک عالی شان محل حیات آباد مین آسمان سے کھڑا باتین کر رہا تھا۔ شہر کے ہر چہار طرف چونہ گچی کی پختہ عمارتین بنی ہوئی تھین + سرائے کے دروازہ خاص پر رنگ برنگ کے جھنڈے ہوا مین لہرا رہے تھے + دیوارون کی گلکاریان محرابون کے نقش و نگار موسم بہار کا مزہ دے رہے تھے + رنگا رنگ کے جواہرات جڑے ہوے جگمگ جگمگ کر رہے تھے + لوگ خوش حال اور فارغ البال۔ نہ کوئی مفلس نہ کنگال۔ بازار کشادہ بارونق + دکاندار خلیق و منکسر مزاج + عجیب مقام تھا کہ ہر طرف بیفکری کے ڈنکے بج رہے تھے +

سرائے کے اندر ہر طرف وسیع و پختہ کمرے بنے ہوئے تھے۔ بیفکری کا دور تھا۔ اطمینان و فارغ البالی کی حکومت تھی۔ امیری کا کارخانہ تھا + بادشاہت کا زمانہ تھا + محافظ زیادہ وہی تھے جو منزل اول مین تھے + مگر محبت کا اثر پہلے سے بڑھ گیا تھا۔ مسافرونکی قدر و منزلت روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی + کیا مبارک سرزمین تھی! کہ رنج و غم پاس آکر نہ پھٹکتا تھا + ناعاقبت اندیشی۔ انواع و اقسام کی نعمتین اُنکے دسترخوان پر چُن دیتی تھی + کھیل کود کے خلعت گران بہا زیب تن۔ خوشی کا تاج سر پر لگائے ہوئے ادھر اُدھر پھرتے تھے۔ کیا دن تھے۔ کہ پھر نہ آئے! اور کیا جگہ تھی۔ کہ دوبارہ دیکھنی نصیب نہ ہوئی! بغض و حسد کا گذر نہ تھا + فکر معیشت کا پتہ نہ تھا + دولت و عُسرت کا امتیاز نہ تھا + نخوت و غیبت کا نام نہ تھا + جو ضرورت ہوئی۔ وہ رفع + جو خواہش ہوئی۔ وہ پوری + اُنکی بھولی بھولی باتون اور سیدھے سادے معاملون پر آسمان انصاف سے موتی برس رہے تھے + فراغت و اطمینان کا باغ خوشی و خرمی کے پھول نچھاور کر رہا تھا۔ محبت و پیار کے ہار گلے مین پڑے تھے + کامیابی کے گلدستے طاقون مین چنے ہوئے تھے۔ آرام و آسایش کی بیلین دیوارون پر چڑھی ہوئی تھین + غرض ہر قطع گلزار ارم بنا ہوا تھا +

محافظ و خبرگیر کیسے کیسے خدمتگذار! کہ حکم کی دیر اور تعمیل کو تیار۔ ایسے ایسے ناز بردار کہ ذرا سے اشارے پر جان نثار کرنیکو آمادہ + انتظام اتنا معقول۔ کہ بڑے بڑے سرکش و تاجدار مسافرون کے سامنے

ملال خواب وخیال ہوجاتے تھے + رنج وغم غلط ہوجاتا تھا - کیا دولت تھی! جسکے مقابل ہفت اقلیم کی سلطنت ہیچ وبے وقعت تھی + بادشاہ وقت کا حکم اتنا نامناسب تھا - کہ ہر شخص مسافر نوازی اپنا فرض سمجھتا تھا - اگر کوئی اللہ کا بندہ اس خدمت سے محروم رہجاتا تو اپنے تئین نہایت بدقسمت تصور کرتا + کیا مبارک سرزمین تھی! جو مرد نظر آیا شگفتہ + جو عورت دکھائی دی - باغ باغ عورتون کے بہرے کے پہرے جسوقت مسافر کو گود مین لیکر گلگشت کو نکلتے تھے - درختون کی صدائین بلند ہوتی تھین +

یہ محافظ وخبرگیر جو مسافرون کی خدمت پر متعین تھے - ایسے اچھے لوگ تھے - کہ سو طرح سے نثار تھے - ذرا مسافر کے پھانس لگی - اور بیچین ہوئے + ان لوگون کی پیشانیان ستارہ صبح کی طرح روشن تھین - اور انکے دل برکت نور سے معمور - محبت کا سرمہ انکے آنکھون مین لگا ہوا تھا - اور خدمتگذاری کی روشنی انکے چہرون پر چمک رہی تھی + مکر کا نام نتھا - ریا کا کام نتھا + خالص محبت تھی - اور سچی خدمت + اللہ اللہ کیا لوگ تھے! کہ جان تک دریغ نہ کرتے تھے + خوش قسمت میزبان تھے - کہ کامیابی کے ساتھہ مہمانون کی خدمت ختم کرتے تھے + اگر کوئی مسافر انکی خدمت ہی مین ہمیشہ کیواسطے رخصت ہوجاتا تھا - تو روتے تھے - اور پیٹتے تھے + یہان ایک بات دیکھہ کر بہت ہی تعجب ہوا + بہت کم مسافر ایسے نظر آئے - کہ خدمت محافظین کو مدنظر رکھا + اس خدمت کا معاوضہ تو خیر ناممکن تھا جب وہ وقت آتا کہ وہ ان کے محتاج ہوتے - تو یہ آنکھ چرا جاتے - لذائذ نفسانی کے پابند ہوجاتے - غیرون سے محبت کرتے - دوستون سے اختلاط کرتے - خود محافظ ہوکر مسافرونکی خدمت کرتے لیکن وہ خدمت فراموش کردیتے جس کی بدولت خدا نے اس قابل کیا + پھر بھی وہ اللہ کے بندے ہر حال مین خوش تھے - جسکو سنا یہ ہی کہتے ہین - خدمت کرو تمہاری سعادت ہے - نہ کرو کچھہ شکایت نہین"+

منزلون مسافرون کے ہمراہ جاتے - اور حتی المقدور آنکھہ سے اوجھل نہ ہونے دیتے + ہر منزل مین خدمت کرتے اور ہر مصیبت مین شریک رہتے + انہین بعض ناعاقبت اندیش ایسے بھی تھے - جو عقل کی آنکھون پر پردے ڈال لیتے تھے - اور درجہ محبت کو کمال پر پہونچا کر جا بیجا کا امتیاز کھو دیتے تھے - اپنے برے اعمال اور ناقص افعال کا نمونہ دکھا کر مطلب اصلی خبط کردیتے تھے - اور پہلی ہی منزل سے مسافر بیچارونکی بات مارنی شروع کردیتے تھے +

تازہ کر دیتی ہے۔ اگر یہ ہوا چونکہ انسانی حکمتون سے بنائی گئی ہے اسلئے اسمین وہ لطف نہین جو کسی سبزہ زار اور کھلے میدان مین نسیم سحر سے حاصل ہوا کرتا ہے۔ اُس ہوا پر ہماری تدبیرون کا کچھ اثر نہین پڑا ہے۔ ہماری کثافتون سے بالکل پاک و صاف ہے۔ سیدھی خدا کے پاس سے آتی ہے۔ اور آزادی کے ساتھ کھلے اور وسیع صحراؤن مین خوش خرامیان کرنے لگتی ہے ۔

# منازل حیات

یہ نمونہ مولوی عبدالرشید صاحب دہلوی کے ایک ناول منازل السائرہ سے لیا گیا ہے مولوی عبدالرشید صاحب شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم دہلوی کے بھائی نہایت قابل اہل زبان ہین پہلے یہ ناول عورتون کی تعلیم کے لئے لکھا ہے جیسا کہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے توبۃ النصوح وغیرہ لکھی ہے۔ اسکی زبان نہایت پیاری ہے۔ خیالات نہایت پاکیزہ جس سے اخلاق پر عمدہ اثر پڑ سکتا ہے۔ اس ناول مین انسان کی عمر کے چار زمانون کے حالات کا سچا فوٹو ایک مقام پر دکھلایا ہے۔ وہ مضمون یہان منتخب کیا جاتا ہے۔

## گلزار شیر خوارگی

یہ ایک چھوٹا سا مگر خوشنما و شاداب باغیچہ تھا۔ مختلف عمرون کے آدمی مرد اور عورتین باد بہاری کا لطف اُٹھاتے پھر رہے تھے۔ صبح سعادت کا وقت تھا۔ گلہائے رنگین کی پیاری صورتون نے زمین چمن کو بوقلمون کر رکھا تھا۔ شبنم نے موتیون کے ہار بچھا دیئے تھے۔ باد صبا فرحت و انبساط کے مژدے دیتی پھر رہی تھی۔ عورتون کی گود مین چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ مرد جوق جوق ہاتھ مین ہاتھ دیئے ہنستے بولتے۔ اِدھر اُدھر ٹہل رہے تھے۔ امیدون نے اُنکے چہرے مالامال اور دل چونچال کر رکھے تھے۔ ہرے بھرے گلزار آنکھون کے سامنے لہلہا رہے تھے۔ اور رالون کے قدرتی چشمے کشتِ امید کو تر و تازہ کر رہے تھے۔ انتہائے نظر اور حدِ خیال تک چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ شاداب دکھائی دیتا تھا۔ وسط چمن مین ایک دودھ کی نہر لہرین لے رہی تھی۔ کیا بیفکری کا زمانہ تھا۔ مسافر ادہی چھوٹے چھوٹے بچے۔ بھوک لگی۔ کنارے پر آئے منہ جھکایا۔ اور سیر ہوگئے۔ ہائے کیا نعمت تھی! کہ کلیجے سے لگا کر دنیا بھر کی کلفت دور ہو جاتی تھی۔ فکار

ہوتا ہے. کہ سارے باغ کو لالۂ خودرو کے اس ایک دلفریب پھول پر قربان کر دیجیے جو بے کسی کی کوشش کے خود بخود کسی صحرا مین اُگ آیا ہے ✣

باغ پر کیا منحصر ہے۔ اپنی اور قدرت کی کاریگریون کا جب مقابلہ کیجیے گا۔ اپنی صنعتون کے دلکش نمونے پھیکے نظر آنے لگین گے شہرون کی عمارتین نظر سے ہر وقت گزرتی رہتی ہین۔ عالیشان محل اور مرتفع کوٹھیان اپنے مقام پر بڑی آن بان دکھا رہی ہین۔ اور نہایت باشان و شکوہ معلوم ہوتی ہین۔ مگر جب اُس ریگستانی سین کو دیکھیے جہان بالو کے خوشنما سفید ٹیلے کوسون تک چلے گئے ہین جنمین ہوا ہر وقت برابر گرتی رہتی ہے۔ تو اُن عمارتون سے دل ہٹ جاتا ہے۔ اور جی مین بے اختیار یہی آتا ہے۔ کہ بس یہین کے ہو رہیے۔ ان ٹیلون کے آس پاس رہنے مین سو طرح کی تکلیف ہے۔ مگر قدرت نے انکی سادگی مین خدا جانے کیا دلکشی پیدا کر دی ہے۔ کہ بادی النظر مین دل ان سب سختیون اور تکلیفون کے گوارا کر لینے کا وعدہ کرتا ہے۔ کیون؟ اسلیے کہ وہ اپنے اسٹیش کے لالۂ خودرو ہین۔ دنیا مین سیکڑون دفعہ روشنی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور صرف معمولی طرز کی روشنی نہین۔ وہ روشنی جسے یورپ کی نئی جدتون نے بہت صاف اور پاکیزہ کر دیا ہے۔ مگر کبھی کسی کے خیال مین بھی گذرا ہے۔ کہ آسمان کے جگمگاتے ہوئے تارون کی بہا کیسی نیاوی روشنی کے آگے ماند پڑ سکتی ہے۔ ان تارون کی روشنی مین یہ بھی ہے کہ کوئی کم چمکتا ہے۔ اور کوئی زیادہ کسی شکستہ ہار کے موتیون کی طرح بے ترتیب اور بکھرے بھی پڑے ہین۔ مگر باوجود ان سب باتون کے انکا جھلملانا بھی ایسا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکے ہوتے کسی قسم کی روشنی نظر مین نہین جچتی۔ اصل مین یہ تارے اگر غور سے دیکھیے۔ تو ایک قسم کے لالۂ خودرو ہین کیونکہ خاص قدرت کی کاریگری کا نمونہ ہین۔ لالۂ خودرو کچھ وہ سرخ داغدار پھول ہی نہین ہے جس سے ہمارے شعرا عشاق کے دلون کی تشبیہ کا کام لیا کرتے ہین۔ ہر وہ چیز جسکو قدرت صرف اپنی فیاضی کا نمونہ بنائے۔ اور نیچر کے سانچے مین ڈھل کر اچھوتے اور بے تکلفانہ سادگی کے ساتھ دنیا والون کی نظر کے سامنے پیش ہو جائے۔ لالۂ خودرو ہے یہ

یہ جہان تاب آفتاب یہ چودھوین کا چاند۔ یہ اندھیری راتون کے تارے۔ یہ نیلگون آسمان سچ پوچھیے۔ تو اپنے اپنے محل پر سب لالۂ خودرو ہین۔ ہمین سے کون ہے؟ جسکے مقابلے دنیا باوجود یکہ اتنی دور تک بڑھ آئی۔ اپنی کاریگری کا ایک نمونہ بھی پیش کر سکی ہو کھلی اور اونچی کوٹھیون مین خس کی ٹٹیون سے چھن چھن کر ہوا آتی ہے۔ اور دل و دماغ

دنیا ہر پہلو سے اس امر کا تجربہ کرا رہی ہے۔ کہ انسانی تکلفات اپنی صناعیون سے چاہے جسقدر کرشمے دکھائین مگر قدرت کی ایک ادنی سی کاریگری اپنی سادگی کا تماشا دکھا کر سارے کرشمون کو خاک مین ملا دیتی ہے یہ وہ مقام ہے جہان سے خالقیت اور مخلوقیت کا نازک اور واجب التسلیم مسئلہ ثابت کیا جاتا ہے۔

ان صحراؤن اور غیر آباد مرغزارون کو دیکھو جنکے قدرتی رنگین رنگے ہوئے دامن پر کسی کے نقش قدم کا دھبہ بھی نہین پڑا ہے۔ اگرچہ کوئی لطف اٹھانیوالا نہین۔ مگر کس قیامت کی بہار دکھا رہی ہین۔ عام خیالات کی بنا پر پریان۔ مذہبی معتقدات مین فرشتے۔ اور ایک جانچنے والے کی نظر مین صرف آزاد طیور چہچہا چہچہا کے اڑتے پھرتے ہین۔ اچھوتے اور پاک چشمے خوشنمائی کے ساتھ جاری ہین۔ اور چارون طرف باغبان قدرت کے ہاتھ کے لگائے ہوئے خودرو پھولون نے ہری ہری زمین پر رنگ رنگ کی گلکاریان کی ہین۔ یہ سماں آجتک زمین کے ان ٹکڑون پر جنھین ہمارے تکلفات نے بھدا بنا ڈالا ہے۔ کسی کو نظر آیا ہوگا۔ ہائے وہ بے تکلفی کہان۔ کہ جو چیز ہے اپنے مقام پر آزاد ہے چڑیان ہین۔ تو جہان چاہتی ہین بیٹھ سکے دو باتین اڑا لیتی ہین۔ نہرین ہین۔ تو جدھر دل مین آتا ہے مڑ جاتی ہین۔ درخت ہین تو جہان مناسب سمجھتے ہین۔ اگ آتے ہین۔ پھولون سے جب تک بنتا ہے۔ اپنی ہنسی کو روکتے ہین جب جی چاہتا ہے۔ کھلکھلا پڑتے ہین۔ پھر آپ ہی جب وقت آجاتا ہے۔ نو پھولون کو اپنا جانشین کر کے افسردگی کے ساتھ گر پڑتے ہین۔ لیکن انکی افسردگی سبزہ زار کے جانفزا سین پر کوئی اثر نہین ڈالتی صحرا کے آزاد دلرباؤن (یعنی نازک پھولون کی) یہ صحبت اسقدر بے نکھری اور عام ہے۔ کہ نہ کسی افسردگی کا کسی کو ملال ہوتا ہے۔ اور نہ کسی کی خوشی اور نو فروشی پر کوئی اترا اٹھتا ہے۔ اگر کسی کو خوشی ہے۔ تو اپنی۔ اور غم ہے تو اپنا۔ یہ لطف بھلا وہان کہان نصیب۔ جہان ہمارا انسانی باغبان نیچر کے اصول توڑ کر ادھر کے درخت ادھر اور ادھر کے درخت ادھر لگاتا ہے۔ جہان آزادی پر پہرے بٹھائے گئے ہین۔ اور جہان ایک ادنی بے تکلفی پر کاٹ چھانٹ کے فوجداری قانون پر عملدرآمد کیا جاتا ہے۔ ہاے! وہان لالۂ خودرو ہی نہین جو دل چھین لیا کرتا تھا۔

ہمارے باغ چمن کا ہر ہر پھول بڑی تمناؤن سے دو چار روز کے لیے شگفتہ ہوا ہے۔ لاکھ بلا کا موسم آئے۔ اور ہزار علم نباتات کے اصول برتے جائین۔ اصل تو یون ہے۔ کہ جب مقابلہ کیجیے۔ تو یہی دل بنا

کرتی ہے؛ غالباً جتنے پھول چمن مین ہونگے۔ اُن سے زیادہ حسرتون کے داغ انکے دلپر چمکتے ہونگے ہاے! کیا حسرت تھی اُس کے دل مین؛ جو عالم محویت مین پڑھ رہا تھا ع فصل بہار اگی بھی یون ہی گذر گئی؛ غرض ہر طرف صانع حکیم کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے ؎

| فصلِ گلُ و موسمِ بہار است | گلزار برنگ و بوے یار است |
|---|---|

# لالۂ خودرو

ایک خستہ جگر اپنے سفر کے ولولے مین ڈھاک کے جنگل سے نکل کے کسی نہایت نظر فریب سبزہ زار مین پہونچا ہے شام کا وقت ہے۔ آفتاب غروب ہو رہا ہے۔ اور قدرت کے جذبات اُبھرتے آتے ہین + یہ عالم ہے کہ جدہر نظر جاتی ہے۔ ع کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا ست۔ مگر یہ حرمان نصیب کسی طرف نہین متوجہ ہوتا۔ اپنے معمولی جنون کی دھن مین قدم بڑھائے چلا جاتا ہے۔ ناگہان لہلہاتے ہوے سبزہ زار کی خوشگوار سبزی مین ایک دلفریب سرخی نظر آئی۔ اور مسافر کا قدم رک گیا۔ یہ ایک سُرخ لالے کا پھول تھا + اسکی دلکش خوشنمائی شام کی دھندلی روشنی مین اس درجہ بھلی معلوم ہوئی۔ کہ ہمارا انجلا صحرا نورد آگے نہ بڑھ سکا + غور سے اس پھول کو دیکھنے لگا + اب دیکھتے ہی دیکھتے بیٹھ گیا۔ کہ اس حسن کے چھوٹے سے رسالہ کا خوب مطالعہ کر لین۔ تو آگے بڑھین؛ یہ پھول نہ تھا + اسکی ہر پنکھڑی حسن دلربا کی ایک سچی تصویر تھی یا کتاب حسن کے ایک ورق کا حکم رکھتی تھی + اب اس مسافر کے خیالات کا اندازہ کوئی کرے + اُسے تو خدا جانے کیا کیا یاد آگیا ہوگا جس بات پر ہمین غور کرنا چاہیے۔ وہ یہ ہے۔ کہ یہ صحرا نورد ایسا جہاندیدہ شخص جسکو کسی کا پیارا خیال نہین معلوم کدھر کھینچے لئے جاتا تھا۔ اس ایک پھول مین کیا بات تھی۔ کہ چلتے چلتے رُک گیا دُنیا کے خدا جانے کیسے کیسے سرسبز اور شاداب باغ کس کس غضب کے سراپا بہار اور نوشگفتہ پھول اسکی نظر سے گزرے ہونگے۔ مگر کوئی اسکے دلپر وہ اثر نہ ڈال سکا جو اس ایک خودرو اور صحرائی پھول سے پڑگیا +

بات یہ ہے۔ کہ جس چیز کی آبیاری قدرت کرتی ہے۔ اور جس چیز مین نیچر کی مشاطہ کا سحر آفرین ہاتھ لگ جاتا ہے۔ اُسکے جذبات اس درجہ بڑھ جاتے ہین۔ کہ دیکھتے ہی دل بیک ہاتھ سے نکل جاتا ہے

اُسکو بھی سرخ جامہ پہنا دیا ہے - اور دور سے دیکھ کر بے تکلف یہ معلوم ہوتا ہے کہ آتشِ بے دود روشن ہے اور اگر آتش پرست اسکی پرستش کرتے - تو غالباً اس گرم نقرے سے محفوظ رہتے - کہ اُنکا معبود خود اُنکو جلا دیتا ہے + اس خوشنما پھول پر بلبل کی (جو ایک چھوٹا سا پرند ہے) وارفتگی اور نغمہ سنجی دیکھکر اس خیالی گل و بلبل کا تصور آئینۂ دل میں پھر جاتا ہے - جس کے وصف میں ہمارے شعرا کے کلام کے صفحے رنگین ہیں + اور شاید شعراے فارس نے شیراز کے ہزار داستان کے بھی نغمے سُنے ہونگے جنکی سبب اس درجے جانور کے دل میں گرمیِ الفت کا پتہ اُنکو لگا + لیکن معاف کیجیے - شعراے دہلی و لکھنؤ کے واسطے جسطرح ہزار داستان شیراز ایک خیالی مضمون ہے - اُسیطرح یہ پرند ہوتا - کیونکہ اسکی وارفتگی دیکھنے کے واسطے بھی انکو دیہات میں تکلیف کرنی پڑتی +

فصل بہار کے آنے سے پہلے جس سختی اور بے دردی سے بڑے بڑے درختوں کے پتے گرائے جاتے ہیں - وہ اسپر افسوسناک اثر کرتا ہے + اور یہ ایک موخر سین ہوتا ہے - کہ ہم سرسبز درختوں کو دیکھتے ہیں - کہ وہ بالکل بے برگ رہ جاتے ہیں + لیکن یہ برگ ریزی بمنزلۂ غسل حمام کے ہوتی ہے - جو کارکنان بہار سبز خلعت پہنانے سے پہلے درختوں کو دیتے ہیں + بہار میں جب ان درختوں کے قریب ہو کر گزرو - تو انکی بھینی بھینی خوشبو متوالا کر دیتی ہے - اور یہ کچھ اس انداز سے ہلتے ہیں - کہ معلوم ہوتا ہے گویا اپنی بو سے خود مست ہیں جنگل کی جھاڑیاں - جو ہمیشہ مسافران صحرا کے دل میں کھٹکتی رہتی ہیں - اس فصل میں اپنے کانٹوں کی ایذا کا بوے خوش سے معاوضہ کر دیتی ہیں + اس کیفیت کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ زمین میں ایک جوش ہے - جو تمام قابل روئیدگی مادوں کو اُسکے اندر سے نکالکر باہر پھینکے دیتا ہے +

وحوش و طیور کو دیکھیے - تو انہیں بھی ایک عجیب جوش محسوس ہوتا ہے - جو اُنکی مستانہ ترانہ سنجیوں اور تمام حرکات و سکنات سے آشکارا ہوتا ہے + اگر ہم خود اپنے آپ کو جانچیں - تو فیض بہار کی تاثیر پائیں گے - بہت سے لوگ ایسے ہیں جنکو کثرتِ خون کے سبب اس فصل میں فصد کا قصد کرنا پڑتا ہے آہ! کوئی وارفتہ سودائیوں سے پوچھے - کہ یہ بہار کیا ہے؟ اور اسکے جلوے اُنکے دل پر کیا اثر کرتے ہیں؟ بوے گل اُنھیں کیا یاد دلاتی ہے؟ + پھول کی صورت دیکھکر اُنکو کیا یاد آتا ہے؟ اور نسیم سحری کیا اُمنگ اُنکے دل میں پیدا

# فصل بہار

جن لوگون کو نیچر پر غور کرنے کی عادت نہین ہے۔ اُنکے نزدیک تو موسم کا تغیر ایک معمولی بات ہے گرمی کے بعد برسات کا آنا اگر قابل خیال ہے۔ تو صرف اس جہت سے۔ کہ چھت کی درستی اور مکان کی مرمت ضروری ہے۔ یہ دوشالون اور اُونی کپڑون کو دھوپ دینے کی ضرورت ہے برسات کے بعد جاڑون اور جاڑون نے بعد گرمی کا آنا بھی کچھ ایسی ہی باتون سے توجہ کے لایق ہوجاتا ہے لیکن جب لوگون نے نیچر کے سین کو ایک دقیق کتاب تصور کیا ہے جسکا مصنف حکیم علی الاطلاق ہے۔ اُنکے نزدیک ہر نقطہ قابل غور ہے جسکی تشریح ہوتے ہوتے نیچرل فلاسفی سا وسیع علم پیدا ہوگیا۔ گھاس پھونس کیڑے مکوڑون کو جب سوچنے والے دماغون نے دیکھا۔ تو انکو انہی حکمتون سے مالا مال پایا جنکے بیان کا نام بوٹینی (علم نباتات) اور زولوجی (علم الحیوان) رکھا گیا اور ان ہی باتو نسے فلاسفی مین چار چاند لگ گئے +

فصل بہار جن دلچسپیون اور فیاضیون کی جلوہ گاہ ہے۔ افسوس! کتنے اہل دل نے اُسکو اسی نظر سے دیکھا ہوگا؟ جو اُنکی خوبی کے سزاوار ہے۔ اس موسم مین اگر کسی باغ مین جاؤ۔ تو ایک عجیب جلوہ دیکھو گے + نہ صرف رنگ برنگ کے دلفریب پھول ہی، بلکہ ہر گھاس کی پتی ایک شان دلفریبی سے آنکھون کے سامنے آئیگی، پھول کا رنگ باصرہ کو۔ اُسکی بو شامہ کو۔ اور طیور کی پُرجوش نغمہ سنجی سامعہ کو۔ فریفتہ کرگی اور دل و دماغ پر ایک ایسا عالم انشاط و حیرت طاری ہوگا جسکا بیان ناممکن ہے کسی پھول کی بلا کی سادگی اور کسی کی قیامت کی شوخی۔ اور کسی کی غضب کی بو۔ اور کسی کی دلفریب صورت۔ قدرت کے کمال کا اظہار کرگی۔ اور غور کیا جائے۔ تو پردہ حسن مین نیچر کا جلوہ خالص دیکھنے کیواسطے پھول سے بڑھکر کوئی چیز نہین ہے حسن انسانی اگرچہ اعلیٰ نمونہ صنعت ہے لیکن اُسمین نیچر کا جلوہ خالص دیکھنے کیواسطے ایک ایسی نگاہ کی ضرورت ہے جس سے انسان قریباً بالکل محروم ہین۔ اگر باغ کو چھوڑکر ہم جنگل کو نکل جائین۔ تو وہان بھی چھوٹے چھوٹے رنگ رنگ کے پھول دیکھین گے۔ جو اپنی کیفیت خاص مین باغ کے پھول سے زیادہ بھلے معلوم ہونگے۔ ڈھاک کی طرف۔ جسکے تین پات مشہو ہین۔ اگر آپ چاہین۔ تو آپ دیکھین گے کہ ربیع نے

اس میدان ہوس مین چلتے چلتے ایسے تھکے کہ سارے حوصلے پست ہو گئے۔ تھوڑی ہی بسر کرنے پائے ہونگے کہ طاقت نے جواب دیا۔ اور بڑھاپا نامرادیون کو بھیانک تصویرون کا البم ہاتھہ مین لئے آموجود ہوا + یہ عجیب وقت تھا۔ کہ کبھی تو باغ آرزو کے سدا بہار پھولون پر نظر پڑتی تھی۔ اور مردہ امیدین جی اُٹھتی تھین اور کبھی وہ مایوسیان نگاہ کے سامنے ہو جاتی تھین جنکی تصویرین بڑھاپا اپنے البم مین دکھا رہا تھا + زندگی اور موت کی کشاکش مین پڑ گئے۔ حیات اپنی طرف کھینچتی تھی اور موت اپنی طرف +

اے ہمصفیران ہستی! ہم تم سے سچ کہتے ہین۔ کہ باغ آرزو بہت مزے کی چیز۔ مگر جو فقط اسکے پیچھے کھڑا رہا وہ ایسا خراب ہوا کہ کہین کا نہ رہا + یہ ایک بھول بھلیان ہے۔ کہ جسنے اندر قدم رکھا۔ اور پلٹنا دشوار ہو گیا + اس باغ مین تم جہانتک بڑھتے چلے جاؤ گے تمھین بڑھاتا لئے چلا جائیگا + اسکے پھولون مین یہ قیامت کا جادو بھرا ہے کہ جب تک درختون پر لگے ہین۔ اُسی وقت تک لطف دکھاتے ہین۔ ادھر تم نے کوئی پھول توڑا (اور اول تو تمھارا ہاتھہ ہی وہانتک مشکل سے پہونچے گا) اور وہ بے لطف۔ تشریف لے گیا۔ یہ خوشنمائیان اُسوقت تک ہین جب تک تم دور سے دیکھہ رہے ہو۔ اُن طالب علمون سے دریافت کرو جنھون نے تحصیل علم کے زمانے مین زندگی کی کچھہ قدر نہ کی تھی۔ کہ جن ہوسون نے اُنسے یہ محنت مشقت کرائی تھی۔ اُنھین سے کہتے ہین جو اب یونیورسٹی کے بڑے بڑے سارٹیفکٹ مل چکنے کے بعد اُنھین حاصل ہوئین ہائے! تم جہانتک غور کرو گے یہی معلوم ہو گا۔ کہ آرزو محض ایک دل مین رہنے والی چیز ہے۔ یہ دل سے کبھی نہ نکلے گی اور جو نکلے۔ وہ آرزو نہین + آرزو اسی کا نام ہے +

تم کو کچھہ کرنا ہے۔ اور اس سے کچھہ فائدہ اُٹھانا ہے۔ تو باغ آرزو مین زیادہ بڑھے نہ چلے جاؤ۔ جہان رہو۔ وہین رہو۔ سامنے کی دلفریبیون کو دور ہی سے دیکھو۔ انکے پاس جانیکا قصد نہ کرو + جو تمھین کرنا ہے وہ کرو جس غرض کے پورا کرنیکے لئے دنیا مین آئے ہو۔ اُسکی تکمیل کی فکر کرو + ہان جسطرح دنیا کے اور باغون مین تفریح کے لئے نکل جاتے ہو۔ اُسیطرح اس باغ کی بھی دو گھڑی سیر کر لیا کرو + یہ نہین کہ اسی کے ہو رہے + اس خام خیالی مین پڑو گے۔ تو یون ہی بیکار زندگی گزرانے گزراتے ایک دن ایسا اضطراب ہو گا۔ کہ پاؤن کے نیچے سے زمین نکل جائیگی۔ اور تم بڑی افسردگی اور بےلبسی کے ساتھہ قبر مین سلادئے جاؤ گے۔

نہین ہے۔ جھیلنا کیسا؛ یہ باغ آرزو ہی کی دلفریبیان ہین۔ کہ گذشتہ رنج والم ہمین یاد کرنے سے بھی نہین یاد آتے۔ اے ہمصفیران ہستی! دیکھو۔ باغ آرزو کی بہار زندگی کے نشیب و فراز مین تمھین کسطرح اپنی طرف متوجہ رکھتی ہے؛ بہت کم ایسے ہونگے جنھین باغ آرزو کی دلفریبیان یاد ہون۔ اسی لیئے ہم یاد دلاتے ہین۔ گنج عدم کی بے تعلقی اور بے غرضی نے ایسی سادگی اور بھولاپن پیدا کر دیا تھا۔ کہ نہ کوئی آرزو تھی۔ نہ کسی کا ارمان تھا۔ ایسی بے غرضی کی حالت مین خدا جانے کیا سبب ہوا۔ کہ نہ رہا گیا؛ اور عرصہ ہستی کو روانہ ہوئے۔ اسوقت تک ہمین تو کسی کی آرزو نہ تھی مگر ہم البتہ اورون کے ارمان بن بنکر آئے تھے۔ غالباً اورونکے جذبات اور دنیا والون کی کشش ہی نے ہمین اس فکرمندی کے مقام مین کھینچ بلایا۔ یہ ایسا مقام تھا۔ کہ یہان کی کوئی چیز ہمارے مزاج کے مناسب نہ تھی۔ نہ آب و ہوا موافق تھی اور نہ یہان کے اخلاق و عادات سے مانوس تھے۔ دل بے آرزو کو وہ بے فکری کی حالت بہت ہی پسند تھی، مگر یہ پہلا موقع تھا۔ کہ ہمارے دل مین کچھ تمنائین پیدا ہوئین۔ ہائے مرتے دم تک اس بے فکری کے زمانے کو یاد کر کر کے رویا کرتے ہین۔ وہ اگلے سچے سرور اور اطمینان کی حالت۔ جو کچھ عدم مین نصیب تھی۔ وہان تک تو ہمارے خیال کی نظر بھی نہین جاتی۔ ہان بچپن کے دنون کو حسرت کے ساتھ یاد کر کر کے رو لیا کرتے ہین۔ جب ہم مین فکرمندی کی صلاحیت آ چکی تھی۔ بچے تو تھے ہی۔ امید ایک دلفریب مربی کی صورت مین نظر آئی اور انگلی پکڑ کے ان چیزونکی سیر کرانے لگی جنکی تمنا مین ہمین جان دینی تھی۔ عمر کے میدان مین جو جو آگے بڑھتے گئے وہ وہ آرزوئین پختگی کے ساتھ دل مین جگہ پکڑتی گئین۔ جوانی کا زمانہ یاد آیا۔ اور دل مین جنون انگیز جذبات ہجوم کرنے لگے۔ ان دنون ہوش تو کسے تھا؛ مگر اتنا کہین گے چونکہ ہوصلے بڑھے ہوئے تھے اور بانون مین نیا نیا جوش اور پورا شوق بھرا ہوا تھا۔ لہذا باغ آرزو مین جو کوئی نظر آ جاتا۔ اگر ہم سے بھاگتا۔ تو ہم بھی رگید ڈالتے تھے۔ باغ امید اسوقت ایسی بہار مین معلوم ہوا۔ کہ دل آرزو پسند گھبرا اٹھا۔ جو نظر پڑی۔ دلفریب تھی۔ جو پھول دکھائی دیا نظر فریب تھا۔ جس صورت کی طرف نگاہ گئی۔ ہوش ربا تھی۔ ایک دل کدھر کدھر متوجہ ہوتا؛ اور کس کس کا آرزومند بنتا؛ اس پھول کی خوبیون کو دیکھ رہے تھے۔ کہ دوسرا نظر پڑا۔ اسکی خوشنمائی کو ابھی جی بھر کے دیکھ بھی نہین چکے تھے۔ کہ تیسرے پر نظر جا پڑی۔ اور اس شوق سے گئی۔ کہ وہین کی ہو رہی۔ ہائے افسوس! بوالہوسی۔ باغ آرزو کی مصنوعی بہار دکھا دکھا کے یون بڑھاتی لیے چلی گئی۔ اور ہم

آگے بڑھ گئی + لیکن نگاہ اٹھا کے دیکھا۔ تو اُسی قدر فاصلہ نظر آیا جس قدر پہلے تھا + عجب حسرت کی آواز سے پکار کر کہنے لگی وہ "حکیم صاحب! کیا میری قسمت مین نہین لکھا ہے ہ کہ آپ تک پہونچون"؟ اسطرف سے جواب ملا "گھبراؤ نہین۔ اب پہونچا ہی چاہتی ہے" + عورت اور آگے بڑھی۔ آرزؤن کے جذبات پھر بہت دور تک بڑھا لے گئے۔ دیکھا۔ تو اب بھی حکیم صاحب اسیقدر فاصلے پر ہین + اب عورت کے پاؤن مین بھی طاقت نہین رہی + سانس پھول گئی۔ اور پاؤن من من بھر کے ہو گئے + اس بدنصیبی پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی + مامتا کا جوش! + اس حالت پر بھی اُسنے ہمت نہین ہاری + روتی ہوئی چلی + اب غور کر کے وہ بھی دیکھتی جاتی ہے۔ کہ کہین حکیم صاحب تو پیچھے نہین ہٹتے جاتے ہین۔ ایک ہچکی کی آواز اُسکے کان مین آئی + سہم کر اُسنے اپنی گود کی طرف دیکھا۔ لڑکے کی حالت غیر تھی۔ اور وہ دم توڑ رہا تھا۔ گھبرا کے بیٹھ گئی + مایوسی کی صورت سے حکیم صاحب کی طرف دیکھا۔ کہ ہائے مین اس لڑکے کو وہانتک نہین پہونچا سکتی۔ اسطرف سے حکیم صاحب نے پکار کر کہا "بیٹھ کیون گئی؟ مین پاس ہی تو ہون آ میرے پاس چلی آ میرے پاس سب طرح کی دوائین ہین + اگر تو مانگے۔ تو موت کی بھی دوا دیسکتا ہون" وہ رو کے کہنے لگی "سب سچ ہے۔ مگر کیا کرون؟ اب آپ تک مین پہنچ ہی نہین سکتی" اتنے مین بچے کا دم نکل گیا + ناامیدی کے ہجوم مین معلوم تو کچھ نہ ہوا۔ مگر وہ عورت اس مصیبت مین جسقدر آگے بڑھی تھی۔ خدا جانے کس نے اُس سے بھی زیادہ پیچھے پھینک دیا؟ **باغ آرزو** اور ہمارے بیچ مین جو مختصر سا میدان نظر آتا ہے۔ وہ ظاہر مین تو بہت چھوٹا اور بالکل صاف ہے۔ مگر اصل مین بڑا الجھاؤ۔ لمبا چوڑا۔ اور انتہا سے زیادہ پیچیدہ ہے + اُسکے الجھاؤ کچھ انہین لوگون کو خوب معلوم ہین جنھون نے اُسکا سفر کر کے اپنی قسمت آزمائی کی ہے + ہماری زندگی کا دامن میدان آرزو کے دامن سے بندھا ہوا ہے۔ زندگی کی دشواریان اور عرصۂ ہستی کی دقتین ہرگز اس قابل نہ تھین۔ کہ انسان انکو جھیل سکتا۔ مگر آرزو کی وہ پیاری پیاری صورتین جو سامنے باغ آرزو مین نظر آیا کرتی ہین۔ اُنسے کچھ ایسی دلبستگی پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ دشوار گذار منزلین عجب دلبستگی کے ساتھ ایک نرالی دھن اور محویت مین گزر جاتی ہین + زندگی کے ایک مختصر حصہ کی دشواریان ابھی ایسی ہین کہ اُنکو یاد کر کے رونے کے لئے بھی جگ چاہئین + دنیا مین ہمین اچھی طرح اُنکے یاد کرنیکی نوبت تو آتی

شب و روز ملا کئے رہتے تھے۔ وہ اس شوق سے بھیلے کہ دو پھول توڑ لین۔ مگر ناکامی ہوئی۔ دو قدم اور بڑہے +
اب یقین تھا۔ کہ پھول بالکل پاس ہی ہین۔ مگر ہاتھ پھر خالی پڑا + اور آگے بڑہے مگر پھر بھی حسرت کے سوا
کچھہ ہاتھہ نہ آیا۔ یونہی برابر بڑھ بڑھ کے ہاتھ مارتے چلے گئے۔ اور ناکام ہوتے رہے فیصلہ پست ہونے لگا۔
اور ارادہ کیا کہ اس خیال خام سے باز آئین + حسرت بھری نگاہ سے اُن تر و تازہ اور خوشنما پھولونکو دیکھا جن سے
ہاتھ اٹھایا چاہتے تھے لیکن اس مرتبہ وہ پھول اسقدر نزدیک اور ایسے شگفتہ معلوم ہوئے۔ کہ امیدین از سر نو
زندہ ہو گئین۔ اور حوصلے نے گویا سنبھالا لیا + دل خود بخود کہنے لگا۔ اُہوہ! اب تو یہ پھول بالکل پاس
ہین + تر و تازگی اب کچھہ اور ترقی پر معلوم ہوتی ہے + اب تو انکے رنگ بھی پہلے سے زیادہ نظر فریب ہین +
تھکے ہوئے پاؤن سے پھر کام لیا۔ مگر اب بھی یہی ہوا۔ کہ دہوکا ہوا تھا۔ ہمت ہار کر بیٹھہ گئے۔ اور کہنے لگے۔ ہاے!
کیا اچھے پھول ہین" اتنا کہکر دیکھا۔ تو پھول اور زیادہ نزدیک معلوم ہوئے۔ بہزار دشواری اُٹھے اور گرتے
پڑتے چلے۔ مگر ماسیون نے اس دفعہ بھی ناکام ہی رکھا + باغ آرزو اسی کو کہتے ہین یہ تو کسی کو نہین معلوم۔
کہ دنیا مین ہے یا نہین۔ مگر اتنا جانتے ہین۔ کہ سب لوگون کو پاس ہی نظر آتا ہے + دل بستگیان ہین۔
کہ جلوہ گاہ حسن کی طرح لگا لگا کے آگے ہی بڑھائے لئے چلی جاتی ہین + اور کچھہ ایک ہی قسم کی نہین ہر طرح
کے لطف اور ہر مذاق کی دلچسپیان ہین + دیکھو! - وہ عورت اپنا بیمار بچہ گود مین لئے کھڑی ہے کیسی مایوس
ہو ہو کے چارون طرف دیکھتی ہے! مگر کوئی دردمند نظر نہین آتا + آنسو بھری ہوئی آنکھون سے
کارخانۂ قدرت کے مٹے مٹے نمونے دیکھہ رہی ہے + دُنیا بھر کی خوشیان اور شگفتہ دلیان اُسے دھندلی
دکھائی دیتی ہین + ان سبزہ زارون کو ایک حسرت آلود نگاہ سے دیکھہ کر اُسنے ایک سرد آہ بھری۔ اور آنکھین جھکا لین
ہجوم یاس سے گھبرائی ہوئی نگاہین ایک حال پر ٹھہر سکتی ہے؟ اُسنے پھر آنکھین پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھنا
شروع کیا۔ اتفاقاً باغ آرزو پر نظر جا پڑی۔ وہ دیکھتی ہے۔ کہ اُس پر فضا باغ کی کیاریون پر ایک مسیحا نفس
حکیم کھڑا ہوا ہے۔ اور دلفریب اشارون سے اُسے بلا رہا ہے۔ کہ یہان آئین تیرے بچے کا علاج کر دونگا + اور
حکیمون کی تشخیص اور علاج کا حال تجربے سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر اسکی صورت دیکھتے ہی تسکین سی ہوئی جاتی ہے +
غریب عورت اپنے لڑکے کو لئے ہوئے خوشی خوشی ادھر کو چلی۔ کامیابی کے شوق مین خدا جانے کسقدر

جب مین سنبھلنے دون۔ یہانتک کہ آخر کو اس لڑائی مین رنج ہی کے ہاتھ میدان رہتا ہے۔ اور موت
نصیب ہوتی ہے۔ جو تمام خوشیون کا خاتمہ ہے۔ اور رنج ہی رنج رہجاتا ہے۔ پوری خوشی اُسی روز
تھی جس روز پیدا ہوئے تھے۔ اور پورا رنج اُس روز ہوگا۔ جب مرینگے ✦

مگر کیا غم بالکل بُری ہی چیز ہے؟ اصل تو یون ہے۔ کہ ساری خوشی رنج ہی کے بدولت ہے۔ جس روز
رنج دنیا سے اُٹھ جائے۔ اُس روز خوشی کا خاتمہ ہے۔ قاعدہ بھی ہے۔ کہ کسی چیز کے ہونے کی جبھی آرزو ہوگی
جب نہ ہونیکا کھٹکا ہو۔ آفتاب کا چمکدار چہرہ اسلئے بھلا معلوم ہوتا ہے۔ کہ چار پہر اُسکے دیکھنے کو آنکھین ترس
جاتی ہین۔ اسلئے کہتے ہین۔ کہ خوشی اُنھین لوگون کو نصیب ہوتی ہے۔ جو مدتون سے محرومی کا مزہ اُٹھایا کئے ہین۔
لوگ جو بچپن سے ناز و نعمت مین پلا کئے ہین۔ کیا جانین کہ سچی راحت مین کیا مزہ ہے؟ یہ تو اُنھین
سے پوچھئے۔ جنکی بلاکشی مین گذری ہو۔ رنج رنج ہے تو خوشی سے۔ خوشی خوشی ہے تو رنج سے ✦

ہمارا مذہب ہے۔ کہ آدمی کبھی خوشی مین رنج کو نہ بھولے۔ اور رنج مین خوشی سے مایوس نہ ہو۔ دونون
جوڑا برابر ہے۔ مبتلایان غم سمجھ لین کہ راحت کا جیسا مزہ اُنکو ملیگا۔ کسی کو نہین ملسکتا۔ سب کچھ سہی مگر کوئی
یہ بلاکشی کہان سے لائیگا؟ اور راحت کا لطف ہے۔ گو اسی کے بعد۔ غم فراموشان بزم عشرت ڈرتے ہین
کہ آگے چلکر جیسا غم اُنھین جھیلنا پڑیگا۔ کسی نے کاہے کو جھیلا ہوگا؟ ہزار آفتین ہون مگر کسی نے ایسی راحت
کاہے کو اُٹھائی ہوگی؟ اور سب سے بڑا غم وہی ہے۔ جو عیش و عشرت کے بعد ہو۔ اُسکی پیروی کرین۔ تو دیکھو
کس مزے مین رہتے ہین۔ نہ غم کیشون کو ایسی مایوسی ہوگی۔ اور نہ عشرت گزینون مین ایسی فرعونیت آنے پائیگی ✦

# باغ آرزو

آہا ہا ہا! سامنے کیسے پھول کھلے ہوئے ہین! جوانان چمن کیسا خوبصورت زیور پہنے ہین! کہ نظر ادھر
جاتے ہی فریفتہ ہوجاتی ہے۔ درختون کا ہرا ہرا رنگ آنکھون مین کھبا جاتا ہے۔ کس قیامت کی بہار ہے! اس نظر
فریب منظر نے دل مین کچھ ایسا جوش پیدا کر کے اپنی طرف کھینچا۔ کہ بجھی ہوئی طبیعت مین ایک ولولہ پیدا ہو گیا
حوصلے بڑھ گئے۔ اور امیدون نے پہلو مین گدگدا کر آگے بڑھا دیا۔ حسرت نصیب زندگی مین جن ہاتھون کو

گذریگا، مگر نہین۔ اپنا فرض ادا کر دینا چاہیئے + اے صاحبان ا رخصت کی گھڑی سر پر کھڑی ہے۔ مزے مین آکر ایسے نہ اترا جاؤ۔ اے رندان خرابات ا۔ دیکھو پھر خمار بے چین کر دیگا۔ یون نہ سیتیون کی نہ لو۔ اے راحت طلبان بزم عشرت ا۔ زیادہ خوشیون مین نہ آؤ + تھوڑی ہی دیر مین محفل برہم ہوا چاہتی ہے + اے دلدادگان وطن ا یہ نہ سمجھو کہ کبھی وطن آوارگان غربت کا ساتھ نہ دینا پڑیگا۔ کیون اسقدر مانوس عشرت ہوئے جاتے ہو؟ اے جلوہ افروزان تخت سلطنت ا۔ اتنی راحت طلبی اچھی نہین تمہارے تھوڑے دشمن نہین ہین + اے بدمستان دولت ا ہوش مین آؤ۔ کون جانتا ہے کہ زمانہ تم سے ہمیشہ ہی بنا رہے گا +

مگر افسوس اسطرح گور غریبان والون نے دریافت کرتے وقت سانس نکٹ لی تھی۔ اسیطرح ان لوگون نے بھی آنکھ اٹھا کے نہ دیکھا + دنیا کی دل لگیان خدا جانے کیا لبھا لیتی ہین۔ کہ گو ہر کسی غم کسی صدمہ سے سابقہ پڑتا ہے۔ مگر پھر بھی تنبّہ نہین ہوتا + وہ اگلا جملہ سونے سے لکھنے کے قابل ہے۔ کہ بدمستی شبیہ مین کبھی خمار نہین یاد آتا ہے +

دنیا مین دو چیزین ہین۔ ایک راحت اور ایک رنج + ان دونون مین ہمیشہ مقابلہ ہوتا آیا ہے عقل نفس کے دلچسپ مباحثے تو سبھی کو یاد ہونگے مگر رنج و راحت کی روزانہ لڑائیان بھی دیکھنے کے قابل ہین انسان مین دیکھو۔ راحت اپنے زبردست مددگار جوانی کو بلاتی ہے۔ اور رنج بڑھاپے کو لاکر اُسکا مقابلہ کرتا ہے۔ مگر یہ کس غضب کا خبیث الخبثہ بڑھاپا ہے کہ ہمیشہ جوانی پر غالب آجاتا ہے؟ باغ ہستی عام طور پر ایک عشرت کی بہار کا مزہ اُٹھواتے اٹھواتے کبھی خزان کے ذریعہ سے انتہائی افسردگی کا سامان دکھلا دیتا ہے +

مگر راحت کچھ ایسی جلدبازی اور سرعت کو کام مین لاتی ہے۔ کہ جب سے دیکھا ہے۔ پہلے ہی آتے دیکھا ہے۔ اور غم آخر مین آکر ساری بزم عشرت کو برہم کر دیتا ہے + اسی لئے دیکھیے ہر کسی کا پیدا ہونا نمونہ راحت ہے۔ اور مرنا نمونہ رنج + پوری خوشی سے انسان کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور دنیا کی چند روزہ عمر راحت و غم کے اختلافات اور جنگ و جدال کا زمانہ ہے + خوشی چاہتی ہے کہ مین اپنا وہی اگلا سا رنگ جمائے رہون مگر رنج کہتا ہے۔ کہ باغ کی سیر اور یہ آرزو۔ کہین پوری ہو سکتی ہے؟ لاکھ سنبھلنے کے ارادے ہون مگر

ہو گئی + تم تو بھی چند روز دن اور رباغ ہستی کی ہوا کھاؤ گے + تمکو اپنی پوری عمر کا کیا حال معلوم؟ تم کیا جانو؟ - باقی عمر کیونکر گذرے گی + اسلئے تمہارا کیا اعتبار + دیکھو ہم اُن لوگون سے سارا حال پوچھ لیتے ہین - جو زندگی کو کھو چکے - اور اپنے دل دردمند کو لئے قبرون مین لیٹے ہوئے ہین اور اصل تو یون ہے کہ اُنسے بڑھکر کوئی کیا جانیگا؟ ہاے جان دیکر بھی تو ایک تجربہ ان لوگون کو حاصل ہے - مدتون دنیا مین ٹھوکرین کھاکر بس اتنی ہی بات انہون نے سیکھی ہے + قبر کی بےفکری مین اگر کبھی کبھی دنیا یاد آتی ہوگی - تو روز روز کا سوہان روح - اور گھڑی گھڑی کا غم واندوہ آنکھون مین پھر جاتا ہوگا +

اے یاران عدم! - اب تمہارے ہوتے یہ معاملہ کس سے دریافت کرنے جائین؟ پیاری زندگی تم اسی روزانہ مصیبت کے نذر کر چکے ہو + بہت بڑی دولت کھوکر تم نے سیکھا ہے + بتاؤ - کہ جب تک دنیا مین تھے کسی وقت بھی آرام سے بسر کرنیکا اتفاق ہوا تھا - یہ ساری ساٹھ ستر برس کی عمر جان کاہیون ہی مین گذری + بھلا تمھین کوئی ایسا دن بھی نصیب ہوا تھا جسمین تم چین سے سوئے ہو کوئی جشن عشرت پوری طرح گذرا تھا؟ کسی بزم طرب مین بھی تمکو آخر تک وہی پہلی سی شادمانی رہی تھی؟ + ہماری تو یہ راے ہے - کہ ایک لمحہ بھی تم پر بے رنج والم کے نہ گذرا ہوگا + آخر کچھ تو بتاؤ - کہ ہماری تسکین ہو - دیکھو بڑے آرزو لگا کر آئے ہین + یہ مسئلہ یہان بھی نہ حل ہوا - تو کچھ نہ ہوا +

خیر - تم نہ بولو بھی تو کیا مضایقہ ہے؟ وہ تمہارا غضب کا سکوت اور بلا کی مایوسی کہے دیتی ہے کہ کبھی سچی خوشی نہ نصیب ہوئی + تمہاری حسرت ناکی گواہ ہے + گور غریبان کی سنسان آبادی پکار رہی ہے کہ صورت ببین حالم مپرس! + دوسرے سارا زمانہ جانتا ہے - کہ "خاموشی نیم رضا" + تم سمجھ گئے - کہ اس چپ چاپ سادھنے پر یہ بات ٹل جائیگی + بھلا کہین ایسا ہو سکتا ہے + خلاصہ یہ کہ تمہارے ہان آکر بھی یہی معلوم ہوا - کہ دُنیا بس رنج والم کا گھر ہے +

اب تو اس مسئلہ پر ہمین یقین آگیا + لاؤ - زمانہ بھر کو سمجھا دین - کہ دُنیا کی ان دیگر خوشیون مین پھنس کر بُری گھڑی کو نہ بھولے + گو بدمستی شبینہ مین خمار کا خیال کسے گذرتا ہے - جو ہماری سرگزشت سے

ختم کر کے لکھنؤ واپس آئے۔ نظم مین آپ مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی کے شاگرد ہین جو اس زمانہ کے مشہور ناظم و نثار ہین۔ حیدر آباد دکن مین قیام فرما ہین۔ اور برکات ولایت آصفیہ سے مالا مال ہین۔
۱۸۸۱ء مین آپ اودھ اخبار کے اسسٹنٹ اڈیٹر مقرر ہوے۔ اسی زمانہ مین محشر نام ایک ہفتہ وار رسالہ آپنے نکالا جسمین بہت نازک رنگین شاعرانہ مذاق کے مضامین نکلتے رہے + اودھ اخبار کی اڈیٹری ترک کرنے کے بعد آپنے ایک دلچسپ ناول لکھا۔ جسکو بہت مقبولیت ہوئی۔ جنوری ۱۸۸۷ء سے آپنے دلگداز جاری کیا۔ جو اپنے رنگ کا بے نظیر پرچہ ہے +
۱۸۹۱ء مین آپ حیدر آباد تشریف لے گئے + نواب وقار الامرا بہادر معین المہام مال نے اپنے خزانہ پائیگاہ سے ما۔ر ماہوار آپکی تنخواہ مقرر فرمائی + حیدر آباد کے قیام کے زمانہ مین آپ نے تاریخ سندھ لکھی جسکے مسودہ کو دیکھ کر نواب وقار الامرا بہادر نے پانچہزار روپیہ انعام کے طور پر خزانہ ریاست سے دلوائے + ۱۸۹۳ء مین آپ نواب وقار الامرا بہادر کے صاحبزادے نواب ولی الدین خان بہادر کے ہمراہ انگلستان تشریف لے گئے + انگلستان مین ۱۔۱۱ سال رہے۔ اور وہین فرانسیسی زبان سیکھی۔ اور اتنا درک حاصل کر لیا کہ فرنچ زبان کی کتابون کو سمجھ لین۔ اور اس زبان کی کتابون کا اردو مین ترجمہ کر لین + انگلستان سے واپسی کے چھ ماہ بعد نواب وقار الامرا بہادر سے باضابطہ اجازت حاصل کر کے پھر لکھنؤ آئے۔ اور یہان آکر برابر علمی خدمات مین مشغول رہے +
۱۹۰۰ء مین آپ پھر حیدر آباد تشریف لے گئے۔ اور وہان اسسٹنٹ ڈائرکٹر تعلیمات مقرر ہوئے + ۱۹۰۴ء مین جناب مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم اور مولوی ظفر علی خان صاحب بی۔ اے۔ کے ہمراہ آپ بھی اپنے خدمت سے سبکدوش ہوئے + اسوقت سے برابر لکھنؤ مین قیام ہے۔ اور علمی مشاغل سے کوئی دم خالی نہین +
نثر مین شاعرانہ خیالات کا اظہار کرنا۔ تاریخی اور عشقیہ ناولون کو دلچسپ پیرایہ میں ادا کرنا۔ تاریخی حالات کو تحقیق سے لکھنا۔ قدرتی منظر۔ دلی جذبات کو ایسے طور پر لکھنا۔ کہ پڑھنے والے کے دل پر اسکا سچا اثر قائم ہو جائے۔ آپکا حصہ ہے۔ جسمین اسوقت کوئی آپکی برابری نہین کر سکتا + ناولون کے بابت تمام ہندوستان نے مان لیا ہے کہ آپ سے بہتر کوئی لکھنے والا نہین + آپ کثیر التصانیف ہین + آپکی حسب ذیل چند تصانیف نہایت قابلِ قدر ہین +
تاریخ سندھ۔ عصر قدیم۔ فلورنڈا۔ ماہ ملک۔ ایام عرب۔ فتح اندلس۔ فردوس برین

## رنج والم

اے ہمصفیران ملک وجود! کہو تمہاری اتنی زندگی بے رنج والم کا مزہ اٹھائے ہی ختم

ایک ہی قسم کے الفاظ اُنکی زبان سے ادا ہوتے ہین۔ اُنکا کلام بجز ایک خاص رنگ کے بالکل بے اثر ہوتا ہے۔ یہی نکتہ ہے۔ کہ سعدی سے رزم اور فردوسی سے بزم نہین نہ سکی ⁂

میر انیس صاحب نے رزم۔ بزم۔ فخر۔ ہجو۔ نوحہ سب کچھہ لکھا ہے۔ لیکن جہان جس قسم کا موقع ہوتا ہے۔ اُسی قسم کے الفاظ اُنکے قلم سے نکلتے ہین۔ رزمیہ فخر لکھتے ہین۔ تو فرماتے ہین۔ ؎

طاقت اگر دکھاؤن رسالت مآب کی　　رکھدون زمین پہ چیر کے ڈھال آفتاب کی

جلال و غیظ کو ان الفاظ مین ادا کرتے ہین۔ ؎

کم تھا نہ ہمہمہ اسدِ کردگار سے　　نکلا ڈکارتا ہوا ضیغم کچھار سے
کیا جانے کس نے روکدیا ہے دلیر کو　　سب دشت گونجتا ہے یہ غصہ ہے شیر کو

دیکھو ان اشعار مین جو الفاظ آئے ہین جس طرح اُنکے مفہوم مین غیظ و غضب ہے اُسیطرح الفاظ کی صوت و لہجہ سے بھی ہیبت و غیظ و غضب کا اظہار ہوتا ہے ⁂

# مولنا عبد الحلیم شرر عباسی

سنہ ۱۸۶۰ء مین لکھنؤ مین پیدا ہوئے، پانچ برس کے سن مین آپکی بسم اللہ ہوئی آپکے والد ماجد جناب حکیم تفضل حسین صاحب عربی کے اعلی تعلیم یافتہ اور فارسی کے یکتائے عصر تھے۔ واجد علی شاہ کے ملازم تھے۔ آٹھہ برس کے سن مین آپکو اپنے ہمراہ کلکتہ لے گئے، وہان حافظ الٰہی بخش صاحب سے قرآن مجید ختم کیا۔ اور اپنے والد سے کچھہ ابتدائی کتابین اور ملا باقر صاحب سے صرف و نحو۔ اور مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی سے کچھہ منطق و فلسفہ کی کتابین پڑہین۔ اسی زمانہ تعلیم مین انگریزی زبان بھی سیکھہ لی۔ اور حکیم محمد مسیح صاحب سے طب پڑھی۔ اور چندے مطب بھی کیا کلکتہ کے قیام تک زمانہ مین لکھنؤ آنا ہوتا تھا، علم کا شوق بیکار نہ بیٹھنے دیتا تھا چنانچہ اسی زمانہ مین مولوی محمد یحیٰی صاحب اور مولوی عبد الباری صاحب سے متوسطات معقول تمام کین ۱۸۷۸ء مین آپکے والد نے آپکو لکھنؤ بھیجدیا۔ یہان آکر آپنے آفتاب ہند جناب مولنا عبد الحیٔ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے تمام کتب درسیہ تمام کین۔ اور جناب مفتی میر عباس صاحب سے عربی علم ادب کی تعلیم پائی ۱۸۷۹ء مین علم حدیث کا شوق آپکو دہلی لے گیا اور مشہور محدث جناب مولوی نذیر حسین صاحب سے صحاح ستہ اور مؤطا امام مالک تفسیر جلالین

# روزمرہ اور محاورہ

جو الفاظ، یا جو خاص ترکیبین اہل زبان کے بول چال مین زیادہ مستعمل اور متداول ہوتے ہین - انکو روزمرہ کہتے ہین + روزمرہ اگرچہ ایک جداگانہ وصف سمجہا جاتا ہے لیکن درحقیقت وہ فصاحت ہی کا ایک فرد خاص ہے - یہ ظاہر ہے - کہ عام بول چال مین وہی الفاظ زبان پر آئینگے جو وہ صاف اور سہل الادا ہون - اور اگر انمین کچھ ثقل اور گرانی بہی ہو - تو رات دن کی بول چال اور کثرت استعمال سے وہ منجھکر صاف ہوجاتے ہین + روزمرہ کے لئے فصیح ہونا لازم ہے - میر انیس کے کلام مین نہایت کثرت سے روزمرہ اور محاورہ کا استعمال پایا جاتا ہے - اور اسپر انکو ناز بھی تھا چنانچہ فرماتے ہین - ؎

| | | |
|---|---|---|
| مرغانِ خوش الحان چمن بولین گیا | | مرجاتے ہین سن کے روزمرہ میرا |

# حسنِ کلام

حسن کلام کا ایک بڑا نکتہ یہ ہے - کہ مضامین کی نوعیت کے لحاظ سے الفاظ استعمال کئے جائین لفظ چونکہ آواز کی ایک قسم ہے - اور آواز کے مختلف اقسام ہین - مہیب - پر رعب سخت - نرم - شیرین لطیف اسی طرح الفاظ بہی صورت اور وزن کے لحاظ سے مختلف طرح کے ہوتے ہین - بعض نرم - شیرین - اور لطیف ہوتے ہین - بعض سے جلالت اور شان ٹپکتی ہے بعض سے درد اور غمگینی ظاہر ہوتی ہے + اسی بنا پر غزل مین سادہ - شیرین سہل اور لطیف الفاظ استعمال کئے جاتے ہین - قصیدہ مین زوردار اور شاندار الفاظ کا استعمال پسندیدہ سمجہا جاتا ہے + اسیطرح رزم - بزم - مدح و ذم - فخر و ادعا - وعظ و پند - ہر ایک کے لئے جدا جدا الفاظ ہین + شعرا مین سے جو اس نکتہ سے آشنا ہین وہ ان مراتب کا لحاظ رکھتے ہین - اور یہ انکے کلام کی تاثیر کا بڑا راز ہے لیکن جو اس فرق مراتب سے واقف نہین - یا ہین لیکن ایک خاص رنگ انپر اسقدر چڑھ گیا ہے - کہ ہر قسم کے مضامین مین

گلدستہ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں ۔ ایک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

تھا فوج قاہرہ میں تلاطم کہ الحذر ۔ تھیں موج کی طرح سب ادھر کی صفیں ادھر
چکر میں تھی سپاہ کہ گردش میں تھا بھنور ۔ پانی میں تھے نہنگ ابھرتے نہ تھے مگر
فوجیں فقط نہ بھاگی تھیں منہ موڑ موڑ کے ۔ دریا بھی ہٹ گیا تھا کنارے کو چھوڑ کے

چھایا تھا سب پہ رعب غضنفر نوجوان ۔ تسلیم کو جھکے ہوئے تھے فوج کے نشان
گوشہ امان کا ڈھونڈ رہی تھی ہر ایک کمان ۔ ترکش بھی تھے ہراس سے کھولے ہوئے زبان
تیروں کا یہ گمان تھا ارادہ گریز کا ۔ منہ کند ہو گیا تھا ہر اک تیغ تیز کا

## کلام کی اصلی ترتیب کا قائم رہنا

ترکیب الفاظ کے لحاظ سے شعر کی بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ کلام کے اجزا کی جو اصلی ترتیب ہے وہ بجال خود قائم رہے۔ مثلاً فاعل مفعول۔ مبتدا۔ خبر متعلقات فعل جس ترتیب کے ساتھ ہر وقت بول چال میں آتے ہیں۔ یہ ہی ترتیب شعر میں بھی قائم رہے اگرچہ اسمیں شبہہ نہیں۔ کہ شعر میں اس ترتیب کا بعینہٖ قائم رہنا قریب قریب ناممکن ہے۔ صرف ایک آدھ شعر۔ یا بہت سے بہت شعر دو شعر میں اتفاقیہ یہ بات پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن چونکہ نظم کا درحقیقت سب سے بڑا کمال یہی ہے۔ کہ اگر اسکو نثر کرنا چاہیں تو نہ ہو سکے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب شعر میں الفاظ کی وہی ترتیب باقی رہے۔ جو نثر میں معمولاً ہوا کرتی ہے۔ اس بنا پر شاعر کو کوشش کرنی چاہیے۔ کہ اگر اصل ترتیب پوری پوری قائم نہیں رہ سکتی۔ تو بہرحال اُسکے قریب قریب پہونچ جائے۔ جسقدر اسکا لحاظ رکھا جائیگا اُسی قدر شعر زیادہ صاف۔ برجستہ۔ رواں۔ اور ڈھلا ہوا ہوگا۔ اور اُردو میں جہانتک ہمکو معلوم ہے یہ صفت میر انیس صاحب سے زیادہ کسی کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔

اس مین جتنے الفاظ ہین یعنی زیر قدم والدہ۔ فردوس۔ برین سب بجاے خود فصیح ہین لیکن اُنکے ہم ترکیب دینے سے جو مصرعہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ اسقدر بھدّا اور گران ہے۔ کہ زبان اُسکا تحمل نہین کر سکتی۔ شاید تمکو خیال ہو۔ کہ مصرعہ کی ترکیب چونکہ فارسی ہوگئی ہے۔ اسلیے ثقل پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہین۔ سیکڑون شعرون مین اسی قسم کی فارسی ترکیبین ہین۔ لیکن یہ ثقل نہین پایا جاتا۔ مثلاً میر انیس صاحب کہتے ہین۔ ؎

| مین ہون سردار شباب چمن خلد برین | | مین ہون خالق کی قسم دوش محمد کا مکین |
|---|---|---|

پہلے مصرعہ مین فارسی ترکیب کے علاوہ توالی اضافت بھی موجود ہے۔ لیکن یہ بھدا پن اور ثقل نہین ہے۔

جب کسی مصرعہ یا شعر کے تمام الفاظ مین ایک خاص قسم کا تناسب۔ توازن۔ توافق پایا جاتا ہے۔ اسکے ساتھ وہ تمام الفاظ بجاے خود بھی فصیح ہوتے ہین۔ تو وہ پورا مصرع یا شعر فصیح کہا جاتا ہے۔ اور یہی چیز ہے جسکو بندش کی صفائی نشست کی خوبی۔ ترکیب کی دلآویزی۔ برجستگی سلاست اور روانی سے تعبیر کرتے ہین۔ الفاظ کے توازن اور تناسب سے کلام مین جو فرق پیدا ہو جاتا ہے وہ ایک خاص مثال مین آسانی سے سمجھ مین آسکتا ہے۔ میر انیس حضرت علی اکبر کے اذان دینے کی تعریف ایک موقع پر اسطرح کرتے ہین۔ ع تھا بلبلِ حق گو کہ چہکتا تھا چمن مین۔ اسی مضمون کو میر صاحب دوسرے موقع پر اسطرح ادا کرتے ہین ع بلبل چہک رہا تھا ریاضِ رسول مین"۔ وہی مضمون ہے۔ وہی الفاظ ہین۔ لیکن ترکیب کی ساخت نے دونون شعرون مین کسقدر فرق پیدا کر دیا ہے۔

میر انیس کا تمام کلام اس خوبی سے معمور ہے اور اُنکا ہر شعر اس وصف کا مصداق ہے۔ نمونہ کے طور پر ہم چند اشعار اس موقع پر نقل کرتے ہین۔ ؎

| تعریف مین چشمہ کو سمندر سے ملا دون | قطرہ کو جو دون آب تو گوہر سے ملا دون |
|---|---|
| ذرہ کی چمک مہر منور سے ملا دون | کانٹون کی نزاکت مین گلِ تر سے ملا دون |

نہین بلکہ یہ بھی ضرور ہے۔ کہ جن الفاظ کے ساتھہ وہ ترکیب مین آے۔ اُنکی ساخت ہیئت نشست سُبکی۔ اور گرانی کے ساتھہ اُنکو خاص تناسب اور توازن ہو۔ ورنہ فصاحت قائم نہ رہے گی +

میر انیس کا مصرع ہے۔ ع "فرمایا آدمی ہے کہ صحرا کا جانور" صحرا اور جنگل ہم معنی ہین۔ اور دونون فصیح ہین + میر انیس نے جابجا ان دونون لفظون کو استعمال کیا ہے۔ اور ہم معنی ہونے کے حیثیت سے کیا ہے۔ لیکن اگر اس مصرعہ مین صحرا کے بجاے جنگل کا لفظ استعمال کیا جائے۔ تو یہی لفظ غیر فصیح ہو جائیگا۔ میر صاحب کا ایک شعر ہے۔ ؎

| طائر ہوا مین مست ہرن سبزہ زار مین | جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار مین |
|---|---|

یہان جنگل کے بجاے صحرا لاؤ۔ تو مصرعہ پھس پھسا ہو جاتا ہے +

شبنم اور اوس ہم معنی ہین۔ اور برابر درجہ کے فصیح ہین لیکن میر صاحب کے اس شعر مین ؎

| کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا | تھا موتیون سے دامنِ صحرا بھرا ہوا |
|---|---|

اگر اوس کے بجاے شبنم کا لفظ لایا جاے۔ تو فصاحت خاک مین مل جائے گی۔ لیکن یہی اوس کا لفظ جو اس موقع پر اس قدر فصیح ہے۔ اس مصرعہ مین ع "شبنم نے بھر دیئے تھے کٹورے گلاب کے" شبنم کے بجاے اوس لاؤ تو فصاحت بالکل ہوا ہو جائیگی +

اس مین نکتہ یہ ہے۔ کہ ہر لفظ چونکہ ایک قسم کا سُر ہے۔ اسلئے یہ ضرور ہے۔ کہ جن الفاظ کے سلسلہ مین وہ ترکیب دیا جائے۔ ان آوازون سے اُسکو خاص تناسب بھی ہو ورنہ گویا دو مخالف سرون کو ترکیب دینا ہوگا۔ نغمہ اور راگ مفرد آوازون یا سرون کا نام ہے۔ ہر سُر بجاے خود دلکش اور دلاویز ہے۔ لیکن اگر دو مخالف سُرون کو باہم ترکیب دیدیا جاے تو دونون مکروہ ہو جائین گے +

راگ کے دلکش اور موثر ہونیکا گر یہی ہے۔ کہ جس سرون سے اُسکی ترکیب ہو۔ اُن مین نہایت تناسب و توازن ہو۔ الفاظ بھی چونکہ ایک قسم کی صوت اور سُر ہین۔ اسلئے اُنکی لطافت شیرینی اور روانی اُسی وقت تک قائم رہتی ہے جبتک گرد و پیش کے الفاظ بھی نے مین اُنکے مناسب ہون

میرزا دبیر صاحب کا مشہور مصرعہ ہے ع "زیر قدم والدہ فردوس برین ہے"

مرزا دبیر - جیسے مکان سے زلزلہ مین صاحب مکان"
میر انیس - جیسے کوئی بھونچال مین گھر چھوڑ کے بھاگے"

## ابتذال

فصاحت کے متعلق ایک بڑا دھوکا یہ ہوتا ہے۔ کہ چونکہ فصاحت کے یہ معنی ہین۔ کہ لفظ سادہ آسان کثیر الاستعمال ہو۔ اسلئے لوگ مبتذل اور سوقی الفاظ کو بھی فصیح سمجھ لیتے ہین۔ حالانکہ ان دونون مین سفید و سیاہ کا فرق ہے۔ مرزا دبیر صاحب جہان واقعہ نگاری اور معاملہ بندی مین میر انیس کی تقلید کرتے ہین۔ اکثر اُنکے کلام مین مبتذل الفاظ آجاتے ہین۔ مثلاً جہان حضرت شہربانو نے حضرت عباس کی لاش پر نوحہ کیا ہے۔ حضرت شہربانو کے زبان سے فرماتے ہین ع۔
ہے ہے مرے دیور مرے دیور۔ ایک اور جگہ فرماتے ہین ع ناڑہ تو انکی سالگرہ کا نکال لاؤ۔

ابتذال کی صاف اور بین مثال نظیر اکبرآبادی کا کلام ہے۔ اگر یہ مبتذل نہوتا۔ تو سادگی اور صفائی مین نظیر کا کلام میر انیس یا میر تقی سے ٹکر کھاتا۔

ابتذال کے معنی عام طور پر یہ سمجھے جاتے ہین۔ کہ جو الفاظ عام لوگ استعمال کرتے ہین وہ مبتذل ہین لیکن یہ صحیح نہین۔ سیکڑون الفاظ عوام کے مخصوص الفاظ ہین لیکن سب مین ابتذال نہین پایا جاتا۔ ابتذال کا معیار مذاق صحیح کے سوا کوئی چیز نہین۔ مذاق صحیح خود بتا دیتا ہے۔ کہ یہ لفظ مبتذل اور پست اور شوخیانہ ہے۔

میر صاحب کو اگرچہ واقعہ نگاری کی وجہ سے نہایت چھوٹی چھوٹی چیزون اور ہر قسم کی جزئی جزئی واقعات اور حالات کو بیان کرنا پڑتا ہے لیکن یہ اُنکی انتہائی درجہ کی قادر الکلامی ہے۔ کہ پھر بھی اُنکی شاعری کے دامن پر ابتذال کا دھبہ نہین آنے پاتا۔

## کلام کی حفاظت

یہ بحث مفرد الفاظ سے متعلق تھی۔ لیکن کلام کی فصاحت مین صرف لفظ کا فصیح ہونا کافی

ہین۔ لیکن اس قسم کے الفاظ جہان آئے ہین فارسی ترکیبون کے ساتھ آئے ہین جس سے انکی غرابت کم ہو گئی ہے۔ ورنہ اگر اردو کی خاص ترکیب مین ان الفاظ کا استعمال کیا جاتا۔ تو بالکل خلاف فصاحت ہوتا بمثلاً انگشتری۔ خاتم۔ رُخ۔ بادہ۔ ثنا خوان۔ اور اس قسم کے سیکڑون ہزارون الفاظ ہین۔ جو بجائے خود فصیح ہین۔ لیکن ٹھیٹ اردو مین انکا استعمال نہین ہوتا میر ضمیر ایک موقع پر کہتے ہین۔ ''ع ذریت رسول کی خاطر جلائی نار۔ نار کا لفظ اس موقع پر نہایت نامانوس اور بیگانہ ہے لیکن یہی لفظ جب فارسی ترکیبون کے ساتھ اردو مین مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً نار دوزخ نار جہنم۔ تو وہ غرابت نہین رہتی +

فصاحت کے مدارج مین اختلاف ہے + بعض الفاظ فصیح ہین بعض فصیح تر بعض اس سے بھی فصیح تر + میر انیس صاحب کے کلام کا بڑا خاصہ یہ ہے کہ وہ ہر موقع پر فصیح سے فصیح الفاظ ڈھونڈھ کر لاتے ہین۔ مرزا دبیر اور میر انیس کے ہم مضمون اشعار لو + اگر مرزا صاحب کے یہان غریب اور ثقیل الفاظ ہونگے تو انکے مقابلہ مین میر صاحب کے ہان فصیح الفاظ ہونگے + اگر مرزا صاحب کے یہان فصیح الفاظ ہون گے۔ تو میر صاحب کے یہان فصیح تر ہونگے + مرزا دبیر کی تخصیص نہین۔ تمام مرثیہ گویون کے مقابلہ مین میر انیس صاحب کے کلام کا یہی حال ہے +

ہم مثال کے طور پر دو چار شعر نقل کرتے ہین جن سے فصاحت اور فصاحت کے اختلاف مراتب کا اندازہ ہو سکے گا +

مرزا دبیر ''کس نے نہ دی انگوٹھی رکوع و سجود مین'' +
میر انیس ''سائل کو کس نے دی ہے انگوٹھی نماز مین'' +
مرزا دبیر ''آنکھون مین پھرے اور نہ مردم کو خبر ہو'' +
میر انیس ''آنکھون مین یون پھرے کہ مژہ کو خبر نہ ہو'' +
مرزا دبیر ''رویا مین بھی حسین کو رویا ہی کرتے ہین'' +
میر انیس ''حسرت ہے کہ خواب مین بھی رویا کیجئے'' +

تصنیفات آپ کی بہت ہین حسب ذیل تصنیفات زیادہ مشہور ہین۔

سفرنامہ مصر و روم و شام۔ الفاروق۔ الغزالی۔ النعمان۔ المامون الکلام۔ الجزیہ۔ تاریخ اسلام۔ سوانح مولنا روم۔ اورنگ زیب۔ موازنہ انیس و دبیر۔ شعر العجم۔ ۴ جلد۔ دن مین آپکی آخری تصنیف سیرۃ النبی۔ چار جلدون مین ہے جسکو ناتمام چھوڑا۔

# میر انیس کی شاعری کے خصوصیات

## فصاحت

علماے ادب نے فصاحت کی یہ تعریف کی ہے۔ کہ لفظ مین جو حروف آئین ان مین تنافر نہ ہو۔ الفاظ نامانوس نہ ہون۔ قواعد صرفی کے خلاف نہ ہو۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ لفظ درحقیقت ایک قسم کی آواز ہے۔ اور چونکہ آوازین بعض شیرین دل آویز اور لطیف ہوتی ہین مثلاً طوطی اور بلبل کی آواز۔ اور بعض مکروہ اور ناگوار مثلاً کوّے اور گدھے کی آواز۔ اس بنا پر الفاظ بھی دو قسم کے ہوتے ہین۔ بعض شستہ سبک و شیرین۔ اور بعض ثقیل بھدے ناگوار۔ پہلی قسم کے الفاظ کو فصیح کہتے ہین۔ اور دوسرے کو غیر فصیح۔ بعض الفاظ ایسے ہوتے ہین۔ کہ فی نفسہ ثقیل، مکروہ نہین ہوتے لیکن تحریر و تقریر مین انکا استعمال نہین ہوا ہے۔ یا بہت کم ہوا ہے + اس قسم کے الفاظ بھی جب ابتداءً استعمال کئے جاتے ہین۔ تو کانون کو ناگوار معلوم ہوتے ہین۔ انکو فن بلاغت کی اصطلاح مین غریب کہتے ہین۔ اور اس قسم کے الفاظ بھی فصاحت مین خلل انداز خیال کئے جاتے ہین +

میر انیس کی کمال شاعری کا بڑا جوہر یہ ہے۔ کہ باوجود اسکے کہ انھون نے اردو شعرا مین سے سب سے زیادہ الفاظ استعمال کئے۔ اور سیکڑون مختلف واقعات بیان کرنے کیوجہ سے ہر قسم اور ہر درجہ کے الفاظ انکو استعمال کرنے پڑے۔ تاہم انکے تمام کلام مین غیر فصیح الفاظ نہایت کم پائے جاتے ہین۔ اکثر جگہ عربی فارسی کے الفاظ۔ جو اردو زبان مین کم مستعمل ہین۔ ضرورت سے لانے پڑے

# شمس العلماء مولنا شبلی نعمانی

پیدائش اعظم گڈھ ۱۸۵۷ء  وفات اعظم گڈھ ۱۹۱۴ء

آپ ۱۸۵۷ء مین ضلع اعظم گڈھ کے ایک مشہور خاندان مین پیدا ہوے۔ آپنے منطق۔ فلسفہ۔ ادب مشہور ادیب مولوی محمد فاروق صاحب چڑیا کوٹی سے حاصل کیا۔ اور علم حدیث مولوی حافظ احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے۔ اور فقہ مولوی ارشاد حسین صاحب۔ اور تفسیر اور کچھ علم ادب مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری سے اخذ کیا + ۲۰ سال کی عمر مین آپنے درس نظامیہ سے بالکل فراغت حاصل کرلی +

تعلیم سے فراغت کے بعد چند روز آپ امین عدالت دیوانی رہے۔ یہ ملازمت پسند نہ آئی + چھوڑ کر علیگڈھ چلے گئے۔ وہان سمیع اللہ خان صاحب کی سفارش سے سر سید نے انکو کالج کی پروفیسری عنایت کی + ۱۶ برس تک کالج سے یہ تعلق آپ کو رہا + اسی زمانہ مین پروفیسر آرنالڈ نے آپکو علوم جدیدہ سے آگاہ کیا۔ اور فرنچ زبان سکھلائی۔ اور خود اُنسے عربی زبان کی تعلیم حاصل کی۔ کالج کے تعلق ہی کے زمانہ مین آپنے بلاد اسلامیہ کا سفر کیا جسکا مقصد صرف یہ تھا کہ الفاروق کے لئے تاریخی مواد فراہم کرین۔ کچھ عرصہ کے بعد سیر کشمیر کو گئے + وہان کے ملیریا نے سخت نقصان پہونچایا + صحت نے اسی وقت سے جواب دیدیا + ۱۸۹۴ء مین ۳۷ سال کی عمر مین آپکو شمس العلماء کا خطاب گورنمنٹ کے جانب سے عطا ہوا + مدت تک الہ آباد یونیورسٹی کے فیلو رہے +

سر سید کے وفات کے بعد ۱۸۹۸ء مین آپ کالج سے علیحدہ ہوکر حیدر آباد تشریف لے گئے + وہان سلسلہ آصفیہ مین دو سو روپیہ ماہوار وظیفہ تصنیف آپکو مقرر ہوا + کچھ عرصے کے بعد تین سو روپیہ ہوگیا + عرصے تک وہین مقیم رہ کر تصنیف و تالیف مین مصروف رہے حیدر آباد سے واپس آکر لکھنؤ مین قیام کیا۔ اور ندوۃ العلماء کے کام مین مشغول ہوے + آخر عمر مین تمام تعلقات کو ترک کرکے سیرۃ نبوی کے تالیف و تصنیف مین مشغول ہوئے + ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ کو ۸ دن اسہال کے عارضہ مین علیل رہ کر اپنے وطن مالوف اعظم گڈھ مین انتقال کیا +

آپ فطرۃً ذہین اور سلیم الطبع تھے + تاریخ اور فلسفہ سے آپ کو ابتدا سے دلچسپی تھی علوم شرقیہ مین خاص استعداد تھی + طرز بیان آپ کا سادہ۔ مگر زوردار اور مدلل تھا۔ تحریر فلسفیانہ اور محققانہ تھی۔ جسمین سچے تاریخی واقعات ہوتے تھے + رنگ آمیزی کو دخل نہ تھا + عربی نظم و نثر پر اچھی قدرت تھی + فارسی نظم کسی طرح کاملین اہل زبان سے الگ نہین ہوسکتی + اردو مین الکا حسن بیان ایسا تھا کہ سر سید فرماتے تھے۔ کہ اہل دہلی اسپر رشک کرتے ہین +

مخاطب کا خوش کرنا مقصود ہوتا تھا۔ ورنہ واقعات کا بیان۔ مصائب کا ذکر۔ یا تعزیت یا ہمدردی کا اظہار۔ ہمیشہ سیدھی سادی نثر عاری مین کرتے تھے۔ مثلاً سید یوسف مرزا کو اُنکے باپ کی تعزیت مین لکھتے ہین +

یوسف مرزا کیونکر تجکو لکھون۔ کہ تیرا باپ مرگیا۔ اور اگر لکھون تو آگے کیا لکھون کہ اب کیا کرو؟ مگر صبر؟ یہ ایک شیوۂ فرسودۂ ابنائے روزگار ہے۔ تعزیت یون ہی کیا کرتے ہین۔ اور یہی کہا کرتے ہین۔ صبر کرو + ہاے۔ ایک کا کلیجہ کٹ گیا ہے۔ اور لوگ اُسے کہتے ہین۔ کہ تو نہ تڑپ بھلا کیونکر نہ تڑپے گا + صلاح اس امر مین نہین بتائی جاتی + دعا کو دخل نہین + دوا کا لگاؤ نہین پہلے بیٹا مرا پھر باپ مرا + مجھسے اگر کوئی پوچھے کہ بے سروپا کسکو کہتے ہین؟ تو مین کہونگا۔ یوسف مرزا کو تمہاری دادی لکھتی ہین۔ کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا۔ اگر یہ بات سچ ہے۔ تو جوانمرد ایک بار دونون قید دن سے چھوٹ گیا + نہ قید حیات رہی نہ قید فرنگ" +

اُنھین کو بیٹے کی تعزیت اسطرح لکھتے ہین "۔ اے میری جان! اے میری آنکھ! وہ خدا کا مقبول بندہ تھا۔ وہ اچھی روح اور اچھی قسمت لیکر آیا تھا۔ یہان رہکر کیا کرتا؟ ہرگز غم نہ کرو۔ اور اگر ایسی ہی اولاد کی خوشی ہے۔ تو ابھی تم خود بچے ہو۔ خدا تمکو جیتا رکھے۔ اولاد بہت + نانا نانی کے مرنیکا ذکر کیون کرتے ہو؟ + وہ اپنی اجل سے مرے ہین + بزرگون کا مرنا بنی آدم کی میراث ہے + کیا تم یہ چاہتے تھے، کہ وہ اس عہد مین ہوتے اور اپنی آبرو کھوتے؟ ہان مظفر الدولہ کا غم منجملہ واقعات کربلاے معلی ہے۔ یہ داغ جیتے جی نہ مٹیگا +

مرزا نے چند تقریظین اور دیباچے بھی اردو زبان مین لکھے ہین۔ اور ان سب مین مسجع اور مقفی عبارت لکھنے کا التزام کیا ہے + جو بے تکلفی اور صفائی مرزا کے خطون مین پائی جاتی ہے + وہ ان تقریظون اور دیباچون مین نہین ہے + خصوصاً مسجع کی رعایت نے اُنھین آورد اور تصنع کا رنگ زیادہ پیدا کر دیا ہے لیکن مرزا کو اُنمین معذور سمجھنا چاہیئے + جو لوگ تقریظون اور دیباچون کی فرمایش کرتے تھے۔ وہ بغیر تکلفات بارده کے ہرگز خوش ہونیوالے نہ تھے + جو طریقہ اس زمانے مین ریویو لکھنے کا نکلا ہے اسکو اب بھی بہت کم لوگ پسند کرتے ہین۔ اور مرزا کے وقت مین تو اُسکا کہین نام و نشان بھی نہ تھا + بااین ہمہ انہین سے بعض نثرین مرزا کی روش خاص مین نہایت ممتاز ہین *

سیت بسر کرنے کو کچھ تھوڑی سی راحت درکار ہے۔ باقی حکمت اور سلطنت اور شاعری اور ساحری سب
رافات ہے + ہندؤن مین اگر کوئی اوتار ہوا۔ تو کیا؟ اور مسلمانون مین نبی ہوا۔ تو کیا؟ دنیا مین نام آور
ئے تو کیا؟ اور گمنام جیے۔ تو کیا؟ کچھ معاش ہو۔ کچھ صحت جسمانی۔ باقی سب وہم ہے۔ اے یار جانی +
رچند وہ بھی وہم ہے۔ مگر مین ابھی اسی پایہ پر ہون + شاید آگے بڑھکر یہ پردہ بھی اُٹھ جائے۔ اور
بہ معیشت اور صحت و راحت سے بھی گذر جاؤن + عالم بیرنگی مین گذر پاؤن جس سناٹے مین ہون
ان تمام عالم بلکہ دونون عالم کا پتہ نہین + ہر کسی کا جواب مطابق سوال کے دے جاتا ہون + یہ دریا
نہین۔ سراب ہے۔ ہستی نہین پندار ہے + ہم تم دونون اچھے خاصے شاعر ہین۔ مانا کہ سعدی
حافظ کے برابر مشہور نہ ہوے اُنکو شہرت سے کیا حاصل ہوا کہ ہم کو تم کو ہو گا" +

مرزا نے بعض اردو خطوط مین اور خاصکر اُردو تقریظون مین مسجع عبارت لکھنے کا التزام کیا
ہے + اگرچہ اس زمانے مین ایسا التزام تکلفات باردہ مین شمار کیا جاتا ہے خصوصًا اردو جو بمقابلہ
بی یا سنسکرت وغیرہ کے ایک نہایت محدود زبان ہے وہ اس قسم کے تصنع اور ساختگی کی متحمل
نہین معلوم ہوتی + مگر مرزا نے جس قسم کی مسجع عبارت اُردو خطوط یا تقریظون وغیرہ مین لکھی ہے
پر یہ گرفت مشکل سے ہو سکتی ہے۔ عربی۔ اور سنسکرت زبان کے سوا اور زبانون کی مسجع نثر ون
ن عمومًا یہ عیب ہوتا ہے۔ کہ دوسرے فقرے مین جو پہلے فقرے کی رعایت سے خواہ نخواہ قافیہ
ش کرنا پڑتا ہے۔ تو اُسمین تصنع اور آورد کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اسلیے پہلے فقرے کے
قابلے مین دوسرا فقرہ کم وزن ہو جاتا ہے۔ مگر مرزا کی مسجع نثر مین یہ بات بہت کم دیکھی جاتی
ہے + دوسرے فقرے مین تقریبًا ویسی ہی بے تکلفی پائی جاتی ہے۔ جیسی پہلے فقرے مین۔ اور یہ
ت اس شخص سے بن پڑتی ہے۔ جو باوجود خوش سلیقگی اور لطف طبیعت کے شاعری مین نہایت
جہ کا کمال رکھتا ہو۔ اور وزن و قافیہ کی جانچ اور تول مین ایک عمر بسر کر چکا ہو + یہان اسکی
الین لکھنے کی ضرورت نہین ہے + مرزا کے اُردو رقعات مین اُسکی مثالین بکثرت موجود ہین
ر یہ معلوم ہے کہ مقفی عبارت مرزا خاصکر اُن خطون مین لکھتے تھے۔ جنمین ہنسی ظرافت اور

کہ یہ تو آدمی زندہ ہین - اور اُسکے مرنے سے جانا - کہ یہ تو آدمی آج ایک بار مر گئے" +

فتح دلی کے بعد جو شہر مین سناٹا ہو گیا ہے - اُسکی کیفیت ایک خط مین منشی ہرگوپال تفتہ کو اسطرح لکھتے ہین - صاحب! تم جانتے ہو - کہ یہ معاملہ کیا ہے - اور کیا موقع ہوا - وہ ایک جنم تھا جسمین ہم تم باہم دوست تھے - اور طرح طرح کے ہم مین تم مین معاملات مہر و محبت در پیش آئے شعر کہے + دیوان جمع کئے + اُسی زمانے مین ایک اور بزرگ تھے - کہ وہ ہمارے تمہارے دوست تھے اور منشی نبی بخش اُنکا نام اور حقیر تخلص تھا + ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا - نہ وہ اشخاص - نہ وہ معاملات نہ وہ اختلاط - نہ وہ انبساط + بعد چند مدت کے پھر دوسرا جنم ہمکو ملا + اگرچہ صورت اس جنم کی بعینہ مثل پہلے جنم کے ہے - یعنی ایک خط مین نے منشی نبی بخش صاحب کو بھیجا + اُسکا جواب مجکو آیا + اور ایک خط تمہارا کہ تم بھی موسوم بہ منشی ہرگوپال و متخلص بہ تفتہ ہو - آج آیا - اور جس شہر مین ہون - اُسکا نام بھی دلی اور اس محلے کا نام بھی بلی ماروں کا محلہ ہے - لیکن ایک دوست اُس جنم کے دوستون مین سے نہین پایا جاتا - واللہ ڈھونڈنے کو مسلمان اس شہر مین نہین ملتا + کیا امیر کیا غریب + کیا اہل حرفہ اگر کچھ ہین + تو باہر کے ہین + ہنود البتہ کچھ کچھ آباد ہو گئے ہین +

بعض خطوط مین یاس و حسرت و افسردگی اور دنیا کی بے ثباتی و بے اعتباری کا بیان نہایت موثر طریقے مین کیا ہے - جس سے اُنکے خیالات معلوم ہوتے ہین + مثلاً +

ایک خط مین لکھتے ہین "ناتوانی زور پر ہے + بڑھاپے نے نکما کر دیا + ضعف سستی - کاہلی گرانجانی + رکاب مین پاؤن ہے + باگ پر ہاتھ ہے - بڑا سفر دور دراز در پیش ہے + زاد راہ موجود نہین خالی ہاتھ جاتا ہون - اگر ناپرسیدہ بخش دیا - تو خیر - اگر باز پرس ہوئی تو سقر مقر ہے - اور ہاویہ زاویہ دوزخ جاوید ہے - اور ہم ہین + ہائے کسی کا کیا اچھا شعر ہے ؎

| اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مر جائینگے | مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائینگے" |
|---|---|

ایک اور خط مین منشی ہرگوپال کو لکھتے ہین "تم مشق سخن کر رہے ہو اور مین مشق فنا مین مستغرق ہون - بو علی سینا کے علم اور نظیری کے شعر کو ضائع اور بے فائدہ اور موہوم جانتا ہون

قاعدہ عام یہ ہے۔ کہ عالم آب و گل کے مجرم عالم ارواح مین سزا پاتے ہین۔ لیکن یون بھی ہوا ہے
کہ عالم ارواح کے گنہگار کو دُنیا مین بھیجکر سزا دیتے ہین+ چنانچہ مین آٹھوین رجب ۱۲۱۲ھ مین روبکاری
کے واسطے یہان بھیجا گیا (یعنی پیدا ہوا) تیرہ برس حوالات مین رہا۔ ساتوین رجب ۱۲۲۵ ہجری
کو میرے واسطے حکم دوام حبس (یعنی نکاح) صادر ہوا+ ایک بیڑی میرے پاؤن مین ڈالدی
اور دلی شہر کو زندان مقرر کیا۔ اور مجھے اُس زندان مین ڈالدیا+ فکر نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا۔
برسون کے بعد مین جیلخانہ سے بھاگا تین برس بلاد شرقیہ مین پھرتا رہا۔ پایان کار مجھے کلکتے
سے پکڑ لائے۔ اور پھر اسی حبس مین بٹھادیا+ جب دیکھا کہ یہ قیدی گریز پا ہے۔ دو ہتکڑیان اور
بڑھادین+ پاؤن بیڑی سے فگار۔ ہاتھ ہتکڑیون سے زخمدار+ مشقت مقرری اور مشکل ہوگئی
طاقت یک قلم زائل ہوگئی+ بیحیا ہون+ سال گذشتہ بیڑی کو زاویہ زندان مین چھوڑ مع دونون
ہتکڑیون کے بھاگا+ میرٹھ۔ مراد آباد ہوتا ہوا رامپور پہونچا+ کچھ دن کم دو مہینے وہان رہا تھا
کہ پھر پکڑا آیا۔ اب عہد کیا۔ کہ پھر نہ بھاگونگا+ بھاگون کیا؟ بھاگنے کی طاقت بھی تو نہ رہی+ حکم
رہائی دیکھئے کب صادر ہو+ ایک ضعیف سا احتمال ہے۔ کہ اس ماہ ذی الحجہ مین چھوٹ جاؤن
بہرتقدیر بعد رہائی کے تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہین نہین جاتا۔ مین بعد نجات سیدھا
عالم ارواح کو چلا جاؤنگا+

الغرض مرزا کے خطوط و رقعات مین ایسے خطوط بہت کم نکلینگے جنمین اس قسم کی ظرافت
اور ہنسی کی باتین مندرج نہون۔ یہانتک کہ رنج و افسردگی کا بیان بھی اسی قسم کی چھیڑ سے
خالی نہین ہوتا+

منشی نبی بخش مرحوم کو لکھتے ہین بھائی صاحب مین بھی تمہارا ہمدرد ہوگیا۔ یعنی منگل کے
دن ۱۸۔ ربیع الاول کو شام کے وقت میری وہ پھپھی۔ کہ مینے بچپن سے آجتک اُسکو ماں سمجھا تھا
اور وہ بھی مجھکو بیٹا سمجھی تھی۔ مرگئی۔ آپکو معلوم رہے۔ کہ پرسون میرے گویا نو آدمی مرے+ تین پھپھیان
اور تین چچا اور ایک باپ اور ایک دادی اور ایک دادا۔ یعنی اس مرحومہ کے ہونے سے مین جانتا تھا

کہ شراب پینا بھی چھوڑ دیا ہے + نواب علاء الدین خان نے اپنے والد کے اشارے سے اسکا سبب دریافت کیا۔ اور مولوی حمزہ خان کی طرف سے بطور نصیحت کے مرزا صاحب کو شعر لکھا ہے۔ چون پیر شدی حافظ از میکدہ بیرون شو۔ اسکا جواب اسطرح لکھتے ہین۔ بھائی کو سلام کہنا۔ اور کہنا۔ کہ صاحب! وہ زمانہ نہین ہے۔ کہ ادھر متھرا داس سے قرض لیا ادھر درباری مل کو جا مارا۔ ادھر خوب چند۔ چین سکھ کی کوٹھی جا لوٹی + ہر ایک پاس تمسک مہری موجود شہد لگاؤ اور چاٹو + نہ مول نہ سود + اس سے بڑھکر یہ بات کہ روٹی کا خرچ بالکل میاں کالے کے سر + با این ہمہ کبھی خان نے کچھ دیدیا کبھی الور سے کچھ دلوا دیا۔ کبھی مان نے کچھ آگرے سے بھیجدیا + اب مین اور باسٹھ روپے آٹھ آنے کلکٹری کے سَو روپے رام پور کے + قرض دینے والا ایک مختار کار + وہ سود ماہ بماہ لیا چاہے۔ مول تین قسط اسکو دینی پڑی انکم ٹکس جدا۔ چوکیدار جدا۔ سود جدا۔ مول جدا۔ بی بی جدا۔ بچے جدا۔ شاگرد پیشہ جدا۔ آمد وہی ایک سو باسٹھ تنگ آ گیا۔ گذارا مشکل ہو گیا۔ روزمرہ کا کام بند رہنے لگا + سوچا۔ کہ کیا کرون؟ کہان سے گنجایش نکالون؟ قہر درویش بجان درویش + صبح کی تبرید متروک۔ چاشت کا گوشت آدھا رات کی شراب و گلاب موقوف۔ بیس بائیس روپے مہینا بچا۔ روزمرہ کا خرچ چلا + یارون نے پوچھا تبرید و شراب کب تک نہ پیو گے؟ کہا گیا۔ کہ جب تک وہ نہ پلائین گے + پوچھا کہ نہ پیو گے۔ تو کس طرح جیو گے؟ جواب دیا۔ کہ جس طرح وہ جلائین گے + بارے مہینہ پورا نہین گذرا تھا۔ کہ رامپور سے علاوہ وجہ مقرری کے اور روپیہ آ گیا + قرض مقسط ادا ہو گیا متفرق رہا خیر رہو صبح کی تبرید۔ رات کی شراب جاری ہو گئی + گوشت پورا آنے لگا + چونکہ بھائی نے وجہ موقوفی و بحالی پوچھی تھی۔ انکو یہ عبارت پڑھا دینا +

ایک خط مین تعلقات خانہ داری کی اس طرح شکایت کرتے ہین "سنو! عالم دو ہین ایک عالم ارواح اور ایک عالم آب و گل حاکم ان دونون عالمون کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ اور پھر آپ ہی جواب دیتا ہے۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ ہر چند

مخالفت اور مؤلف برہان کی حمایت کی ہے۔ ایک خط مین صاحب برہان کا ذکر کرنیکے بعد اُنکی اور اُسکے طرفدارون کی نسبت لکھتے ہین "ان فرہنگ لکھنے والون کا مدار قیاس پر ہے + جو اپنے نزدیک صحیح سمجھا۔ وہ لکھدیا + نظامی و سعدی کی لکھی ہوئی کوئی فرہنگ ہو۔ تو ہم اُسکو مانین + ہندیون کو کیونکر مسلم الثبوت جانین + ایک گائے کا بچہ بزورِ سحر آدمی کی طرح کلام کرنے لگا۔ بنی اسرائیل اسکو خدا سمجھے +

ایک خط کے آخر مین جو نواب علاء الدین خان کو لکھا ہے۔ لکھتے ہین۔ اُستاد میر جان کو اس راہ سے کہ میری پھپھی اُنکی چچی تھین۔ اور یہ مجھ سے عمر مین چھوٹے ہین۔ دعا اور اس رو سے کہ دوست ہین۔ اور دوستی مین کمی بیشی سن و سال کی رعایت نہین کرتے سلام اور اس سبب سے کہ اُستاد کہلاتے ہین۔ بندگی۔ درود +

ایک خط مین برسات کی شدت کا ذکر کرتے کرتے لکھتے ہین دیوان خانے کا حال محلسرا سے بدتر ہے + مین مرنے سے نہین ڈرتا۔ فقدانِ راحت سے گھبرا گیا ہون + چھت چھلنی ہو گئی ہے ابر دو گھنٹے برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے +

نواب علاء الدین خان اور اُنکے والد نواب امین الدین خان مین کچھ شکر رنجی ہے۔ باپ دلی آئے ہین۔ اور بیٹے کو لوہارو چھوڑ آئے ہین + مرزا نواب علاء الدین خان کو خط مین لکھتے ہین "سنا گیا۔ کہ نواب امین الدین خان صاحب نے اپنی کوٹھی مین نزول اجلال کیا + پہر دن رہے از راہ مہربانی ناگاہ میرے ہان تشریف لائے مین نے تمھین پوچھا کہ وہ کیون نہین آئے؟ بھائی صاحب بولے کہ جب مین یہان آیا۔ تو کوئی وہان بھی تو رہے۔ اس سے علاوہ وہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہین مینے کہا۔ اتنا ہی جتنا تم اُسکو چاہتے ہو؟ ہنسنے لگے + غرضکہ مینے بظاہر اُنکو تم سے اچھا پایا + آگے تم لوگون کے (یعنی احمد بخش خانیون کے) دلون کا اللہ مالک ہے" +

ایک دفعہ کثرت اخراجات سے تنگ آکر بعضے ضروری خرچ بند کر دیے ہین۔ یہانتک

معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرزا خط لکھتے وقت ہمیشہ اس بات کو نصب العین رکھتے تھے۔ کہ خط مین کوئی ایسی بات لکھی جائے۔ کہ مکتوب الیہ اُسکو پڑھکر محظوظ اور خوش ہو+ پھر جس رتبے کا مکتوب الیہ ہوتا تھا۔ اُسکی سمجھہ اور مذاق کے موافق خط مین شوخیان کرتے تھے۔ مثلاً اپنے ایک دوست کو خط لکھا ہے۔ اسمین اُنکی لڑکی کو جو بچپن مین مرزا کے سامنے آتی تھی۔ اور اب جوان ہوگئی ہے۔ بعد دعا کے لکھتے ہین۔ کیون بھئی! اب ہم اگر کول آئے بھی۔ تو تمکو کیونکر دیکھین گے؟+ کیا تمہارے ملک مین بھتیجیان چچا سے پردہ کرتی ہین؟ یا مثلاً نواب امیرالدین احمد خان کو جو آپ رئیس لوہارو ہین اُنکے بچپن کے زمانے مین اُنکے رقعے کا جواب جسمین مرزا کو دادا صاحب لکھا تھا۔ اسطرح لکھتے ہین۔ اے مردم چشم جہان بین غالب! پہلے القاب کے معنی سمجھہ لو یعنی چشم جہان بین غالب کی پتلی۔ چشم جہان بین تمہارا باپ مرزا علاء الدین احمد خان بہادر۔ اور پتلی تم+ میان تمہارے دادا تو نواب امیرالدین خان بہادر ہین۔ مین تو صرف تمہارا دل دادہ ہون +

ایک دوست کو دسمبر ۱۸۵۸ء کی اخیر تاریخون مین خط لکھا ہے + اُنھون نے اُسکا جواب جنوری ۱۸۵۹ء کی پہلی یا دوسری کو لکھ بھیجا+ اسکے جواب مین اُنکو اسطرح لکھتے ہین۔ دیکھو صاحب! یہ باتین ہمکو پسند نہین ۱۸۵۸ء کے خط کا جواب ۱۸۵۹ء مین بھیجتے ہو۔ اور مزا یہ کہ جب تم سے کہا جائیگا۔ تو یہ کہوگے۔ کہ مین نے دوسرے ہی دن جواب لکھا ہے" +

ایک دوست کو رمضان مین خط لکھا ہے + اُسمین لکھتے ہین۔ دہوپ بہت تیز ہے + روزہ رکھتا ہون۔ مگر روزے کو بہلاتا رہتا ہون+ کبھی پانی پی لیا+ کبھی حقہ پی لیا+ کبھی کوئی ٹکڑا روٹی کا بھی کھا لیا۔ یہان کے لوگ عجب فہم رکھتے ہین۔ مین تو روزہ بہلاتا ہون۔ اور یہ صاحب فرماتے ہین۔ کہ تو روزہ نہین رکھتا۔ یہ نہین سمجھتے کہ روزہ نہ رکھنا اور چیز ہے۔ اور روزہ بہلانا اور بات ہے +

جس زمانے مین برہان قاطع پر اعتراض لکھے ہین۔ اور لوگون نے مرزا کی سخت

کہ یہ خود میر مہدی ہی کی نسبت لکھا ہے۔ میری نسبت نہین لکھا۔ اسیقدر اُنکو اس بات کا زیادہ خیال ہوا۔ کہ مین ازراہ کسر نفسی کے ایسا کہتا ہون*

مغربی طریقے پر جو قصّے لکھے جاتے ہین۔ اُن مین اکثر اس قسم کے سوال وجواب ہوتے ہین جیسے کہ مرزا کی تحریرون مین ہم اوپر دکھا چکے ہین۔ مگر وہان پر سوال وجواب کے سرے پر سائل اور مجیب کا نام یا اُنکے نامون کی کوئی علامت لکھدیجاتی ہے۔ ورنہ یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ سوال کہان ختم ہوا۔ اور جواب کہان سے شروع ہوا* مرزا ایسے موقع پر سائل ومجیب کا نام نہین لیتے۔ اور نہ اُنکے نام کی علامت لکھتے ہین۔ مگر سوال جواب کے ضمن مین ایک ایسا لفظ لے آتے ہین۔ جس سے صاف معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ سوال کیا ہے جواب کیا* شاید قصّے یا نودل مین یہ بات نہ چل سکے۔ مگر خطوط مین تو مرزا نے یہ راہ بالکل صاف کردی ہے*

مرزا کی طرز تحریر کی جو خصوصیتین اوپر مذکور ہوئین۔ یہ کوئی ایسی چیز نہین ہے۔ کہ اور لوگ اُسکی پیروی نہ کرسکین۔ مگر وہ چیز جس نے اُنکے مکاتبات کو نودل اور ڈراما سے زیادہ دلچسپ بنادیا ہے۔ وہ شوخی تحریر ہے۔ جو اکتساب یا مشق ومہارت یا پیروی وتقلید سے حاصل نہین ہوسکتی ہم دیکھتے ہین۔ کہ بعض لوگون نے خط وکتابت مین مرزا کی روش پر چلنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور اپنے مکاتبات کی بنیاد بذلہ سنجی اور ظرافت پر رکھنی چاہی ہے۔ مگر اُنکی اور مرزا کی تحریر مین وہی فرق پایا جاتا ہے۔ جو اصل اور نقل یا روپ اور بہروپ مین ہوتا ہے۔ مرزا کی طبیعت مین شوخی ایسی بھری ہوئی تھی۔ جیسی ستار کے تارمین سُر بھرے ہوئے ہوتے ہین۔ اور قوت متخیلہ جو شاعری اور ظرافت کی خلاق ہے۔ اُسکو مرزا کی دماغ کے ساتھ وہی نسبت تھی۔ جو قوت پرواز کو طائر کے ساتھ* اگرچہ مرزا کے بعد نثر اردو مین بے انتہا وسعت اور ترقی ہوئی ہے۔ علمی اخلاقی۔ پولیٹکل۔ سوشل۔ اور ریلجس مضامین کے لوگون نے دریا بہادیئے ہین۔ بائیوگرافی اور نودل مین بھی متعدد کتابین نہایت ممتاز لکھی گئی ہین۔ باوجود اسکے مرزا کی تحریر خط کتابت کے محدود دائرے مین بلحاظ دلچسپی اور لطف بیان کے اب بھی اپنا نظیر نہین رکھتی*

فرزند ہین۔ آپ سے خفا کیا ہو گئے" + بھائی آخر کوئی وجہ تو بتلاؤ۔ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیون باز رکھتے ہو" سبحان اللہ! اے لو حضرت! آپ تو خط نہین لکھتے اور مجھ سے فرماتے ہین کہ تو باز رکھتا ہے" اچھا تم باز نہین رکھتے۔ مگر یہ کہو۔ کہ تم کیون نہین چاہتے۔ کہ مین میر مہدی کو خط لکھون" کیا عرض کرون۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ جب آپکا خط جاتا۔ اور وہ پڑھا جاتا۔ تو مین سنتا اور حظ اُٹھاتا + اب جو مین وہان نہین ہون۔ تو نہین چاہتا۔ کہ آپکا خط جاے۔ مین اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہون + میری روانگی کے تین دن بعد آپ خط شوق سے لکھئے گا" میان! ہٹیمو + ہوش کی خبر لو! + تمہارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ؟ مین بوڑھا آدمی۔ بھولا آدمی۔ تمہاری باتون مین آگیا + اور آجتک اُسے خط نہین لکھا + لاحول ولا قوۃ" اس کے بعد میر مہدی سے مخاطب ہو کر اصل مطلب لکھتے ہین +

بعض جگہ مکتوب الیہ کو خطاب کرتے کرتے اُسکو غائب فرض کر لیتے ہین۔ یہانتک کہ جو لوگ مرزا کے انداز بیان سے واقف نہین۔ وہ اُسکو مکتوب الیہ کا غیر سمجھ لیتے ہین۔ مثلاً میر مہدی کو لکھتے ہین۔ "میر مہدی! جیتے رہو۔ آفرین! صد ہزار آفرین! اُردو عبارت لکھنے کا کیا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے۔ کہ مجکو رشک آنے لگا ہے + سنو۔ دلی کے تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطے مین گئی ہے۔ یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی۔ سو ایک ظالم پانی پت انصاریون کے محلے کا رہنے والا لوٹ لے گیا۔ مگر مین نے اُسکو بحل کیا + اللہ برکت دے +

ظاہر ہے۔ کہ اس عبارت مین ایک ظالم سے مراد خود میر مہدی مجروح ہین کیونکہ غدر کے بعد وہ پانی پت کے محلہ انصار مین کئی سال مقیم رہے تھے + مگر جو لوگ مرزا کی اٹکھیلی چالون سے ناواقف ہین۔ وہ غلطی سے اُسکے دوسرے معنی سمجھ جاتے ہین۔ اکثر لوگون کو اس خیال سے کہ راقم بھی پانی پت انصاری محلے کا رہنے والا ہے۔ ان الفاظ سے یہ دھوکا ہوا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے میری نسبت لکھا ہے۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ مین نے جسقدر اُنکو سمجھایا

تیغ تیز اور نامہ غالب اسکے سوا چند اجزا ایک ناتمام قصّے کے بھی ہین، جو مرزا نے مرنے سے چند روز پہلے لکھنا شروع کیا تھا + انمین سب سے زیادہ دلچسپ اور لطف انگیز اُنکے خطوط ہین - جنمین سے زیادہ تر اردوے معلی مین اور اُس سے کم عود ہندی مین جمع کر کے چھپوائے گئے ہین +

مرزا کی اُردو خط و کتابت کا طریقہ فی الواقع سب سے نرالا ہے + نہ مرزا سے پہلے کسی نے خط کتابت مین یہ رنگ اختیار کیا - اور نہ اُنکے بعد کسی سے اُسکی پوری پوری تقلید ہو سکی + اُنھون نے القاب و آداب کا پُرانا اور فرسودہ طریقہ اور بہت سی باتین جنکو مترسلین نے لوازم نامہ نگاری مین سے قرار دے رکھا تھا مگر درحقیقت فضول اور دور از کار تھین، سب اُڑا دین - وہ خط کو کبھی میان، کبھی برخوردار کبھی بھائی صاحب کبھی مہاراج کبھی کسی اور مناسب لفظ سے آغاز کرتے ہین + اسکے بعد مطلب لکھتے ہین - اور اکثر بغیر اس قسم کے الفاظ کے سرے ہی سے مدعا لکھنا شروع کر دیتے ہین +

اداے مطلب کا طریقہ بالکل ایسا ہے - جیسے دو آدمی بالمشافہ بات چیت یا سوال و جواب کرتے ہین، مثلاً اُنکو یہ لکھنا تھا - کہ محمد علی بیگ میرے کوٹھے کے نیچے سے گذرا + مین نے پوچھا + کہ لوہارو کی سواریان روانہ ہو گئین ؟ اُسنے کہا ابھی نہین ہوئین + مین نے پوچھا - کیا آج نہ جائینگی + اُسنے کہا آج ضرور جائینگی + تیاری ہو رہی ہے + اس مطلب کو انھون نے اسطرح ادا کیا ہے - محمد علی بیگ ادھر سے نکلا + "بھئی محمد علی بیگ ! لوہارو کی سواریان روانہ ہو گئین ؟"، "حضرت ! ابھی نہین"، "کیا آج نہ جائینگی ؟"، "آج ضرور جائینگی - تیاری ہو رہی ہے" +

میر مہدی مجروح کو خط لکھا ہے + انھین لکھنا یہ ہے کہ میرن صاحب آئے - اور اُنسے یہ باتین ہوئین + مگر وہ اسطرح نہین لکھتے، بلکہ اُسکو اسطرح شروع کرتے ہین +

اسے میرن صاحب "السلام علیکم" حضرت "آداب" کہو صاحب ! آج اجازت ہے - میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کی" حضور ! مین کیا منع کرتا ہون ؟ مگر مین اپنے ہر خط مین آپکی طرف سے دعا لکھ دیتا ہون - پھر آپ کیون تکلیف کرین" نہین میرن صاحب اُنکے خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہین - وہ خفا ہو [illegible] گا - جواب لکھنا ضرور ہے" حضرت ! وہ آپکے

مین مصروف تھی۔ ضرور ہے۔ کہ اُسوقت اُنکو فارسی زبان مین خط وکتابت کرنی اور وہ بھی اپنی طرز خاص مین شاق معلوم ہوئی ہوگی۔ اسلیئے قیاس چاہتا ہے۔ کہ انہون نے غالباً ۱۸۵۰ء کے بعد سے اُردو زبان مین خط لکھنے شروع کئے ہین۔ چنانچہ وہ ایک خط مین لکھتے ہین۔ "کہ فارسی زبان مین خطون کا لکھنا پہلے سے متروک ہے۔ پیرانہ سری اور ضعف کے صدمون سے محنت پژوہی اور جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رہی۔ حرارت عزیزی کو زوال ہے۔ اور یہ حال ہے ؎

| | مضمحل ہوگئے قویٰ غالب | | اب عناصر مین اعتدال کہان" | |
|---|---|---|---|---|

غالباً اُردو زبان مین تحریر اختیار کرنے کو مرزا نے اوّل اوّل اپنی شان کے خلاف سمجھا ہوگا۔ مگر بعض اوقات انسان اپنے جس کام کو حقیر اور کم وزن خیال کرتا ہے۔ وہی اُسکے شہرت اور قبولیت کا باعث ہوجاتا ہے۔ جہانتک دیکھا جاتا ہے۔ مرزا کی عام شہرت ہندوستان مین جسقدر اُنکی اُردو نثر کی اشاعت سے ہوئی ہے۔ ویسی نظم اُردو اور نظم فارسی اور نثر فارسی سے نہین ہوئی اگرچہ لوگ عموماً مرزا کو فارسی کا بہت بڑا شاعر جانتے تھے۔ اور اُنکے اُردو زبان کو بھی ایک عالی رتبہ کلام عام افہام سے بالاتر سمجھتے تھے۔ مگر لوگون کا ایسا خیال کرنا محض تقلیداً تھا۔ نہ تحقیقاً۔ وہ خود اپنے ایک مرتبہ دان اور پایہ شناس دوست کو خط مین لکھتے ہین۔ "میرے فارسی قصیدے کہ جنپر مجکو ناز ہے۔ کوئی اُنکا لطف نہین اُٹھاتا۔ مگر بطریق اذعان۔ کہ یہ شخص فارسی خوب کہتا ہے۔ دادِ سخن کہان؟۔ اور ادراک پایۂ سخن کہان؟ مہر نیمروز کے یا انسات جزو۔ جو آپکے پاس بھیجے ہین میری خاطر نہ کیجئے۔ انصاف سے کہیئے۔ کہ یہ نثر کہین اور ہے۔ اور پھر اُس نثر کا کوئی مشتاق نہ ہو؟" ✦

اگرچہ مرزا کی اُردو نثر کی قدر بھی جیسی کہ چاہیئے۔ ویسی نہین ہوئی۔ چنانچہ بعض اوقات تحریرون مین دیکھا گیا۔ کہ اردوے معلی اور بوستان خیال کی عبارت کو ایک مرتبے مین رکھا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی مرزا کی اُردو نثر کے قدردان بہ نسبت ناقدردانون کے ملک مین بہت زیادہ نکلین گے۔

مرزا کی اُردو نثر مین زیادہ تر خطوط ورقعات ہین۔ چند تقریظین اور دیباچے ہین اور تین مختصر رسالے ہین۔ جو برہان قاطع کے طرفدارون کے جواب مین لکھے ہین۔ لطائف غیبی

لے رہا ہے + جدھر دیکھو العطش العطش کی پکار ہے +
اسی طرح متاخرین نے ہر مضمون کو جو قدما نیچرل طور پر باندھ گئے تھے نیچرل کی سرحد سے ایک دوسرے عالم میں پہونچا دیا + معشوق کے دہن کو تنگ کرتے کرتے صفحہ ہستی سے یک قلم مٹا دیا - کمر کو پتلی کرتے کرتے بالکل معدوم کر دیا + زلف کو دراز کرتے کرتے عمر خضر سے بڑھا دیا رشک کو بڑھاتے بڑھاتے خدا سے بھی بدگمان بن گئے + جدائی کی رات کو طول دیتے دیتے ابد سے جا بھڑایا + الغرض جب پچھلے انھین مضامین کو جو اگلے باندھ گئے ہین - اوڑھنا اور بچھونا بنا لیتے ہین - تو اُنکو مجبوراً نیچرل شاعری سے دست بردار ہونا پڑتا ہے +
اس سے ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہیے - کہ متاخرین کی شاعری ہمیشہ اَن نیچرل ہوتی ہے نہین بلکہ ممکن ہے - کہ متاخرین مین کچھ ایسے لوگ بھی ہون - جو قدما کی جولانگاہ کے علاوہ ایک دوسرے میدان مین طبع آزمائی کرین - یا اُسی جولانگاہ کو کسی قدر وسعت دین - یا زبان مین بہ نسبت متقدمین کے زیادہ گھلاوٹ اور لوچ اور وسعت اور صفائی پیدا کر سکین + چنانچہ ہم دیکھتے ہین - کہ لکھنؤ مین میر انیس نے مرثیہ گوئی انتہا ترقی دی ہے - اور نواب مرزا شوق نے مثنوی کو زبان اور بیان کے لحاظ سے بہت صاف کیا ہے + اسی طرح دلی مین ذوق ظفر اور خاصکر داغ نے غزل کی زبان مین نہایت وسعت و صفائی اور بانکپن پیدا کر دیا ہے +

## مرزا اسد اللہ خان غالب کی اردو نثر پر ریویو

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا ۱۸۵۰ء تک ہمیشہ فارسی مین خط و کتابت کرتے تھے - مگر سنہ مذکور مین جبکہ وہ تاریخ نویسی کی خدمت پر مامور کئے گئے - اور ہمہ تن مہر نیمروز کے لکھنے مین مصروف ہو گئے - اسوقت بضرورت اُنکو اردو مین خط و کتابت کرنی پڑی ہو گی + وہ فارسی نثر مین اور اکثر فارسی خطوط جنمین قوت متخیلہ کا عمل اور شاعری کا عنصر نظم سے بھی کسی قدر غالب معلوم ہوتا ہے - نہایت کاوش سے لکھتے تھے + پس جب اُنکی ہمت مہر نیمروز کی ترتیب دانشا

بابون مین کنگھی کرتا ہے تو وہ جون کی طرح چھٹر پڑتا ہے+کبھی وہ ایسا ملپٹ ہوجاتا ہے۔ کہ
زلف یار کی ایک ایک شکن اور ایک ایک لٹ مین اُسکی تلاش کیجاتی ہے۔ مگر کہین کچھہ سراغ
نہین ملتا+کبھی وہ بیع بالخیار کے قاعدے سے یار کے ہاتھہ اس شرط پر فروخت کیا جاتا ہے۔ کہ
پسند آئے تو رکھنا ورنہ پھیر دینا۔ اور کبھی اُسکا نیلام بول دیا جاتا ہے کہ جو زیادہ دام لگائے وہی لیجائے
یا مثلاً اگلون نے معشوق کو اسلئے کہ وہ گویا لوگون کے دل شکار کرتا ہے۔ مجازاً صیاد باندھا
تھا۔ پچھلون نے رفتہ رفتہ اسپر تمام احکام حقیقی صیاد کے مترتب کر دیئے۔ اب وہ کہین جال لگاکر
چڑیان پکڑتا ہے+کہین اسکو تیر مارکر گراتا ہے+کہین اُنکو زندہ پنجرے مین بند کرتا ہے کہین
اُنکے پر نوچتا ہے+کہین اُنکو ذبح کرکے زمین پر تڑپاتا ہے+جب کبھی وہ تیر کمان لگاکر جنگل کی
طرف جانکلتا ہے۔ تمام جنگل کے پنچھی اور پکھیرو اُس سے پناہ مانگتے ہین+سیکڑون پرندون
کے کباب لگاکر کھا گیا+سیکڑون پنجرے قمریون اور کبوترون اور لوُون اور بٹیرون کے اُسکے
دروازے پر ٹنگے رہتے ہین+سارے چڑی مار اُسکے آگے کان پکڑتے ہین+

یا مثلاً اگلون نے عشق الٰہی یا محبت روحانی کو جو ایک انسان کو دوسرے انسان
کے ساتھہ ہوسکتی ہے۔ مجازاً شراب کے نشہ سے تعبیر کیا تھا۔ اور اس مناسبت سے جام وصراحی
خم وپیمانہ۔ ساقی ومے فروش وغیرہ کے الفاظ بطور استعارہ کے استعمال کیے تھے+یا بعض شعرا
متصوفین نے شراب کو اسوجہ سے کہ وہ اس دار الغرور کے تعلقات سے تھوڑی دیر کو فارغ البال
کرنے والی ہے۔ بطور تفاول کے موصل الی المطلوب قرار دیا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ اور اُسکے تمام
لوازمات اپنے حقیقی معنون مین استعمال ہونے لگے۔ یہانتک کہ مشاعرہ بلا مبالغہ کلال
کی دُکان بنگئی+ایک کہتا ہے لا+دوسرا کہتا ہے اور لا+تیسرا کہتا ہے۔ پیالہ نہین تو اوک ہی
سے پلا+کچھہ بہک رہے ہین کچھہ پکار رہے ہین۔ کوئی وعظ پر پھبتی کہتا ہے+کوئی زاہد کی
ڈاڑھی پر ہاتھہ لپکاتا ہے+کوئی شیخ کی پگڑی اُچھالتا ہے+جوان اور بوڑھے۔ جاہل اور
عالم۔ رند اور پارسا۔ سب ایک رنگ مین رنگے ہوئے ہین۔ جو ہے نشہ کے خمار مین انگڑائیان

کہ اُنھوں نے عشق و محبت کے اسباب اور دواعی محض نیچرل اور سیدھے سادے طور پر معشوق کی صورت۔ حسن و جمال۔ نگاہ اور ناز و انداز وغیرہ کو قرار دیا ہوگا۔ انکے بعد لوگوں نے انھیں باتوں کو مجاز اور استعارہ کے پیرایہ میں بیان کیا۔ مثلاً نگاہ و ابرو یا غمزہ و ناز و ادا کو مجازاً تیغ و شمشیر کے ساتھ تعبیر کیا۔ اور اس جدت و تازگی سے وہ مضمون زیادہ لطیف و بامزہ ہوگیا + متاخرین جب اسی مضمون پر پل پڑے۔ اور اُنکو قدما کے استعارے سے بہتر کوئی اور استعارہ ہاتھ نہ آیا۔ اور جدت پیدا کرنیکا خیال دامنگیر ہوا۔ انھوں نے تیغ و شمشیر کے مجازی معنوں سے قطع نظر کی۔ اور اُس سے خاص سروہی یا اصیل تلوار مراد لینے لگے۔ جو قبضہ یا باڑ۔ پیپلا۔ آب اور تاب اور ڈاب سب کچھ رکھتی ہے۔ میان میں رہتی ہے گلے میں حمائل کیجاتی ہے۔ زخمی کرتی ہے۔ ٹکڑے اُڑاتی ہے۔ سر اُتارتی ہے۔ خون بہاتی ہے۔ جو رنگ کاٹتی ہے + اُسکی دھار تیز بھی ہوسکتی ہے۔ اور کند بھی قاتل کا ہاتھ اُسکے مارنے سے تھک سکتا ہے + وہ قاتل کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر سکتی ہے + اسکے مقتول کا مقدمہ عدالت میں دائر ہوسکتا ہے + اُس کا قصاص لیا جاسکتا ہے + اُسکے وارثوں کو خون بہا دیا جاسکتا ہے + غرض کہ جو خواص ایک لوہے کی اصلی تلوار میں ہوسکتے ہیں۔ وہ سب اُسکے لئے ثابت کرنے لگے +

یا مثلاً اگلوں نے کسی پر عاشق ہوجانے کو مجازاً دل دادن یا دل باختن یا دل بُردن وغیرہ سے تعبیر کیا تھا + رفتہ رفتہ متاخرین نے دل کو ایک ایسی چیز قرار دے لیا۔ جو کہ مثل ایک جواہر یا ایک پھل کے ہاتھ سے چھینا جاسکتا ہے۔ واپس لیا جاسکتا ہے۔ کھویا اور پایا جاسکتا ہے۔ کبھی اسکی قیمت پر تکرار ہوتی ہے۔ سودا ہوتا ہے تو دیا جاتا ہے۔ ورنہ نہیں دیا جاتا + کبھی اُسکو معشوق عاشق سے لیکر کسی طاق میں ڈالکر بھول جاتا ہے + اتفاقاً وہ عاشق کے ہاتھ لگ جاتا ہے۔ اور وہ آنکھ بچا کر وہاں سے اُڑا لاتا ہے۔ پھر معشوق کے ہاں اُسکی ڈھنڈیا پڑتی ہے۔ اور عاشق اُسکی رسید نہیں دیتا + کبھی وہ یاروں کے جلسہ میں آنکھوں ہی آنکھوں میں غائب ہوجاتا ہے + سارا گھر چھان مارتے ہیں۔ کہیں پتہ نہیں لگتا۔ اتفاقاً معشوق جو

| کیا نزاکت ہے جو توڑے شاخ گل سے کوئی پھول | | آتش گل سے پڑے چھالے تمہارے ہاتھ مین |
|---|---|---|

نزاکت کسی درجہ کی کیون نہ ہو۔ یہ ممکن نہین کہ آتشِ گل یعنی خود گل کے چھونے سے ہاتھ مین چھالے پڑجائین۔ یا مثلاً ذوق کا یہ شعر ہے۔

| دفن ہے جس جا یہ کشتہ سرد مہری کا ترے | | بیشتر ہوتا ہے پیدا وہان شجر کافور کا" |
|---|---|---|

سرد مہری مین اتنی ٹھنڈک ہو سکتی ہے۔ جتنی کہ لفظ سرد مین + پھر اسکے کشتہ کی خاک مین اتنا اثر ہونا کہ اس سے شجر کافور پیدا ہو محض الفاظ ہی الفاظ ہین جنمین معنی کا بالکل نشان نہین +

ہر زبان مین نیچرل شاعری ہمیشہ قدما کے حصہ مین رہی ہے۔ مگر قدما کے اول طبقہ مین شاعری کو قبولیت کا درجہ حاصل نہین ہوتا + انھین کا دوسرا طبقہ اُسکو سڈول بناتا ہے۔ اور سانچے مین ڈھال کر اُسکو خوشنما اور دلربا صورت مین ظاہر کرتا ہے + مگر اُسکی نیچرل حالت کو اُس خوشنمائی اور دلربائی مین بھی بدستور قایم رکھتا ہے + اُنکے بعد متاخرین کا دورہ شروع ہوتا ہے + اگر یہ لوگ قدما کی تقلید سے قدم باہر نہین رکھتے۔ اور خیالات کے اسی دائرہ مین محدود رہتے ہین جو قدما نے ظاہر کئے تھے۔ اور نیچر کے اُس منظر سے جو قدما کے پیش نظر تھا۔ آنکھ اُٹھا کر دوسرے طرف نہین دیکھتے۔ تو اُنکی شاعری رفتہ رفتہ نیچرل حالت سے تنزل کرتی ہے۔ یہانتک کہ وہ نیچر کی راہ راست سے بہت دور جا پڑتے ہین + اسکی مثال ایسی سمجھنی چاہئے۔ کہ ایک باورچی نے ایسے مقام پر جہان لوگ سالم۔ کچے اور الونے ماش یا مونگ پانی مین بھیگے ہوئے کھاتے تھے۔ انھین پانی مین اُبال کر اور نمک ڈال کر لوگون کو کھلایا۔ انھون نے اپنی معمولی غذا سے اسی کو بہت غنیمت سمجھا + دوسرے باورچی نے ماش یا مونگ دلوا کر اور دال کو دھو کر مناسب مصالح اور گھی ڈالکر کھانا تیار کیا۔ اب تیسرے باورچی کو اگر وہ دال ہی کے پکانے مین اپنی اُستادی ظاہر کرنی چاہتا ہے۔ اسکے سوا اور کوئی موقع تنوع پیدا کرنیکا باقی نہین رہا۔ کہ وہ مقدار مناسب سے زیادہ مرچین اور کھٹائی اور گھی ڈالکر لوگونکو اپنی چٹ پٹی ہانڈی پر فریفتہ کرے +

اسی مطلب کو ہم دوسری طرح پر دلنشین کرنے مین کوشش کرتے ہین + فرض کرو کہ فارسی زبان مین جبسے اُردو شاعری کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ جن لوگون نے اوّل غزل لکھی ہوگی ضرور ہے

طبیعت کوئی دن مین بھر جائیگی | چڑھی ہے یہ آندھی اُتر جائیگی
رہین گی دم مرگ تک خواہشین | یہ نیت کوئی آج بھر جائے گی

ان دونون شعرون کا مضمون گو ایک دوسرے کے ضد معلوم ہوتا ہے۔ مگر دونون اپنی اپنی جگھہ نیچر کے مطابق ہین + فی الواقع ہوا و ہوس کا بھوت بڑی زور شور کے ساتھہ سر پر چڑھتا ہے۔ مگر بہت جلد اُتر جاتا ہے۔ اور فی الواقع دنیا کی خواہشون سے کبھی نیت سیر نہین ہوتی + یا مثلاً غالب کا یہ شعر ہے۔

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج | مشکلین اتنی پڑین مجھپر کہ آسان ہو گئین"

یہ شعر بھی نیچرل ہے۔ اور فطرت انسان کے کسی قدر گہری اور پوشیدہ خاصیت کا پتا دیتا ہے جسکے بیان کرنے کے بعد کوئی شخص اُس سے انکار نہین کر سکتا +

اوپر کے تمام اشعار جیسا کہ ظاہر ہے۔ ایسے ہین جنکو لفظاً اور معنیً دونون حیثیتون سے نیچرل کہنا چاہیئے + اب ہم چند مثالین ایسی دیتے ہین جنکو لفظاً یا معنیً یا دونون حیثیتون سے نیچرل نہین کہا جا سکتا + مثلاً ناسخ کا یہ شعر ہے۔

کبھی ہے دھیان عارض کا کبھی یاد مژہ دلکو | کبھی ہین خار پہلو مین کبھی گلزار پہلو مین"

اس شعر کو صرف لفظاً نیچرل کہا جا سکتا ہے۔ لیکن معنیً نہین کہا جا سکتا + معشوق کے تصور سے بلاشبہہ عاشق کو فرحت ہو سکتی ہے۔ اور رنج بھی + لیکن جب فرحت ہو۔ تو عارض اور مژگاں دونون کی تصور سے فرحت ہونی چاہیئے۔ اور جب رنج ہو تو دونون کے تصور سے رنج ہونا چاہیئے یہ نہین ہو سکتا۔ کہ پلکین جو خار سے مشابہ ہین۔ اُنکے تصور سے پہلو مین خار ہون۔ اور عارض جو گل سے مشابہ ہے۔ اُسکے تصور سے پہلو مین گلزار ہو + یا مثلاً غالب کا یہ شعر ہے ؎

عرض کیجیے جوہر اندیشہ کی گرمی کہان | کچھہ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا"

جوہر اندیشہ مین کیسی ہی گرمی ہو۔ یہ کسی طرح ممکن نہین۔ کہ اُس بن صحرا نوردی کا خیال آنے سے خود صحرا جل اُٹھے + یا مثلاً امیر مینائی کا یہ شعر ہے ؎

یعنی فطرت یا عادت کے موافق ہو لفظاً نیچر کے موافق ہونے سے یہ غرض ہے۔ کہ شعر کے الفاظ اور انکی ترکیب و بندش تا بمقدور اُس زبان کی معمولی بول چال کے موافق ہو جسمین وہ شعر کہا گیا ہے۔ کیونکہ ہر زبان کی معمولی بول چال اور روزمرہ اُس ملک والون کے حق مین جہان وہ زبان بولی جاتی ہے نیچر یا سکنڈ نیچر کا حکم رکھتے ہین+ پس شعر کا بیان جسقدر کہ بے ضرورت معمولی بول چال اور روزمرہ سے بعید ہوگا۔ اُسیقدر اَن نیچرل سمجھا جائیگا+ معنی نیچر کے موافق ہونے سے یہ مطلب ہے۔ کہ شعر مین ایسی باتین بیان کیجائین جیسی کہ ہمیشہ دُنیا مین ہوا کرتی ہین یا ہونی چاہیئن+ پس جس شعر کا مضمون اسکے خلاف ہوگا۔ وہ اَن نیچرل سمجھا جائیگا+ مثلاً میر حسن دہلوی کے یہ اشعار ہ

| | |
|---|---|
| کوئی رکھ کے زیر زنخدان چھڑی | رہی نرگس آسا کھڑی کی کھڑی |
| رہی کوئی اُنگلی کو دانتون مین داب | کسی نے کہا گھر ہوا یہ خراب |

ان دونون شعرون کو نیچرل کہا جائیگا۔ کیونکہ بیان بھی بول چال کے موافق ہے اور مضمون بھی ایسا ہے کہ جس موقع پر وہ لایا گیا ہے وہان ہمیشہ ایسا ہی واقع ہوا کرتا ہے۔ یا مثلاً ذوق کا یہ شعر ہے ہ

| | |
|---|---|
| رہتا ہے اپنا عشق مین یون دل سے مشورہ | جس طرح آشنا سے کرے آشنا صلاح |

اس شعر کو بھی نیچرل کہا جائیگا۔ کیونکہ عشق مین اور ہر ایک مشکل کے وقت انسان اپنے دل سے اسی طرح مشورہ کیا کرتا ہے+ یا مثلاً ظفر کا یہ شعر ہے ہ

| | |
|---|---|
| تیرے رخسار و گیسو کو بتا تشبیہ دون کیونکر | نہ ہے لالہ مین رنگ ایسا نہ ہے سنبل مین بو ایسی |

اس شعر کو بھی نیچرل کہا جائیگا۔ کیونکہ عاشق کو فی الواقع کوئی رنگ اور کوئی بو معشوق کے رنگ و بو سے بہتر۔ یا اُسکے برابر نہین معلوم ہوتی۔ یا مثلاً مومن خان کا یہ شعر ہے ہ

| | |
|---|---|
| تم مرے پاس ہوتے ہو گویا | جب کوئی دوسرا نہین ہوتا |

یہ بھی نیچرل شعر سمجھا جائیگا۔ کیونکہ جس سے تعلق خاطر بڑھ جاتا ہے۔ اُسکا تصور تنہائی مین ہمیشہ پیش نظر رہتا ہے+ یا مثلاً داغ کے یہ اشعار ہین۔

میرے ساتھ وہ سلوک کیا کہ ناگفتہ بہ ہے) وہ مصرعون مین اسطرح بیان کرتے ہین ؎

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا۔ مری جو شامت آئے ۔۔۔ اٹھا اور اٹھ کے قدم مین نے پاسبان کے لئے

یا مثلاً مرزا غالب کہتے ہین ؎

روتے سے اور عشق مین بیباک ہوگئے ۔۔۔ دہوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہوگئے

فائدہ ہے۔ کہ جب تک انسان عشق و محبت کو چھپاتا ہے۔ اسکو ہر ایک بات کا پاس و لحاظ رہتا ہے۔ لیکن جب راز فاش ہوجاتا ہے۔ تو پھر اسکو کسی سے شرم اور حجاب نہین رہتا۔ اس شعر مین بھی مضمون ادا کیا گیا ہے+ دہویا جانا۔ بیحیا اور بے لحاظ ہوجانے کو کہتے اور پاک آزاد۔ اوچھے کو کہتے ہین+ رونے کے لئے دھویا جانا۔ اور دھوئے جانے کے لئے پاک ہونا۔ باوجود انہی لفظی مناسبتون اور محاورہ کی نشست اور روزمرہ کی صفائی کے مضمون پورا پورا ادا ہوگیا ہے۔ اور کوئی بات ان نیچرل نہین ہے+ یا مثلاً مومن خان کہتے ہین +

اِک کل تم جو بزم غیر مین آنکھین چرا گئے ۔۔۔ کھوئے گئے ہم ایسے کہ اغیار پا گئے

آنکھین چرانا۔ اغماض و بے توجہی کرنا ہے+ کھویا جانا شرمندہ اور کھسیانا ہونا+ پا جانا۔ سمجھ جانا۔ یا تاڑ جانا+ معنی ظاہر ہین+ اس شعر کا مضمون بھی بالکل نیچرل ہے۔ اور محاورات کی نشست اور روزمرہ کی صفائی قابل تعریف ہے۔ اگرچہ اسکا ماخذ مرزا غالب کا یہ شعر ہے ؎

گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق ۔۔۔ پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہین کہ وہ پا جائے ہے

مگر مومن کا بیان زیادہ صفائی سے بندھا ہے ؎

الغرض روزمرہ کی پابندی تمام اصناف سخن مین عموماً۔ اور غزل مین خصوصاً جہانتک ہوسکے نہایت ضروری چیز ہے۔ اور محاورہ بھی بشرطیکہ سلیقہ سے باندھا جائے شعر کا زیور ہے۔

## نیچرل شاعری

نیچرل شاعری سے وہ شاعری مراد ہے۔ جو لفظاً و معنیً دونون حیثیتون سے نیچر

جسمین روزمرہ کا لحاظ کیا گیا ہو۔ اور اگر روزمرہ کے ساتھہ محاورہ کی چاشنی بھی ہو تو وہ اُنکو اور بھی زیادہ مزہ دیتی ہے + مگر عوام اور خواص کی پسند مین بہت بڑا فرق ہے + عوام ۔ محاورہ یا روزمرہ کے ہر شعر کو سُنکر سر دُھنے لگتے ہین۔ اگرچہ شعر کا مضمون کیسا ہی تبذل یا رکیک اور سُبک ہو۔ اور اگرچہ محاورہ کیسا ہی بے سلیقگی سے باندھا گیا ہو + اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ جن اسلوبون مین وہ ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہین جب اُنھین اسلوبون مین وزن کی کھچاوٹ اور قافیون کا تناسب دیکھتے ہین۔ اور معمولی بات چیت کو شعر کے سانچے مین ڈھلا ہوا پاتے ہین۔ تو اُنکو ایک نوع کا تعجب اور تعجب کے ساتھہ خوشی پیدا ہوتی ہے + مگر خواص کی پسند اور تعجب کے لئے صرف روزمرہ کا وزن کے سانچے مین ڈھال دینا کافی نہین ہے + اُنکے نزدیک محض تک بندی ۔ اور محض معمولی بات چیت کو موزون کر دینا کوئی تعجب خیز بات نہین ہے۔ ہان اگر وہ دیکھتے ہین۔ کہ ایک سنجیدہ مضمون معمولی روزمرہ مین کمال خوبی اور صفائی اور بے تکلفی سے ادا کیا گیا ہے۔ تو بلاشبہہ اُنکو بے انتہا تعجب اور حیرت ہوتی ہے۔ کیونکہ فن شعر مین اور خاصکر اُردو زبان مین کوئی بات اس سے زیادہ مشکل نہین ہے۔ کہ عمدہ مضمون معمولی بول چال اور روزمرہ مین پورا پورا ادا ہو جائے + جن لوگون نے روزمرہ کی پابندی کو سب چیزون سے مقدم سمجھا ہے۔ اُنکے کلام کو بھی جب نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ تو جا بجا فروگذاشتین اکثر نظر آتی ہین۔ پس جب کوئی شعر باوجود مضمون کی متانت اور سنجیدگی کے روزمرہ اور محاورہ مین بھی پورا اُتر جائے۔ تو لامحالہ اُس سے ہر صاحب ذوق کو تعجب ہوتا ہے + مثلاً میر انشاء اللہ خان اس بات کو کہ افسردگی کے عالم مین خوشی اور عیش و عشرت کی چھیڑ چھاڑ سخت ناگوار گذرتی ہے۔ اسطرح بیان کرتے ہین + شعر

"نہ چھیڑ اے نکہتِ بادبہاری راہ لگ اپنے | تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین"

یا مثلاً مرزا غالب اتنے بڑے مضمون کو کہ ”مین معشوق کے مکان پر پہونچا۔ تو اوّل خاموش کھڑا رہا۔ پاسبان نے سائل سمجھکر کچھہ نہ کہا۔ جب معشوق کے دیکھنے کا حد سے زیادہ شوق ہوا۔ اور صبر کی طاقت نہ رہی۔ تو پاسبان کے قدمون پر گر پڑا ۔ اب اُسنے جانا۔ کہ اسکا مطلب کچھہ اور ہے۔ اُسنے

کوس پر ایک ایک پختہ سرا اور کوس کوس بھر پر ایک ایک مینار بنا ہوا تھا" مثلاً آج تک انسے ملنے کا موقع نہ ملا" یہان نہ ملا کی جگہ نہین ملا چاہیے - یا وہ خاوند کے مرنے سے درگور ہوئی - یہان زندہ درگور ہوگئی چاہیے - یا ؎ سو گئے سبب بخت تب بیدار آنکھین ہوگئین" یہان ہوگئین کے جگہہ ہوئین چاہیئے - یا ؎ دیکھتے ہی دیکھتے یہ کیا ہوا" یہان کیا ہوگیا، چاہیے -

الغرض نظم ہو یا نثر - دونون مین روزمرہ کی پابندی جہانتک ممکن ہو - نہایت ضروری ہے - مگر محاورہ کا ایسا حال نہین ہے - محاورہ اگر عمدہ طور سے باندھا جاے - تو بلاشبہ پست شعر کو بلند اور بلند کو بلند تر کر دیتا ہے - لیکن ہر شعر مین محاورہ کا باندھنا ضرور نہین - بلکہ ممکن ہے - کہ شعر بغیر محاورہ کے بھی فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر واقع ہو - اور ممکن ہے - کہ ایک پست اور ادنیٰ درجہ کے شعر مین بے تمیزی سے کوئی لطیف و پاکیزہ محاورہ رکھدیا گیا ہو - ایک مشہور شاعر کا شعر ہے ؎

| | |
|---|---|
| گو ہر اشک سے لبریز ہے سارا دامن | آجکل دامنِ دولت ہے ہمارا دامن |

اس شعر مین کوئی محاورہ نہین باندھا گیا - باوجود اسکے شعر تعریف کے قابل ہے - دوسری جگہہ بھی شاعر کہتا ہے ؎

| | |
|---|---|
| اُسکا خط دیکھتے ہین جب صیاد | طوطے ہاتھون کے اُڑا کرتے ہین |

اس شعر مین نہ کوئی خوبی ہے - نہ مضمون ہے - صرف ایک محاورہ بندھا ہوا ہے - اور وہ بھی روزمرہ کے خلاف - یعنی اُڑ جاتے ہین کی جگہہ اُڑا کرتے ہین - محاورہ کو شعر مین ایسا سمجھنا چاہیے جیسے کوئی خوبصورت عضو - بدن انسان مین - اور روزمرہ کو ایسا جاننا چاہیے - جیسے تناسب اعضا بدن انسان مین جسطرح بغیر تناسب اعضا کے کسی خاص عضو کی خوبصورتی سے حسن بشری کامل نہین سمجھا جاسکتا - اسی طرح بغیر روزمرہ کی پابندی کے محض محاورات کے جا و بے جا رکھدینے سے شعر مین کچھہ خوبی پیدا نہین ہوسکتی -

شعر کی معنوی خوبی کا اندازہ اہل زبان اور غیر اہل زبان دونون کرسکتے ہین لیکن لفظی خوبیون کا اندازہ کرنا صرف اہل زبان کا حصہ ہے - اہل زبان عموماً اس شعر کو زیادہ پسند کرتے ہین

کیونکہ ان سب مثالون مین اُتارنا اپنے حقیقی معنون مین مستعمل ہوا ہے + ہان نقشہ اُتارنا نقل اُتارنا۔
دل سے اُتارنا۔ ہاتھ اُتارنا۔ پہنچا اُتارنا۔ یہ سب محاورے کہلائینگے۔ کیونکہ ان سب مثالون مین
اُتارنے کا اطلاق مجازی معنون پر کیا گیا ہے + یا مثلاً کھانا + اسکے حقیقی معنی کسی چیز کو دانتون سے
چبا کر یا بغیر چبائے حلق سے اُتارنے کے ہین۔ مثلاً روٹی کھانا۔ دوا کھانا۔ افیم کھانا وغیرہ لیکن انمین
سے کسی کو دوسرے معنی کے لحاظ سے محاورہ نہین کہا جائیگا۔ کیونکہ سب مثالون مین کھانا اپنے حقیقی معنون
مین مستعمل ہوا ہے + ہان غم کھانا۔ قسم کھانا۔ دھوکا کھانا۔ پچھاڑین کھانا۔ ٹھوکر کھانا۔ یہ سب محاورہ کہلائینگے

محاورہ کے جو معنی ہمنے اوّل بیان کئے ہین۔ وہ عام یعنی دوسرے معنون کو بھی شامل ہین
لیکن دوسرے معنی پہلے معنی سے خاص ہین + پس جس ترکیب کو پہلے معنون کے لحاظ سے محاورہ
کہا جائیگا۔ اسکو دوسرے معنون کے لحاظ سے بھی محاورہ کہا جاسکتا ہے + لیکن یہ ضرور نہین۔ کہ جس ترکیب
کو پہلے معنون کے لحاظ سے محاورہ کہا جاے۔ اُسکو دوسرے معنون کے لحاظ سے بھی محاورہ کہا جائے۔
مثلاً تین پانچ کرنا (یعنی جھگڑا کرنا) ہم اسکو دونون معنون کے لحاظ سے محاورہ کہہ سکتے ہین۔ کیونکہ یہ ترکیب
اہل زبان کے بول چال کے بھی موافق ہے۔ اور نیز اسمین تین پانچ کا لفظ اپنے حقیقی معنون مین بولا
گیا ہے + لیکن روٹی کھانا۔ یا میوہ کھانا۔ یا پان سات۔ یا دس بارہ وغیرہ صرف پہلے معنون کے لحاظ سے
محاورہ قرار پاسکتے ہین۔ نہ دوسرے معنون کے لحاظ سے۔ کیونکہ یہ تمام ترکیبین اہل زبان کی بول چال کے
موافق تو ضرور ہین۔ مگر انمین کوئی لفظ مجازی معنون مین مستعمل نہین ہوا + آیندہ ہم ان دونون
معنون مین تمیز کے لئے پہلی قسم کے محاورہ پر روزمرہ کا اور دوسری قسم پر محاورہ کا اطلاق کرینگے +

روزمرہ اور محاورہ مین من حیث الاستعمال ایک اور بھی فرق ہے۔ روزمرہ کی پابندی
جہانتک ممکن ہو۔ تقریر و تحریر اور نظم و نثر مین ضروری سمجھی گئی ہے۔ یہانتک کہ کلام مین جسقدر کہ
روزمرہ کی پابندی کم ہوگی۔ اُسیقدر فصاحت کے درجہ سے ساقط سمجھا جائیگا + مثلاً کلکتہ سے
پشاور تک سات آٹھ کوس پر ایک پختہ سرا اور ایک کوس پر مینار بنا ہوا تھا + یہ جملہ روزمرہ کے
موافق نہین ہے۔ بلکہ اسکی جگہ یہ ہونا چاہئے۔ کلکتہ سے پشاور تک سات سات آٹھ آٹھ

سنہ ۱۹۰۴ء مین گورنمنٹ عالیہ نے مولٰنا کو شمس العلماء کے خطاب سے سرفراز کیا جو اُنکی علمی خدمات کے اعتبار سے ہر طرح زیبا و مناسب تھا + ۳۱ - دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء کو داعی اجل کو لبیک کہکر اس دارفانی سے چل بسے قومی اور نیچرل شاعری کا آفتاب غروب ہوگیا +

# محاورہ اور روزمرہ

محاورہ لغت مین مطلقاً بات چیت کرنے کو کہتے ہین + خواہ وہ بات چیت اہل زبان کے روزمرہ کے موافق ہو - خواہ مخالف - لیکن اصطلاح مین خاص اہل زبان کے روزمرہ بول چال - یا اسلوب بیان کا نام محاورہ ہے - پس ضرور ہے - کہ محاورہ تقریباً دو یا دو سے زیادہ الفاظ مین پایا جاے + کیونکہ مفرد الفاظ کو روزمرہ بول چال یا اسلوب بیان نہین کہا جاتا - بخلاف لغت کے - کہ اُسکا اطلاق ہمیشہ مفرد الفاظ پر یا ایسے الفاظ پر جو بمنزلہ مفرد کے ہین - کیا جاتا ہے + مثلاً پانچ اور سات دو لفظ ہین - جنپر الگ الگ لغت کا اطلاق ہوسکتا ہے - مگر ان مین سے ہر ایک کو محاورہ نہین کہا جائیگا - بلکہ دونون کو ملا کر جب پانسات بولین گے - تب محاورہ کہا جائیگا + یہ بھی ضرور ہے - کہ وہ ترکیب جسپر محاورہ کا اطلاق کیا جاے - قیاسی نہ ہو - بلکہ معلوم ہو - کہ اہل زبان اسکو اسطرح استعمال کرتے ہین + مثلاً اگر پانسات یا سات آٹھ یا آٹھ سات پر قیاس کرکے چھ آٹھ یا آٹھ چھ یا سات نو بولا جائیگا - تو اُسکو محاورہ نہین کہنے کے + کیونکہ اہل زبان کبھی اسطرح نہین بولتے + یا مثلاً بلاناغہ پر قیاس کرکے اُسکی جگہ بے ناغہ - ہر روز کی جگہ ہر دن - روز روز کی جگہ دن دن یا آئے دن کی جمع آئے روز بولنا + ان مین سے کسی کو محاورہ نہین کہا جائیگا - کیونکہ یہ الفاظ اسطرح اہل زبان کی بول چال مین کبھی نہین آتے +

کبھی محاورہ کا اطلاق خاصکر اُن افعال پر کیا جاتا ہے - جو کسی اسم کے ساتھ ملکر اپنے حقیقی معنون مین نہین - بلکہ مجازی معنون مین استعمال ہوتے ہین + جیسے اُتارنا + اسکے حقیقی معنی کسی جسم کو اوپر سے نیچے لانے کے ہین + مثلاً گھوڑے سے سوار کو اُتارنا + کھونٹی سے کپڑا اُتارنا کوٹھے پر سے پلنگ اُتارنا + لیکن اُنمین سے کسی پر محاورہ کے یہ دوسرے معنی صادق نہین آتے

ہین تھے۔ اور حاجی محمد ابراہیم حسین انصاری سے عربی کی تعلیم پائی ۲۰ سال کی عمر سے آپ اکثر دہلی مین رہے منطق فلسفہ وغیرہ کی ذہنی تکمیل کی عنفوانِ شباب ہی مین نواب مصطفے خان شیفتہ رئیس جہانگیر آباد کے صاحبزادون کی تعلیم آپ کے سپرد ہوئی + اُس زمانہ مین جو کچہہ کہا نواب صاحب سے اُسمین اصلاح لی اس تعلق سے آپکو - آزردہ - نیر - رخشان - غالب کے خدمات مین باریابی کے اکثر موقعے ملتے رہے کچہہ عرصے کے بعد آپ غالب مرحوم کے حلقۂ تلمذ مین داخل ہوئے - غالب نے آپکی طبیعت کا اندازہ کرکے کہا کہ اگر تم شعر نہ کہوگے تو ظلم کروگے - مرزا غالب کی وفات پر آپنے اور مرزا قربان علی بیگ سالک اور میر مہدی حسین مجروح نے مرثیے لکھے - مگر جو مقبولیت آپکے مرثیے کو حاصل ہوئی وہ کسی کو نصیب نہین ہوئی +

ابتدا مین آپکی شاعری کا بھی وہی ایشیائی شاعری کا رنگ تھا + ۱۸۷۰ء کے بعد جب آپکو پنجاب بُک ڈپو لاہور مین کتابون کی عبارت زمانہ حال کے مطابق درست کرنیکی خدمت ملی - اسوقت مغربی لٹریچر پر غور کرنیکا آپکو بہت اچھا موقع ملا اُسیوقت اس راستہ کو یک قلم ترک کرکے طرزِ جدید اختیار کیا + کرنل ہالرائڈ صاحب نے لاہور مین ایک مجلس مشاعرہ قائم کی تھی - اسمین بجائے مصرع طرح کے خاص عنوان پر شعرا کو طبع آزمائی کا موقع دیا جاتا تھا + مولننا نے بھی اس گلشن مین جدت طرازی کے نغمے سُنائے چنانچہ نشاط امید مناظرہ رحم و انصاف حب وطن - برکھارت - وغیرہ اسی بزم کی یادگار ہین +

بک ڈپو سے تعلق کے ۴ سال بعد آپ انگلو عربک اسکول دہلی کے مدرس ہوئے - اُسی زمانہ مین سر آسمان جاہ کالج کے دیکھنے کے لئے علیگڈھ آئے - مولننا بھی موجود تھے - اُنکی باریابی ہوئی - اور ۷۵ روپیہ ماہوار علمی وظیفہ مقرر ہوگیا + ۱۸۹۰ء مین جب آپ علیگڈھ ڈپوٹیشن کے ساتھ حیدر آباد گئے + اُسوقت نواب سر آسمان جاہ بہادر مدار المہام تھے - وہان آپنے کئی نظمین پڑہین - اُسوقت وظیفہ مین اضافہ ہوکر سو روپیہ ماہوار ملنے لگے + اسکے بعد ہی آپ بار ملازمت سے سبکدوش ہوگئے +

مولننا اپنے طرز کے موجد او نیچرل اور قومی شاعری کے مجدد - اور ہندوستان کے معجز بیان سعدی ہین آپکا کلام صاف - دل آویز - قومی اصلاح سے بھرا ہوا ہوتا ہے - آپکی نثر کی خصوصیات یہ ہین - کہ الفاظ اور معنی کے خوبیون کو برابر لحاظ رکھا ہے + کلام مین کہین اہمال و اشکال نہین + لفظ البتہ بعض جگہہ شکل مین و سلاست سرسید کے کلام مین بہت زیادہ ہے تہا محاورہ اندلجب عبارت لکھنے مین پروفیسر آزاد یقینی بالا ہین مگر فلسفیانہ اور موزخانہ نظر اور لٹریچر کے رموز پہ جسقدر واقفیت مولننا حالی کو تھی سرسید مرحوم وہانتک نہین پہونچے - نثر مین حیات سعدی - یادگار غالب - حیات جاوید - مقدمہ شعر و شاعری اور نظم مین مسدس مدوجزر اسلام - دیوان حالی - شکوہ ہند - اور بہت سی مثنویان آپکی یادگار ہین +

آدھے تخت لٹ گئے۔ چھ ٹوپیان اُتر گئین۔ تین لڑکون کا زیور اُچکون نے ہتھیا لیا + ایک کا کان کٹ گیا
چلو ناک تو بچی +مبارک!۔ بارے خدا خدا کر کے دلہن کے مکان پر برات پہونچی +

| | |
|---|---|
| در تک جو برات ادھر سے آئی | کی سب نے اُدھر سے پیشوائی |
| باران گلاب بارش گل | ہو کر بڑھے آگے باتجمل |
| قلیان پئے مشکبو دھوان دھار | بڑے چکنے پان کے مزیدار |
| جب عقد کی اُن کی ساعت آئی | دو رشتون مین اک گرہ لگائی |

میان آزاد گھنٹون یہ کیفیت چپکے چپکے دیکھا کئے۔ اور یہ سوچنے لگے۔ کہ اسقدر زر کثیر بیوجہ بلا سبب مُفت بیکار ضائع ہوا۔ اور ہزارون روپیہ غارت کئے +اگر یہی زر خطیر امور رفاہ عام اور فائدہ انام مین صرف ہوتا۔ تو سبحان اللہ!۔ افسوس! صد افسوس!۔ کہ ہندی اس آرائش پر لٹو ہین۔ ہمنے کہین سُنا نہین کہ اس فضول دھوم دھام سے کسی ملک کو فائدہ پہونچا ہو +

| | |
|---|---|
| ادبار کا کھٹکا حشم و جاہ مین ہے | بھاگو بھاگو کہ خوف اس راہ مین ہے |
| جاگو جاگو یہ خواب غفلت کیسا | دیکھو دیکھو اجل کمینگاہ مین ہے |

ایسی براتین۔ یہ دھوم۔ یہ رسوم مذموم۔ درد انگیز حسرت خیز ہین۔ مگر اہل ہندان ہی کے ہاتھ بِک گئے ہین۔ یہ اسی کو بڑا عروج سمجھتے ہین۔ کہ تمام عمر کی آمدنی ایک برات کی نذر کر دین + دو گھڑی کی واہ واہ۔ اسکے بعد حال تباہ۔ عیاذاً باللہ! شادی کو غم سے مبدل کرنا کون دانائی ہے۔ لیکن حیف! صد حیف!۔ کہ ہم ان امور پر نظر نہین ڈالتے +

# شمس العلماء مولنا خواجہ الطاف حسین حالی

پیدائش پانی پت ۱۸۳۷ء وفات پانی پت ۱۹۱۴ء

آپ پانی پت ضلع کرنال کے ایک معزز خاندان سے ہین۔ آپکے بزرگ ہرات سے آئے اور پانی پت اور اُس کے طبقات مدد معاش کے طور پر شاہی انعام مین انکو ملے۔ ۱۸۳۷ء کے قریب آپ وہین پیدا ہوے ۔
میر ممنون دہلوی کے بھتیجے سید جعفر علی سے آپنے فارسی پڑہی۔ جو اُس زمانہ کے اعلیٰ فارسی دانون

کا گہنا پہنے۔ دلہن کی ایسی صورت بنائے چھم چھم کرتے چمکتے جاتے ہین+ آرایش کے تخت بڑے صناعان چابکدست کے بنائے ہوئے لطف جلوس دوبالا کرتے تھے+ معلوم ہوتا تھا گلزار ارم کے پھول پھولے ہین سرو دبنایا۔ تو نقل کو اصل کر دکھایا۔ چانڈو بازون کا تخت قابل دید تھا+ کوئی نشے مین جھوم رہا ہے۔ کوئی نے کو چوم رہا ہے۔ کوئی گرمٹ تھامے غمین ہے۔ کوئی کنارا چوستا ہے۔ بعینہ چانڈو خانیکی تصویر کھینچدی+ جزیرے کا تیلی کا تخت۔ رہس منڈل دیکھنے سے دلکو سرور حاصل ہوتا تھا۔ سوارون کا تخت ستم ڈھاتا تھا+ سوار خاکی وردیان پہنے کرچ لٹکائے۔ گھوڑے کی باگ اٹھائے۔ دھاوا بولا ہی چاہتے ہین۔ قدم قدم پر آتشبازی چھوٹ رہی ہے+ انار آسمان کی خبر لاتے ہین پھلجھڑی کی تعریف مین اچھے اچھے آتش زبانون کی زبان لال ہے چرخی کا چکر دیکھکر عقل چرخ تھی۔ کامل فن آتشبازون نے بڑی دلسوزی سے آتشبازی بنائی تھی۔ انار سے تختۂ زمردین نظر آتا تھا+ باجے والونکی جماعت دُہل کی دھوم تماشائیون کا ہجوم+ گوردن کی لال لال وردیون سے گل لالہ کھلا تھا+ تلنگون کی کالی کالی کرتیون سے حاسدون کا منہ کالا تھا+ ایک سمت سے چوبدار عصائے نقرئی لئے پگڑیان جمائے گھوم رہے تھے۔ دوسری سمت خاص بردار رنگین جھنڈیان اٹھائے پھرتے تھے۔ رئیس شریف عمائد۔ لاتعد و غیر محدود تھے۔ جملہ سامان لطف و مذاق موجود تھے+ نوشۂ حسین و مہ جبین خلعت بیش بہا زیب تن کئے بصد طنطنہ و دبدبہ گلگون خوش عنان پر سوار تھا+ گھوڑا ایسا شائستہ کہ دودھ پیتا بچہ تک سوار ہوجائے+ پاؤن کی مہدی نے دُلہن بنادیا تھا+

نوشہ کے گھوڑے کے بعد کئی ہاتھی تھے۔ مکنا اور ایک دنتا اور دم کٹا۔ اور پاٹھا۔ ان پر دس دس۔ بارہ بارہ۔ چودہ چودہ برس کے لڑکے سوار تھے۔ العرض خوب چکر کھاکر اور سوتون کو جگا کر برات دُلہن کے مکان سے تھوڑی ہی دور پہنچی۔ کہ آتشبازی سے ایک ہاتھی بھڑکا۔ دوسرے نے اُسکا ساتھ دیا۔ فیلبان لاکھ تدبیرین کرتا ہے۔ آنکس لگاتا ہے۔ مگر وہ بری وحشت میں۔ ایک نہین سُنتے۔ تیسرا ہاتھی لپکا۔ تو ایک بڑھیا کچل گئی+ ایک خوانچہ والا پس گیا۔ دس دُکانین تہ و بالا ہوگئین۔ گھبراہٹ اور بدحواسی سے پندرہ بیس آدمی زخمی ہوئے۔ اتنے مین آرایش لٹنے لگی۔ ہلڑ ہوگیا+ برقندازون کی ایک نہین چلتی

کہین قوال حقانی غزلین گاتے صوفیون کو وجد مین لاتے ہین کسی اہل دل کو حال آیا۔ کوئی آنسو بھر لایا۔ ہو حق کا نعرہ بلند ہے + سرود و غنا کا لطف دوچند ہے + فقط +

# برات کی دہوم

ایک رئیس گردون مدار و امیر باوقار کی ایک دختر فرخندہ اختر تھی + رئیس موصوف نے اُسکو بناز و نعم پالا + جب لڑکی کچھہ سیانی ہوئی۔ تو اُسکی شادی کی فکر پیدا ہوئی + بڑے بڑے نام بر آوردہ رؤسائے ذوی الاقتدار کے ہان سے پیغام آنے لگے + دور دور تک اُسکے حسن جمال کی شہرت ہوئی۔ آخر کار ایک رئیس والا تبار۔ جم اقتدار کے ساتھہ نسبت قرار پائی۔ پھر کیا تہا طرفین سے تیاریان ہونے لگین۔ اب شوق کی اُسوقت جو افزایش ہے۔ کہ جی چاہتا ہے سب جیج جنجال لادین آنکھ بند کر کے خرچنے لگین۔ ایک نے اسی ہزار روپیہ قرض لئے۔ دوسرے نے تعلقے کے کوڑی کفنے دونون لنگوٹی پر پھاگ کھیلنے لگے۔ جوڑے بنے + خدمتگارون۔ ماماؤن۔ اصیلون۔ نوکرون چاکرون نے بیش بہا جوڑے پھڑکا ئے۔ خوب انعام و خلعت پائے۔ برات کے دن بڑے کر و فر سے برات سجی گئی + دونون طرف خوب ٹھاٹھہ تھے + ۵

الماس کے وان تھے جہاڑ فانوس ❊ یان جلوہ فروش تخت طاؤس
مہتاب سے چاندنی کا دان فرش ❊ یان چرخی سے چرخ ہین سر عرش
گلگون تھا کسی کا بادر فتار ❊ گل رنگ کسی کا تھا ہوا دار
ہاتھی تھے تو مستیون کی دہن تھی ❊ گھوڑے تھے تو [illegible] تھی
وہ ماہ کہ تھا سوار شبدیز ❊ تھا پا برکاب شوق مہمیز

سب سے پہلے نشان کا ہاتھی۔ شب رنگ مست + صورت دیکھے انسان ڈرجاے + اسکے بعد بڑی دور تک جلوس کی بہار۔ اور سانڈنیوان کی قطار تھی۔ عربی۔ ترکی۔ تازی۔ ویلایتی بیب انواع و اقسام کے رہوار باد رفتار۔ خوشخرام تیز گام ساز دار۔ سجے سجاے۔ پرے کے پرے جماے چاندی

| جوانانِ چمن نازان ہین اپنے اپنے جوبن پر | بہار آئی ہے عالم ہے گل و نسرین و سوسن پر |
|---|---|

عنادل جوشِ مسرت مین بے پر کی اڑاتے ہین۔ غنچہ گل سُن سُن کر زیرِ لب مسکراتے ہین + شبنم کے قطرے ہرے ہرے پتون پر اسطرح نمودار ہین۔ جیسے کسی سبز پوش گلگون کے ہاتھ مین لالی آبدار ہین۔ درخت پھولے پھلے۔ سروِ سہی سانچے مین ڈھلے + نسرین و نسترن کا حسن بے عیب و داغ۔ نرگس و گل چمنستان کے چشم و چراغ + ع

| غیرتِ باغِ ارم آج ہے صحنِ گلشن | وہ بہار آئی ہوئے نغمہ سرا مرغ چمن |
|---|---|
| کیا تعجب ہے جو گویا ہو زبانِ سوسن | جوش ہے زمزمہ سنجی پہ ہین مرغانِ بہار |
| خاک اُڑ کر نہین ہوتی ہے غبارِ دامن | گرمِ ابرِ بہاری سے ہے سیراب زمین |
| کھولتا نکتۂ سربستہ ہے غنچہ کا دہن | نئے مضمون ادا کرتی ہے پتے کی زبان |
| جلترنگ آج بجانے کو ہے معشوقِ چمن | آب شبنم سے کہان کاسۂ گل ہین لبریز |
| تال دیتا ہے کفِ برگ سے ہر نخلِ چمن | آبشاروان کا ستار آئینہ بجاتی ہے صبا |
| خس و خاشاک سے کیا صاف ہے صحنِ گلشن | کوئی افسانۂ زہاد نہین سنتا ہے |
| زاہدِ خشک کا ممکن ہے نہ ہو تر دامن | ایسے کثرت سے جو ہو بارشِ بارانِ بہار |

پھولون سے لبریز گلچینون کی جھولی ہے۔ باغبان کی آنکھون مین سرسون پھولی ہے + حوض باغ آئینہ کی صورت صاف + پانی مثل بلور شفاف + روشین صاف و پاک۔ پٹریان بے خس و خاشاک + رنگیلے جوان نشاطِ گلگشت مین مخمور۔ بادۂ مسرت سے چور + لکھنؤ مین ہر گلی کوچہ زعفران زار ہے + کیون نہ ہو؟ آخر بسنت کی بہار ہے + یون تو ہر سمت طبلے پر تھاپ۔ سارنگی کی چھیڑ چھاڑ اور نغمہ سرائی کا انتظام ہے۔ مگر شاہ مینا صاحب کی درگاہ سب مین انتخاب زیارتگاہ خاص و عام ہے۔ اللہ اکبر! گرد مزار کہین نوجوانون کی وہ دہوم دھام ہے۔ کہ جسطرف دیکھئے اژدھام عام ہے۔ غٹ کے غٹ جوق جوق چلے جاتے ہین غول کے غول اُمڈے آتے ہین + وہ بھیڑ بھڑکا۔ وہ دھکم دھکا۔ وہ ریل پیل۔ وہ شور و شر کہ الامان! الحذر! + ایک دوسرے کو ریلتا ہے۔ دوسرا تیسرے کو ڈھکیلتا ہے

طلسمات مین غوطے کھانا + بے تکلف کرسیون پر جا ڈٹے۔ اہلکاران سلیقہ شعار نے چکنی ڈلی۔ الائچی پیشکش کی + وہان سے حسین آباد مبارک مین پہونچے + سبحان اللہ! سبحان! یا امام باڑہ ہے یا روضۂ رضوان!۔ الٰہی! یہ مکان ہے۔ یا باغ جنان؛ ہر در و دیوار سے محمد علی شاہ فردوس آرامگاہ کا نام روشن ہے + امام باڑہ سجا سجایا دُلہن کا ایسا جوبن ہے + بر جون پر ضیاے موفور۔ تو منار نورٌ علیٰ نور + حیرت تھی۔ کہ یہ کوہ نور ہے۔ یا شعلۂ طور ہے + سرخ قندیل پر یاقوت احمر ہیرا کھائے چراغان کی قطار پر مہتاب پروانہ ہو جائے + پھر نہر صفا جو نظر آئی۔ تو آنکھون نے عجب طراوٹ پائی +

## بسنت کی بہار

اللہ اللہ!۔ کیا روح افزا بہار ہے! جسطرف دیکھئے زعفران زار ہے۔ صوفی صافی تک مرید مغبچۂ بادہ فروش ہے + بہار بسنت کا وہ جوش ہے۔ کہ ساقی تک مدہوش ہے۔ اور کیون نہو ؎

حکمرانی پر ہوا ہے سلیمانِ بہار — عشق پیچان بن گیا طغرائے فرمانِ بہار
زلفِ سنبل کو سمجھئے گوشِ گل کو جانیئے — نرگسِ شہلا کو کہیے چشمِ فتّانِ بہار

بہارِ باغ کا عالم خطِ گلزار مین مسطور ہے + صفحۂ قرطاس نورٌ علیٰ نور ہے۔ گلزار دبستان ہین کہ جنت کے چمن + حور و غلمان ہین۔ یا نسرین و نسترن + فردوسی آئے تو گلچین ہو جائے + رضوان دیکھے۔ تو شرمائے + ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کی ٹھٹرن۔ باد بہاری کے جھونکے۔ سناسن۔ سبزے کی لہک۔ گلِ جعفری کی مہک۔ کلیون کا چٹکنا پھولون کا مہکنا شاخِ گل کی کج ادائی۔ سنبل کی آشفتگی گلون کی رعنائی۔ دزدیدہ نگاہون سے نرگس شہلا کی نظارہ بازی۔ زبان حال سے سوسن کی زبان درازی۔ شاخِ گل کا مستانہ وار جھومنا۔ اشجار پر میوہ کا زمین کو بار بار چومنا سنبل کی سیر مستی۔ نرگس کی جام پرستی۔ نونہالان چمن کے ہاتھون مین پھول کے جام جیسے رندان بے آشام سنقار بلبل نغمۂ خیز۔ نالۂ موسیقار زمزمہ ریز۔ طوطی کی خوش بیانی۔ عندلیب کی غزل خوانی۔ کوئل کی کوکو قمری کا نعرۂ حق سرہ۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! + ؎

نقاش نے سو طرح کی خفت کھینچی　تصویر نہ کھینچ سکی تو چہرا اُترا

"لیکن ہاتھی لٹا بھی - تو کہاں تک - اب بھی اس شہر کی سی عزاداری ہفت اقلیم میں نہیں ہوتی + آپ کہیے کہاں کی سیدھیاں ہیں + نجف اشرف - کربلا - کاظمین - میر باقر کے امام باڑے چوٹیاں - جہاں چلو داخل حسنات ہو - واللہ بہشت کی یہی سیدھی ہے"

دربار جناب مصطفٰیؐ کو دیکھا　ان آنکھوں سے شانِ کبریا کو دیکھا
فردوس میں پہونچے تو نجف میں پہونچے　جنت دیکھا جو کربلا کو دیکھا

رنگ رلیاں مناتے پیدل چلے جاتے تھے - راہ میں وہ بھیڑ وہ ریل پیل - کہ عیاذاً باللہ - شانے سے شانہ چھلتا تھا + ہوا جب بعد خرابی بسیار کہیں گذر ہا ہے - تو ضیق النفس ہو جائے ہانکے ترچھے - تیکھے - ثقات - مقدس - کس و ناکس - غریب و امیر - برنا و پیر - اُڈے چلے آتے ہیں + جدھر دیکھو نرالی دھج مومن پاک - مثل کعبہ سیاہ پوش + کوئی ماتمِ حسین میں برہنہ سر چلا جاتا ہے - کوئی حلہ پوشان بہشت کی طرح ہرا ہرا جوڑا پھڑکاتا ہے +

یہ لیجیے! آغا باقر کے امام باڑے میں کھٹ سے داخل + اُہو ہو ہو! خدا کی قدرت مجسم نظر آتی ہے - واہ میاں باقر! کیوں نہ ہو - نام کر گئے - چکا چوندھ کا عالم ہے - لیکن گلی تنگ - تماشائیوں کی عقل دنگ - ع جائے تنگ است مردمان بسیار - مگر خلقت گھس پیٹھ کر دیکھ ہی آتی ہے - ناک ٹوٹے یا سر پھوٹے - آغا باقر کا امام باڑہ ضرور دیکھیں گے + وہاں سے جو طرارہ بھرا تو کچے پل پہونچے + دیکھنے کیا ہیں - کہ ایک پیر فرتوت و قیانوس کے ہمعصر بیٹھے اگلے لوگوں کو رو رہے ہیں + واللہ لکھنؤ کے کمہار بڑے نادرہ کار ہیں + ایسا بڈھا بنایا - کہ معلوم ہوتا ہے - پوپلے منہ سے اب بولا - اور اب بولا - وہی سن کے سے بال! وہی سفید بھوین! وہی جنون! وہی پیشانی کی شکن! وہی ہاتھوں کی جھرّیاں! وہی کمر خم! - وہی سینہ جھکا ہوا! واہ رے کاریگر! تو بھی اپنے فن میں یکتا ہے! - اور تیرا بوڑھا تو اللہ ہی اللہ +

وہاں سے جو چلے تو داروغہ میرزا حیدر علی صاحب مرحوم کے امام باڑہ میں آئے یہاں سورج مکھی پردہ جو بن تھا کہ آفتاب اگر ایک نظر چھپ چھپا کر وہ نور دیکھ پاتا - تو مارے غیرت کے بجر

مبارک کالبدر فی النجوم ہے"۔ انکے ساتھ انکے ایک دوست ہو لئے تھے۔ انکی بیقراری کا حال کچھ نہ پوچھئے۔ وہ لکھنؤ سے واقف نہ تھے۔ لوٹے جاتے ہین۔ کہ شہید کربلا کا واسطہ آل مصطفی کا صدقہ ہمین لکھنؤ کا محرم دکھا دو۔ مگر کوئی جگہ چھوٹنے نہ پائے۔ ایک شخص نے ایک آہ سرد کھینچکر کہا۔ میان۔ اب وہ لکھنؤ کہان؟ وہ لوگ کہان؟ وہ دل کہان؛ **لکھنؤ کا محرم** رنگیلے پیا جان عالم کے وقت مین دیکھتا۔ نواری گوسے اوج طلو کبھی عش عش کر جاتا۔ بانکون کی شمشیر دو پیکر جب دیکھو میان سے دو انگل باہر۔ کسی نے ذرا تیکھی چتون کی۔ اور اُنھون نے کھٹ سے سروہی کا تلا ہوا ہاتھ چھوڑا۔ بھنڈارا کھل گیا۔ ایک ایک گھنٹے مین بیس بیس خانہ جنگیون کی خبر آتی تھی۔ دکاندار جوتیان چھوڑ چھوڑ کر سٹک جاتے تھے۔ وہ دھکم دھکا۔ وہ بھیڑ بھڑکا ہوتا تھا۔ کہ واہ جی واہ! انتظام کرنا خالہ جی کا گھر نہ تھا۔ اب کوئی چون بھی نہین کرتا۔ ادنی ادنی آدمی ہزارون لٹاتا تھا۔ اب کوئی بھی نذر حسین ا نہین نکالتا۔ اب **انیس** ہین نہ **دبیر** **مونس** ہین نہ **مشیر** **ضمیر** ہین نہ **دلگیر** ؎

افسوس جہان سے دوست کیا کیا نہ گئے ۔ اس باغ سے کیا کیا گل رعنا نہ گئے
تھا کونسا نخل جس نے دیکھی نہ خزان ۔ وہ کون سے گل کھلے جو مرجھا نہ گئے

**دبیر** مبرور کی تربت کو خدا عنبرین کرین۔ واللہ خدائے سخن تھا۔ سر منبر ؏ جب قفل دہن کھلا، جواہر نکلے۔ گویا کہ زبان کلید گنجینہ ہے۔ ایک ہی رباعی پڑھی اور سامعین چار موجۂ حیرت مین غرق ہوگئے۔ کہ اللہ اللہ یہ فصاحت یہ بلاغت۔ ؎

مداح امیر ابن امیر آتا ہے ۔ دربار مین شاہون کے فقیر آتا ہے
مشتاق سخن خلق چلی آتی ہے ۔ لو مرثیہ پڑھنے کو **دبیر** آتا ہے

"اور **انیس** مرحوم کو خدا بخشے۔ باللہ العظیم۔ کلام کیا۔ جواہرات کے ٹکڑے۔ قند و نبات کے ریزے نور کے مرثیے ہین۔ ؏ جوہر شناس ہے تو انھین موتیون مین تول"۔ فصحائے خطہ پاک ایران کہتے ہین کہ کجا **انیس**؟ کجا **فردوسی**؟ کجا نسبۂ مرصع؟ کجا شال **طوسی**؟ بزم مین وہ ڈھنگ۔ رزم مین وہ رنگ ؎

مضمون **انیس** کا نہ چربا اترا ۔ اترا بھی تو کچھ بگڑ کے نقشہ اترا

چارہ نہین + یہ تعلیم گو کسی خاص پیشے کی نہ بھی ہو۔ تاہم اس سے اتنی آگاہی تو انسان کو ضرور ہو جاتی ہے۔ کہ وہ جس کام کو اختیار کریگا۔ اُسکو کر دکھائے گا۔ اور سلیقہ کے ساتھ کر دکھائے گا +

## پنڈت رتن ناتھ در سرشار

لکھنؤ مین پیدا ہوے ۴ برس کے تھے جب اُنکے والد پنڈت بیجناتھ صاحب کا انتقال ہوا + آپ عربی فارسی مین اچھی لیاقت رکھتے تھے۔ انگریزی بھی جانتے تھے + شاعری مین اسیر کے شاگرد تھے۔ ۱۸۷۸ء مین آپ اودھ اخبار کے ایڈیٹر ہوئے + وہان سے علٰحدگی کے بعد اپنا ایک خاص رسالہ خمکدہ سرشار نکالنے لگے۔ ۱۸۹۵ء مین آپ حیدر آباد گئے۔ ہز اکسلنسی مہاراجہ کشن پرشاد صاحب اُس زمانہ مین وزیر افواج تھے۔ سرشار وہین رہتے تھے۔ ۱۹۰۳ء مین حیدر آباد ہی سے آپ راہی ملک بقا ہوئے آپ فسانہ نگاری کے طرز جدید کے موجد ہین۔ آپکی تصانیف سے سیر کہسار۔ جام سرشار۔ فسانہ آزاد مشہور ہین + ان سب مین بہتر تصنیف فسانہ آزاد ہے۔ اسمین جس واقعہ منظر مناظر قدرت کو دکھایا ہے اسکی ہو بہو تصویر کھینچ دی ہے۔ واعظ۔ افیونی بھٹیاری جسکی زبان لکھی ہے پورا خاکہ اُتار لیا ہے + مستورات کی زبان ایسی صحیح طور سے ادا کی ہے۔ گویا بیگمات ہی کی زبان ہے۔ فسانہ آزاد لکھنؤ کے اُسوقت کی سوسائٹی کا دلچسپ مرقع ہے +

## لکھنؤ کا محرم الحرام

سینون مین جسگر پہ تیر غم چلتے ہین
کیون تعزیہ خانون مین نہ رونق ہو زیاد

رخسارون پہ اشک شمع سان ڈھلتے ہین
دل بھی تو چراغون کی طرح جلتے ہین

میان آزاد سیلانی آدمی سیر سپاٹے پر اُدھار کھائے ہوئے سیر گشتی کی دھن جو سمائی تو ریل کے انجن کی طرح چل کھڑے ہوے۔ ذہن وچے لہ چلیں کے محرم۔ لکھنؤ کا دیکھ لین۔ دیکھتے کیا ہین کہ گھر گھر شیون وشین۔ گھر گھر بکا وبین۔ گریہ وزاری۔ اشکباری۔ جم غفیر مجمع کثیر + ایک جلے تن بول اُٹھے۔ اور کیون نہ ہو؟ مجالس عزا کی دہوم دھام ہے + لکھنؤ کا محرم الحرام ہے۔ لکھنؤ کی سوزخوانی + لکھنؤ کی خوش بیانی۔ لکھنؤ کی عزاداری لکھنؤ کی سوگواری۔ از شام تا روم مشہور ہر مرزبوم ہے، تعزیہ خانون من دہوم ہے امام باڑون مین ہجوم ہے۔ اور ان سب مین حسین آباد

اپنی زندگی - اور نہ صرف اپنی زندگی - بلکہ اور بہت سی زندگیان جو اُنکے ساتھ وابستہ ہین - سب کو تلخ کردینگے - میرے اس بیان سے کوئی صاحب ایسا نہ سمجھین - کہ مین تعلیم کی طرف سے لوگون کے دلون کو اُچاٹ کرتا ہون - میرا مقصود ہرگز یہ نہین ہین تو تعلیم کو اور اسی تعلیم کو جو ان دنون ہو رہی ہے ہر فرد بشر کے لئے نہایت ضروری خیال کرتا ہون - کیونکہ مجکو وہ دن آتا ہوا دکھائی دے رہا ہے - (اگرچہ جب تک وہ آئے آئے مین دنیا سے رخصت ہو جاؤنگا) مگر مجکو وہ دن آتا ہوا دکھائی دے رہا ہے جبکہ یہی تعلیم شرط زندگی ہونیوالی ہے - اور زندگی سے میری مراد ہے معزز اور مطمئن زندگی ۔

میرا مطلب صرف اسقدر ہے - کہ جو لوگ تعلیم پا رہے ہین - اور تعلیم تو سبھی کو پانی چاہیے غرض سارے تعلیم یافتہ اگر ایک ہی پیشے پر جھک پڑینگے - گو وہ پیشہ فی حد ذاتہ کیسا ہی وسیع کیون نہ ہو - یہ اُسکا ضروری اور بدیہی نتیجہ ہے - کہ سب بھوکون مرین - لوگون کی ضرورتین متنوع ہین - اور اس سے دنیا مین متنوع پیشے چل پڑے ہین - انسانی ضرورتون اور پیشون کے تنوع سے ثابت ہوتا ہے - کہ دنیا مین روزی کی کمی نہین - مگر ہم ایک پیشہ خاص کے مقید ہو کر روزی کو تنگ کر لیتے ہین + اب یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے - کہ نوکری کے علاوہ دوسرے پیشون کیلئے تعلیم ہی کی کیا ضرورت ہے - جواب یہ ہے - کہ تعلیم سے تو کبھی کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ پیشہ بھی بے نیاز نہین ہوا - ہان تعلیم سینہ بسینہ ہوتی رہی ہے - یا نقل و تقلید سے + اس زمانے مین یہ نئی بات پیدا ہوئی ہے - کہ ایک ایک چیز اور ایک ایک کام علم مستقل قرار پایا ہے - مثلاً موسیقی - کہ ہمارے ہان سینہ بسینہ اُسکی تعلیم ہوتی ہے - یا نقل و تقلید سے لوگ اُسکو حاصل کرتے ہین + مگر تمنے انگریزی بینڈ بجتے دیکھے ہونگے - کہ اونچی اونچی میزون کا ایک حلقہ ہے - لوگ مزامیر لئے اُنکے گرد کھڑے ہین + ہر ایک کے آگے ایک کتاب دھری ہے - صدر مقام پر بینڈ ماسٹر کھڑا ہوا باجے بجوا رہا ہے - انگریزون کی ولایت مین تو یہ حال ہو گیا ہے - کہ درزی اور حجام اور موچی اور لوہار تک اپنا پیشہ نہین چلا سکتا - تاوقتیکہ اُسنے سبقاً سبقاً اپنے پیشے کی کتابی تعلیم نہ پائی ہو - اور یہ بات سب پر روشن ہے - کہ یہ ہندوستان کل باتون مین یورپ کی تقلید کرتا چلا جا رہا ہے - اور تقلید کے بدون اسکو

نوکری پیشہ۔ چوتھے پانچوین درجے کے ڈلیسل سے بھی دور ہٹے ہوئے ہین۔ پس تم انگریزی پڑھکر جو ایک نوکری پر دھنا دو۔ تو اُسکے یہ معنی ہونگے۔ کہ اس عمارت کو جو برسون کی محنت سے بنائی ہے۔ اپنے ہاتھون ڈھاتے ہو۔ عقلاً شرعاً کوئی سا پیشہ بھی مُتبذل نہین + مُتبذل اگر ہے۔ تو وہ آدمی ہے۔ جو دغا بازی بے ایمانی سے پیشے کو بدنام کرتا ہے + ول پر و نیداری اور نیکی کا پر تو پڑا ہو تو۔ جانو۔ کہ اصلی عزت کیا ہے؟ خدا کے نزدیک بڑا بزرگ وہ ہے۔ جو بڑا پرہیزگار ہو + لوگ نہ اسلئے نوکری کے گرویدہ ہو رہے ہین۔ کہ اس پیشے مین تمول اور خوشحالی زیادہ ہے۔ نہین۔ بلکہ اسلئے۔ کہ انکو اپنے ابنائے جنس پر حکم چلانے۔ اور اُنکو ستانے۔ اور ایذا دینے کا موقع ملتا ہے۔ لوگون نے اسی کو عزت سمجھ رکھا ہے + حالانکہ نیکدل اور دیندار آدمی کی نظر مین اس سے بڑھکر کوئی بے عزتی کی بات نہین + تم تو نصیحت کی بات کو اس کان سُنتے اور اُس کان نکال دیتے ہو۔ تحکم اور مردم آزاری کو عزت سمجھو۔ تو نوکری ذریعہ عزت ہے۔ اور پرائی تابعداری کے اعتبار سے دیکھو۔ تو وہ ایک طرح کی غلامی ہے کتنی ہی بڑی نوکری کیون نہو۔ آخر کسی نہ کسی کی محکومی تو اُسمین ہو ہی گی + غرض نوکری کو عموماً پیشۂ معزز سمجھنا محض خیالی بات ہے + عزت اور ذلت کسی پیشہ پر موقوف نہین۔ بلکہ عزت اور ذلت کا مدار انسان کا اپنا کردار ہے۔ اگر کوئی شخص کسی بڑی خدمت پر مامور ہے۔ اور وہ آمدنی بھی معقول رکھتا ہے۔ اور بڑی شان سے زندگی بسر کرتا ہے۔ حکومت بھی ہے۔ اختیارات بھی ہین۔ اور سرکار مین بھی رشد و رسائی ہے اور وہ ناحق بندگان خدا کو ایذا دیتا۔ اور اُنکے حقوق تلف کرتا۔ اور رشوت لیتا ہے حقیقت مین وہ سب سے زیادہ ذلیل ہے۔ نہ صرف پبلک کی نظر مین۔ بلکہ خود اپنی نظر مین اور خدا کے نزدیک لیکن ایک غریب آدمی۔ جو محنت مزدوری سے جائز طور پر معاش پیدا کرتا۔ کسی سے لڑتا جھگڑتا نہین۔ کوئی اسکا شاکی نہین ایسا شخص اصلی عزت رکھتا۔ اور اُسکا مستحق ہے +

اس وقت جو اس تعمیم کے ساتھ تعلیم ہو رہی ہے۔ اور تعلیم کو اس سے بھی زیادہ عام کرنیکی کوشش کی جا رہی ہے۔ اچھی طرح طالب علمون کے ذہن نشین کر دینا چاہیے۔ کہ نوکری کے خبط کو بھی مین نہ آنے دین۔ ورنہ تعلیم سے فائدے کی جگہ اُلٹا نقصان اُٹھائین گے۔ اور ہمیشہ کے لیے

بآسانی خیالات کا مبادلہ بڑی ضروری اور بکار آمد چیز ہے لیکن مین انگریزی کی ٹون کو ذرا اونچا لیجانا چاہتا ہون۔ حکام کے ساتھ خیالات کا مبادلہ تو انگریزی کے ادنی ترین اور خسیس ترین فائدون مین سے ہے۔ انگریزی کا اصلی اور عمدہ فائدہ جو مدنظر ہونا چاہیئے۔ یہ ہے۔ کہ زبان انگریزی علوم مفیدہ کی کلید ہے۔ یہ علوم یا تو سرے سے ایشیائی زبانون مین ہین ہی نہین۔ یا ہین بھی۔ تو زمانہ حال کی تحقیقات کے مقابلے مین تقویم پارینہ کا حکم رکھتے ہین۔ انگریزی زبان قوم اور ملک کو اُسیوقت مفید ہوگی جب یہ مقصود پیش نظر رکھکر اُسکو حاصل کروگے۔ غرض یہ ہے کہ علم مقصود بالذات اور زبان انگریزی کو اُسکا آلہ سمجھا جاے۔ افسوس ہے۔ کہ اس گُر کو ابھی تک لوگون نے سمجھا ہی نہین۔ یا سمجھا ہے۔ تو اسپر عمل نہین کیا۔ اور سمجھا اور اُسپر عمل کیا ہوتا۔ تو اتنے ہی دنون مین ہندوستان کی کایا پلٹ گئی ہوتی۔ تحقیقات مزید اور ترقی اور ایجاد کا تو کیا مذکور ہے۔ جو علوم زبان انگریزی مین مدون ہین۔ اور جس درجہ تک وہ پہونچ چکے ہین۔ اُتنے ہی پر کسی نے کچھ عمل کرکے دکھایا ہوتا۔ ہمارے بدنصیب ہندوستان مین مٹیریل کی تو کمی نہین۔ کمی ہے تو اسکی ہے کہ کوئی مٹیریل کا استعمال کرنیوالا نہین۔ ایک نو نوکری کی لکیر کے فقیر سے بیٹھے ہین۔ اور نوکری کیمیا اور کبریت احمر ہوتی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ مثلاً سو بی۔ اے پاس ہوتے۔ تو نوے روٹیون کے لئے سرگردان پڑے پھرتے ہین۔ اور نوے بھی اب ہین۔ یا کوئی دن جاتا ہے۔ کہ سو پاس اور سو کے سو پاس حرمان دیاس۔ انگریزی پڑھکر کچھ فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔ تو پہلے نوکری کے خبط کو سر سے نکالو۔ یہ جنون تمھین نہین پنپنے دیگا۔ کبھی ان باتون پر بھی غور کیا کرو کہ مثلاً تمھارے اسی شہر مین کتنے آدمی ہین۔ اور انمین کتنے ہین جو نوکری سے معاش پیدا کرتے ہین۔ حساب لگاؤگے۔ تو فیصدی کوئی چوتھے پانچوین درجہ کا ڈیسیمل نکلے گا۔ پھر مردم آزاری کے مواقع باکرشیخی گھارنکی تو بات اور ہے۔ خوشحالی کا ایک سٹنڈرڈ قرار دے لو۔ مثلاً مین سمجھتا ہون۔ کہ جس کی سو روپیہ ماہوار کی آمدنی ہو اُسکو اس زمانہ مین خوشحال سمجھنا چاہیئے۔ اب دیکھو کہ خوشحالی کے اسٹنڈرڈ کے لحاظ سے نوکری پیشون مین فیصد کتنے ہین۔ اور دوسرے پیشون مین کتنے۔ تو پاؤگے۔ کہ اس نسبت مین

کہ خدا نہین تم مجھکو اتنا تو سمجھاؤ۔ کہ تم نے اپنے تئین سمجھا ہے کیا؟ چندین ہزار عالم کے مقابلے مین تمہاری کیا حقیقت ہے۔ اور چندین ہزار عالم بھی نہ سہی۔ انکی مخلوقات بھی نہ سہی۔ ایک روے زمین پر ابتدا سے ابتک تم جیسے اور تم سے بہتر اور تم سے بہتر سے بہتر کرورہا آدمی پیدا ہوئے۔ اور اپنی زندگی مین اُنہون نے کیا کچھہ نہین کیا + خدا کے ایسے ایسے بھی بہت سے بے شمار بندے ہوئے ہین جنہون نے حکومتین کین سلطنتین کین۔ اپنے زمانے مین نامی نامور ہوئے۔ اور پھر ایسے مٹے۔ کہ گویا پیدا ہی نہین ہوئے تھے + نہ انکا نام ہے نہ نشان ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم کوئی انوکھے آدمی ہو؟ تم بھی اپنے ارادے سے پیدا نہین ہوئے۔ اور قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی۔ کہ جسکے ہاتھ مین میری اور تمہاری دونون کی اور سب جاندارون کی جان ہے۔ اپنے ارادے سے زندہ بھی نہین ہوئے۔ اور اپنے ارادے سے مروگے بھی نہین۔ اور مرے بعد مہینے دو مہینے پیچھے نہ سہی۔ پچاس سو دوسو ہزار برس بعد۔ روے زمین پر اتنا جاننے والا بھی تو نہین ہوگا۔ کہ ہم تم بھی کوئی تھے +

## ہماری تعلیم

کچھ خبر بھی ہے۔ کہ علم نے اس زمانے مین دوسری شان اختیار کی ہے ہم جو اپنے علوم پر نظر کرتے ہین۔ تو اُنکے دو ہی نتیجے پاتے ہین + یا تو زبان کی تکمیل یا ذہن کی تیزی۔ سو زمانے نے ایسا پلٹا کھایا۔ کہ دونون نتیجے بیکار ہوگئے۔ جن زبانون کی تکمیل کے پیچھے ہم عمر کا بڑا حصہ صرف کیا کرتے تھے۔ اب اُن زبانون کو کوئی نہین پوچھتا + رہی ذہن کی تیزی یعنی حکمت نظری۔ اسکا بھرم حکمت عملی نے اُٹھا دیا۔ اور ہم علم کے اعتبار سے بالکل کورے کے کورے رہ گئے + زبان کی تکمیل سے جو اغراض دینوی متعلق ہو سکتے ہین۔ وہ اب انگریزی کی طرف منتقل ہوگئے ہین لیکن ہم مین سے اکثر اُن اغراض کے سمجھنے مین غلطی کرتے ہین۔ لوگون نے اسی کو انگریزی کی غرض و غایت سمجھہ رکھا ہے۔ اور اسی لئے اسکو سیکھتے ہین۔ کہ حکامِ وقت کی زبان ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے ہم حکام کے ساتھہ بآسانی خیالات کا مبادلہ یعنی عرضِ مطلب و فہم ما فی الضمیر کر سکتے ہین۔ بلا شبہہ حاکم اور محکوم مین

کہ اسکی عادت ہے۔ تو ہر ہر ذرّہ اس بات کی گواہی دیگا۔ کہ اسکو کسی بڑے قدرت والے دانشمند + ہمہ دان ۔ حاضر ۔ ناظر ۔ سمیع ۔ بصیر نے کسی مصلحت سے جان بوجھ کر بنایا ہے۔ ممکن نہین ۔ کہ انسان صمیم قلب سے موجودات عالم مین غور اور خوض کرے۔ اور اسکا دل اندر سے نہ بولنے لگے کہ یہ اتنا بڑا کارخانہ بہ این عمدگی و انضباط خود بخود یا اتفاقیہ طور پر تو نہین ہو گیا۔ کیونکہ واقعات اتفاقی کی شان ہی دوسری ہوتی ہے۔ ان مین قاعدے کا کہان پتہ؟۔ اور انضباط کا کیا مذکور؟ اور قاعدہ اور انضباط بھی کیسا؟ کہ دُنیا کی ابتدا سے لیکر آج کی گھڑی تک تو اسمین رتی برابر فرق پڑا نہین *

جس غور کی طرف مین تمکو متوجہ کرنا چاہتا ہون۔ اُسمین یہ بھی داخل ہے کہ وقت کیا چیز ہے جسکی نہ ابتدا ہے نہ انتہا + اگرچہ وقت کی وسعت کا اندازہ بھی فہم بشر سے خارج ہے۔ مگر خیر جہانتک تم سے اجرام فلکی کے فاصلون کی طرح اندازہ کرتے بن پڑے۔ لاکھ دو لاکھ چار لاکھ برس کا ایک محدود وقت لیکر اُسی سے وسعت کو سوچو۔ اور تمثیلاً یون تصوّر کرو۔ کہ وقت ایک بڑا لمبا خط ہے۔ اُسمین سے تمہاری ہستی اگرچہ تمہارے معتقدات کے مطابق طب انگریزی پر پورا پورا عمل کرنے سے حد طبعی سے بھی کتنی ہی متجاوز کیون نہ ہو جاے۔ تاہم اُسکو وقت مفروض کے ساتھ کیا نسبت ہو گی؟ شاید جیسے محیط زمین کے مقابلے مین ایک انچ کو یا اس سے بھی کم۔ یہ تو انسان کی ہستی ہے اور اس پر خدا سے انکار۔ اور اپنی عقل پر ناز بیجا + انسان سے دنیا مین ہزارہا طرح کی بیہودگیان سرزد ہوتی ہین۔ مگر یہ سب بیہودگیون پر فوق لے گئی ہے۔ کہ خدا ہی کا منکر ہو۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ اور پرلے درجے کی بدقسمتی۔ کہ عقل جو انسان کو اسی غرض سے دیگئی ہے۔ کہ مخلوقات سے خالق کو پہچانے۔ ورنہ دُنیا کی چندروزہ زندگی تو جانور بھی بسر کر لیتے ہین۔ جنکو بہت سا کھانا اور پانی درکار ہوتا ہے۔ اور مزہ یہ ہے۔ کہ حاجتین کثیر اور عقل کم اور پھر انسان سے کہین زیادہ خوشحال + غرض بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ وہی عقل انسان کو ایسا گمراہ کرے کہ خدا کا قائل نہ ہونے دے۔ حقیقت مین میری سمجھ مین نہین آتا۔ کہ کوئی آدمی کس منہ سے کہہ سکتا ہے

جمع کئے۔ تب کہین جاکر وہ ایک مطلب حاصل ہوتا ہے۔ جسکے لئے کل بنائی گئی ہے + یہ تو آدمی کی بنائی ہوئی کلون کا حال ہے۔ اور ایک ادنی اسی کل خدائی بنائی ہوئی ہے۔ یہی آدمی کا ہاتھ کہ ہزار ہا قسم کے کام اس سے نکلتے ہین۔ اور ترکیب دیکھو۔ تو ایسی سلیس اور مختصر کہ ایک کفِ دست ہے۔ اور تین تین جوڑ کی پانچ انگلیان۔ اللہ اللہ خیر صلاح + انسان کے بدن مین ایک اور ذرے بھر کی چیز آنکھ ہے۔ اسکی ساخت مین جو اندرونی حکمتین ہین۔ اُن سے بالاستیعاب ایک کتاب بن سکتی ہے۔ مگر خارج کی احتیاطون کو تو دیکھو۔ کہ پہلے گویا ہڈیون کا کاوک ہے جسمین نگینے کی طرح آنکھ تعبیہ کی ہوئی ہے۔ اوپر بھون کا چھجے دار سایہ بان سامنے پوٹون کا پردہ۔ پردے مین پلکون کی جھالر۔ پھر پوٹے کے اندر منافذ ہین جنمین سے آئینہ چشم کے صاف رکھنے کو ہمیشہ ایک خاص طرح کی رطوبت رِستی رہتی ہے۔ یہ وہی رطوبت ہے۔ جو زیادہ ہو کر آنسو بنجاتی ہے + جتنی دفعہ انسان پلک جھپکاتا ہے۔ گویا اتنی ہی دفعہ آئینے پر پچارا پھرتا ہے۔ گرد اور دھوئین اور کنک کی صورت مین بے اختیار آنسو بہنے لگتے ہین۔ جسکے یہ معنی ہین کہ پچارا کافی نہین۔ بلکہ آئینے کو دھونیکی ضرورت ہے +

میرا تو کیا منہ ہے۔ کہ موجوداتِ عالم مین جو اسرار حکمت مضمر ہین۔ اُنکا ایک شمہ بھی بیان کر سکون۔ مگر میری غرض اسی قدر ہے۔ کہ دنیا کے کارخانے کو اس نظر سے دیکھنا چاہئے۔ کل مینے آیتہ اللہ کا سبق سُنا۔ وہ عجائب قدرت پڑھتا ہے۔ کسی شخص نے نیچرل فلاسفی (علم طبعی) مین سے بعض بعض مضامین چھانٹ کر اُردو مین ترجمہ کر دیئے ہین۔ اُسی مین لکھا تھا۔ کہ مچھر کے منہ کے آگے جو ایک پتلی سونڈ سی ہوتی ہے۔ وہ حقیقت مین ایک نلوا ہے۔ اُس نلوے مین تین اوزار۔ ایک تو سوئی۔ جسکو مچھر مسام مین داخل کرتا ہے۔ ایک آری۔ کہ مسام کو چوڑا کرنیکی ضرورت ہو۔ تو اُس سے کام لے۔ اور ایک سینگی۔ جسکی راہ خون چوستا ہے۔ اُسمین اتنی بات اور بھی تھی۔ کہ اس شکل خاص مین مچھر کی حیات کی مدت صرف تین دن کی ہے + ایک مقام پر تھا۔ کہ تیتری کے ایک پر مین کھپرون کی طرح تیس ہزار ڈبولیان ہین۔ اسطرح کی باتون کو اگر انسان سرسری طور پر نہ سُنے۔ جیسے

کے لئے کھانا پانی بھر لیتا ہے۔کیونکہ جیسے ملک مین وہ پیدا کیا گیا ہے۔وہان کئی کئی دن تک متواتر
پانی جارے کا نہ ملنا کچھ تعجب نہین + اسکے علاوہ اسکے پاس کوہان کا گودام ہے۔کہ اگر اسکو ایک
عرصہ خاص تک کھانا پینا کچھ بھی نہ ملے۔توکوہان کی چربی بدل ما یتحلل (جو چیز تحلیل ہوتی جائے
اُسکا بدلہ) کا کام دے + ہرن وغیرہ جنگلی جانورون کی ٹانگین پتلی پتلی ہین: تاکہ شکاری جانورون
سے بچنے کے لئے پھُرتی کے ساتھ بھاگ سکین + ہاتھی کے ایک سونڈ لٹک رہی ہے جس سے وہ
ہاتھ کا کام لیتا ہے۔پرندون کے جتنے سبک ہین۔تاکہ ہوا مین اُڑ سکین + دریائی جانورون کے نیچے
کھال سے جڑے ہوئے ہین۔گویا کہ ہر ایک کے پاس قدرتی چپّو ہین۔گوشت خوار جانورون کے
پنجے اور دانت اُنکی غذا کے مناسب ہین + نباتات مین پھل پھول کی حفاظت کیواسطے کانٹے
ہین + پوست ہین خول ہین + سرد ملک کے جانورون کی اون بڑی بڑی اور گھنی ہے۔کہ جاڑا
نہ کھائین جتنے جاندار معرض تلف مین ہین۔اُنمین توالد تناسل کی کثرت ہے: تاکہ نسل معدوم
نہ ہو۔مثلاً ایک ایک مچھلی لاکھ لاکھ سے زیادہ انڈے دیتی ہے + آدمی چونکہ بقاے حیات کا سامان
عقل کی مدد سے بہم پہونچا سکتا ہے۔سینگ اور پنجے اور اُون اس قسم کے قدرتی سامان اُسکو
نہین دیئے گئے + جس ملک مین نباتات کی کثرت ہے۔وہین برسات بھی زیادہ ہوتی ہے۔
کیونکہ وہ ملک پانی کا محتاج ہے۔انسان اگر اپنی ہی بناوٹ مین غور کرے۔تو اُسکا ایک ایک
رُوان صانع قدرت کی کمال دانشمندی اور عنایت پر گواہی دے رہا ہے + اُسکے جسم مین ایک چھوٹا
اور آسان سا پرزہ ہاتھ ہے۔کہ دُنیا مین جسقدر انسان کے تصرفات ہین۔اور انسان کی بساط پر
خیال کرو۔تو ان تصرفات کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔سب اسی پُرزے کے ہین +

اہل یورپ نے عقل کے زور سے بڑی بڑی عمدہ کلین بنائی ہین۔اس مین شک نہین
کہ اِن کلون سے عقل انسانی کی قوت بڑی شد و مد کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔مگر مجکو بھی دو چار
کلون کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے + ایک بکھیڑا ہے۔کہ بگھون زمین پر پھیلا ہے + سیکڑون
پُرزے۔ہزار ہا پیچ۔بیلن۔پہئے۔چرخیان۔کمانیان۔خدا جانے دُنیا بھر کے کیا کیا سامان

گنتی درکنار۔ تمام اقسام تک منضبط نہین ÷

کسی کتاب مین نظر سے گذرا۔ کہ زمانۂ حال کا کوئی فلسفی خردبین مین پانی کی ایک بوند کو دیکھ رہا تھا۔ سو سے زیادہ طرح کے جاندار تو وہ اس ایک بوند مین بمشکل شمار کر سکا۔ آخر تھک کر بیٹھ رہا۔ ایک بوند مین اتنی مخلوقات ہو۔ تو تمام کرۂ آب مین جو تین چوتھائی زمین کو ڈھانکے ہوئے ہے۔ کتنی مخلوقات ہوگی؟ خدا ہی کو خبر ہے۔ پھر زمین کے گرداگرد ۴۵ میل ہوا کے دل کا کرہ ہے۔ اور اس مین بھی جانداروں کی ایسی ہی یا اس سے زیادہ کثرت ہے۔ ہرچند کارخانۂ قدرت الٰہی کی عظمت اور شان فہم بشر سے خارج ہے۔ مگر جس طریق پر مین نے اجمالاً بیان کیا۔ اگر کوئی آدمی متواتر اور متصل مدتون تک غور کرتا رہے۔ تو ضرور اُسکے دل مین اپنی بے حقیقتی اور درماندگی اور بے وقعتی کا نقش پیدا ہوگا۔ جس کو مین دینداری کی نبیاد یا تمہید سمجھتا ہون ÷

اسکے بعد ذہن کو اسطرف متوجہ کرنا چاہیئے۔ کہ اتنا بڑا کارخانہ باین عظمت کیسی عمدگی اور کیسے انضباط کے ساتھ چل رہا ہے۔ کہ عقل دنگ ہوتی ہے ÷ اجرام فلکی کے اتنے اتنے بڑے بے شمار گولے۔ کہ خدا کی پناہ۔ اور خود زمین سب چکر مین ہین ÷ خدا جانے کب سے اور کب تک اور نہ آپسمین ٹکراتے ہین۔ نہ بال برابر اپنی رفتار بدلتے ہین ÷ اب جو آدمیون کو فائدہ معلوم ہوگیا ہے۔ تو سیکڑون ہزارون برس پہلے سے پیشین گوئی ہو سکتی ہے۔ کہ فلان ستارہ فلان وقت فلان مقام پر ہوگا۔ اور وہین ہوتا ہے۔ حساب مین اگر غلطی نہ ہو۔ تو منٹ سکنڈ کیسا؟ سکنڈ کے ہزارویں حصے کی قدر بھی آگا پیچھا نہین ہو سکتا ÷ یہان روے زمین پر ایک بھنگے۔ ایک دانے ایک پھل۔ ایک پنکھڑی گھاس کے ایک ڈنٹھل چھوٹی سے چھوٹی اور ادنی سے ادنی چیز کو بھی نظر غور سے دیکھو۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر چیز کی کچھ نہ کچھ غرض وغایت ہے۔ جسکی تکمیل کا پورا پورا سامان اس چیز مین موجود ہے۔ مثلاً ریگستانی علاقون مین اونٹ پیدا کیا ہے۔ تو اُسکے پانون کے تلوے چوڑے اور اسفنج کی طرح پولے ہین۔ کہ ریت مین نہ دھسین۔ اسکی گردن بہت لمبی ہے۔ تاکہ اونچے درختون کے پتے چر سکے ÷ اسکو ایک خاص طرح کا خانہ دار معدہ دیا گیا ہے۔ جسمین کسی کئی ہفتون

بڑے پہاڑ کے آگے ایک ذرّے کی۔ اگر علم ہیأت کی سب باتیں سچی ہیں۔ اور جب مشاہدات اور اصول ہندسہ پر مبنی ہیں۔ تو انکو غلط ہی کون کہہ سکتا ہے؟ تو چار و ناچار انسان کو اپنی درماندگی کا نارسائی اور بے حقیقی کا اقرار کرنا پڑتا ہے + ہزار دس ہزار بیس ہزار۔ پچاس ہزار۔ لاکھ کوس تک کا بھی خیر ہم یون ہی سا کچھ اندازہ کر سکتے ہین + مہاسنگھ در مہاسنگھ کوسون کے سمجھنے کو کس کی اٹکل لائین + بھلا کچھ ٹھکانا ہے۔ ان دوریون کا۔ کہ زمین پر سے گولہ چھوٹے اور شبانہ روز متصل ایک رفتار سے سیدھا چلا جاے۔ تو انیس برس مین جا کر آفتاب تک پہونچے۔ اللہ اکبر جل شانہ + بڑے سے بڑے پلے کی دوربینین ایجاد ہوئین۔ مگر ہم نے اجرام فلکی کا کیا دیکھا؟ ایک جھلک + وہ بھی ان معدودے چند کی + جو زمین سے بہ نسبت دوسرے بے شمار اجرام کے قریب ہین + کبھی آسمان خوب صاف ہوتا ہے۔ تو اندھیری رات مین کس کثرت سے ستارے دکھائی دیتے ہین + گویا گھری افشان چھڑکی ہوئی ہے + اور اگر کسی طرح اونچے سے اونچے ستارے پر پہونچنا ممکن ہوتا۔ تو وہان سے بھی جہانتک اور آگے کو نظر کام کرتی یہی کیفیت دکھائی دیتی پھر خدا جانے۔ کتنے کالے کوسون کی مسافت ہے۔ کہ ستارے ہمکو ننھے ننھے نقطے دکھائی دیتے ہین۔ ورنہ جسطرح اسکا یقین ہے۔ کہ دو اور دو چار ہوتے ہین۔ اسیطرح جاننے والون کو اسکا بھی اذعان (یقین) ہونا چاہیے۔ کہ ایک ایک نقطہ بجاے خود جہان ہے۔ اور جہان بھی کیسا؟ کہ اگر اُسکو بڑا اٹکا فرض کرو۔ تو زمین اُسکے سامنے خشخاش کا نہ سہی تورائی کا دانہ ضرور ہے۔ جو تارے زمین سے زیادہ پاس ہین یعنی انکی دوری لاکھون کوس کے پیٹے کے اندر ہی اندر ہے۔ دوربین کی مدد سے اُنکے حالات کسی قدر زیادہ دریافت ہوئے ہین۔ اور پاس پڑوس کی آخر تھوڑی بہت خبر ہونی ہی چاہیے + سمندر جھیلین پہاڑ دھوپ چھاؤن۔ ہوا۔ بادل۔ یہ سب چیزین ان تارون مین صاف دکھ پڑتی ہین۔ اس سے اور دوسرے بہت سے قراین سے علماے ہیات قیاس کرتے ہین۔ اور بجا قیاس کرتے ہین۔ کہ زمین کیطرح ان جہانون مین بھی جان دار آباد ہین۔ یہان عقل انسانی کے اوسان اور بھی گم ہین۔ بھلا اتنے بے شمار جہانون کی کل مخلوقات کا تو ہم کیا اندازہ کر سکتے ہین جب کہ ایک زمین کی مخلوقات کی

پھر انسان کی عقل اپنی طرف سے کچھ کمی نہین کرتی۔ بھتیرا زور مارتی ہے کہ ان کی حقیقت دریافت کرون۔ مگر کچھ پتہ نہین چلتا۔ سے

| کوئی حقیقت آن کر کہتا نہین بُری بھلی | | حال عدم نہ کچھ کھلا گزرے سہے رفتگان پہ کیا |
|---|---|---|

نیکی بدی کی امتیاز کے ساتھ اسکو اتنی بات اور بھی سوجھتی ہے۔ کہ انسان کے ہر ایک فعل کو ایک نتیجہ لازم ہے + اگرچہ بسا اوقات بعض افعال کے نتائج اسی دُنیا مین واقع ہوجاتے ہین۔ مگر بعض کے نہین بھی ہوتے۔ اور ہم دیکھتے ہین کہ دُنیاوی نتائج کے علاوہ طبیعتین کسی اور نتیجے کی بھی منتظر رہتی ہین + اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک جہان اور ہونا چاہئے۔ اور اسکی ضرورت ہے + اور نہین معلوم کیا سبب ہے۔ کہ دل خود بخود اندر سے گواہی دیتا ہے۔ کہ مرنے سے تو ہمارا پیچھا چھوٹتا ہوا نظر نہین آتا + مرے پیچھے ہم کسی حالت مین رہین۔ مگر رہین گے ضرور۔ پس یہان تک عقل کی پرواز تمام ہوئی + سے

| | فروغ تجلی بسوزد پرم | | اگر یک سر موے برتر پرم |
|---|---|---|---|

مگر اس سے تو کچھ بھی کشود کار نہ ہوا + دل جو اُس جہان کے تفصیلی حالات کے مشتاق تھے۔ بدستور جویا کے جویا رہے + اب دین کے سرحد مین آگے بڑھنا چاہتے ہو۔ تو چراغ عقل کو گل کرو۔ اور آفتاب جہان تاب کلام الٰہی کو اپنا ہادی اور راہ نما قرار دو +

# کارخانہ عالم

یعنی دُنیا کی تمام مخلوقات پہ غائر نظر ڈالکر۔ اُس صانع مطلق کی حیرت انگیز صنعت اور کاریگری کو دیکھکر خداوند عالم کی ہستی اور وجود کا قائل ہونا چاہئے۔ اور یہ سمجھنا چاہئے۔ کہ اسی خالق یکتا نے ہم سب کو نیست سے ہست کیا۔ معدوم سے موجود کیا۔ وہی باقی ہے۔ اور سب چیزین فانی۔ اُسکی ہستی سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا +

دنیا کا ایک بڑا بھاری عظیم الشان کارخانہ ہے + کہنے کو محدود ہے مگر کسی نے اسکی انتہا نہین پائی + اس کارخانے کے مقابلے مین زمین کی باین وسعت اتنی بھی تو حقیقت نہین جیسے بڑے سے

جو علاقہ ہے۔ آجتک اُسکا راز کسی پر نہین کھلا۔ مثلاً جلانا آگ کا خاصہ ہے۔ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے مگر کوئی نہین بتا سکتا کہ کیون۔ ذرا آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھو۔ تو روے زمین کے سارے ریگستانون مین اتنے ذرّے نہ ہونگے۔ جتنے ستارے آسمان مین بھرے پڑے ہین۔ پھر یہ ستارے دیکھنے مین چھوٹے چھوٹے نقطے سے نظر آتے ہین۔ اور درحقیقت ایک ایک بجاے خود ایک جہان ہے۔ کہ ہماری زمین کی اُسکے سامنے کچھ بھی حقیقت نہین۔ غرض سوچنے سمجھنے والے کو دنیا سرتاسر طلسم حیرت ہے ؎

جب دُنیاوی امور مین عقل انسانی کی نارسائی کا یہ حال ہو کہ کسی بات کی کنہ کو نہین پہونچ سکتی۔ تو دین مین وہ کیا ہماری رہبری کریگی؟ ۔ ۵

| | | |
|---|---|---|
| تو کارِ زمین را نکو ساختی | کہ با آسمان نیز پرداختی | |

یہ دُنیا تو پھر بھی عالم مشہود ہے۔ ہم اس مین موجود ہین۔ اور اسکو اپنی آنکھون سے دیکھتے اور تھوڑا بہت اس مین تصرف بھی کر سکتے ہین۔ اور کرتے ہین۔ دین خبر دیتا ہے۔ کہ اس دنیا کے سواے ایک جہان اور ہے۔ یہ ظاہر ہے۔ وہ غائب۔ یہ فانی ہے۔ وہ باقی۔ یہ مجاز ہے۔ وہ حقیقت یہ تمہید ہے۔ وہ نفس مطلب یہ امتحان ہے۔ وہ نتیجہ۔ یہ سفر ہے۔ وہ منزل مقصود۔ یہ خواب ہے۔ وہ تعبیر یہ افسانہ ہے۔ وہ حق الامر۔ ظاہر ہے۔ کہ عقل انسانی کو اُس جہان کے متعلق کچھ بھی نہین جاننا چاہئے کیونکہ اُسکی منتہاے رسائی سے بہت دور پڑے ہین۔ لیکن خدا کی بے انتہا مہربانی سے بعید تھا۔ کہ انسان جو اُسکی مخلوقات مین سب سے افضل ہے۔ اُس جہان سے بالکل بے خبر ہے۔ اور جسطرح اُسنے اور چیزون کو دوسرے خواص بخشے ہین عقل انسانی کو نیک و بد کی تمیز عطا فرمائی۔ کہ جاہل سے جاہل اور وحشی سے وحشی بھی بھلائی کی طرف راغب ہے۔ نہ کسی دُنیاوی مفاد کی طمع سے۔ اور برائی سے ہارب (بھاگنے والا) ہے نہ کسی نقصان کے خوف سے۔ بلکہ گویا انسان کا دل مقناطیسی سوئی ہے۔ اور نیکی شمال کی سمت۔ پس اُس جہان کے متعلق رسائی بمعلومات واقفیت جو کچھ سمجھو یہ انسانی فطرت ہے۔ کہ آدمی بالطبع نیکی کو پسند اور بدی کو ناپسند کرتا ہے۔

ہین۔ کہ اس سرے سے اُس سرے تک ساری زمین کو ہلا مارا۔ اور مر گئے۔ تو کچھ بھی نہین ایک تودہ خاک ا۔ آخر وہ کیا چیز تھی جو اُن مین سے نکل گئی؟ حیوانات نباتات لاکھون قسم کی مخلوقات کا ایک چکر سا بندھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کہ زمین سے پیدا ہوتے۔ اور پھر اسی مین فنا ہو جاتے ہین کسی کی عقل کام کرتی ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور کس غرض سے ہو رہا ہے؛ جان تو ایک قسم کی نباتات مین بھی ہے۔ مگر جانورون کے بہت سے افعال انسان سے ملتے ہوئے ہین بلکہ بعض حیوانات بعض باتون مین انسان پر بھی شرف رکھتے ہین۔ مگر ہم دیکھتے ہین انکے تمام کمالات وہبی اور فطری ہین + پھر وہ کونسی تکمیل ہے جسکے لیے انکو یہ ہستی دی گئی؟ +

انگریزون نے تحقیقات کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا۔ مگر شروع سے ابتک کسی ایک جگہ یا کسی ایک چیز۔ یا کسی ایک بات کا سلسلہ پتہ نہ چل سکا زمانہ حال سے جس قدر پیچھے کو دھر ہوتے جاتے ہین منظر تاریخ دھندلا ہوتا چلا جاتا ہے + یہانتک کہ اب سے چار پانچ ہزار برس پہلے کا کسی کو کچھ حال ہی نہین معلوم۔ کہ دُنیا کا کیا رنگ تھا؛ عقل انسانی کی نارسائی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی۔ کہ آج تک کسی پر کسی چیز کی ماہیت ہی منکشف نہین ہوئی جانا تو کیا جانا؛ اعراض وہ بھی شاید فی صد دو + مثلاً پانی۔ کہ ہم اُسکا اتنا ہی حال جانتے ہین۔ کہ سیال (بہنے والا) ہے جو شکل چاہو۔ آسانی سے قبول کر لیتا ہے + آمیزش سے پاک ہو۔ تو شفاف ہے۔ نشیب کے طرف کو بہتا ہے + وزن مخصوص کے قاعدے سے ۳۳ فٹ سے زیادہ ہوا مین بلند نہین ہو سکتا حرارت کے اثر سے ہوا بن جاتا ہے۔ یا اگر علم طبعی کے کسی ماہر سے پوچھو تو شاید دو چار خواص اور بیان کر سکے گا۔ مگر یہ سب آثار ہین نہ ماہیت + ماہیت کا نام آیا اور عقل گم ہو گئی +

بات کیا ہے۔ کہ دُنیا ہے عالم اسباب + یہان واقعات کا ایک سلسلہ ہے + ایک کے بعد دوسرا۔ اور دوسرے کے بعد تیسرا۔ واقع ہوتا رہتا ہے۔ ہم واقعۂ متقدم کو سبب اور علت کہتے ہین۔ اور واقعۂ متاخر کو مسبب اور معلول نتیجہ + اگرچہ سبب کے قرار دینے مین اکثر چند در چند غلطیان ہوتی ہین۔ مگر فرض کرو۔ کہ ہم سبب کے قرار دینے مین غلطی نہ بھی کرین۔ تاہم سبب اور مسبب مین

فائدہ اٹھارہے ہین + ریل اب ہم پوچھتے ہین کہ دنیا مین گھر گھر آگ تھی۔ گھر گھر ہنڈیان پکتی تھین۔ ہر ہر شخص بھاپ سے بخوبی واقف تھا۔ سیکڑون ہزارون برس پہلے سٹیم (بھاپ) کی طاقت کیون معلوم نہین ہوئی + اور یہی سوال ہر ڈسکوری کی بابت ہو سکتا ہے۔ جو اتبک ہوئی یا آئندہ کسی وقت مین ہو +

سر اسحٰق نیوٹن۔ جسکو سب سے پہلے مسئلہ کشش کا الہام ہوا۔ کہتا تھا۔ کہ خدا کی بے نہتا قدرت کے سمندر مین بے شمار موتی بکھرے پڑے ہین۔ اور مین تو ابھی کنارے پر بیٹھا ہوا بچون کیطرح سیپیان اور گھونگے جمع کر رہا ہون۔ یہ مقولہ تھا اُس شخص کا جسنے زمین اور آسمان کے قلابے ملاکر نظام بطلیموس کی جگہہ اپنا نظام قائم کیا۔ اور آج سارا یورپ اُسکے نام پر فخر کرتا ہے +

جسکو خدا نے عقل دی ہے۔ وہ تو یون اپنی عقل کی نارسائی کا اعتراف کرتے ہین۔ اور ایک ہمارے زمانے کے انگریزی خوان ہین۔ کہ سیدھی سی اقلیدس کی نئی شکل پوچھو۔ تو بغلین جھانکنے لگین۔ اور لن ترانیان یہ۔ کہ ہمچو ما دیگرے نیست ایس جون جون زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے عقل انسانی کا قصور ہے۔ کہ کھلتا چلا جاتا ہے۔ اب سے زیادہ نہین۔ صرف ڈیڑھ سو برس پہلے کسی کی عقل مین یہ بات آسکتی تھی۔ کہ مہینون کی سافت ہم گھنٹون مین طے کر سکین گے یا ہزارہا کوس کا حال چند لمحے مین معلوم کر لیا کرینگے۔ یا آگ سے برف جمایئن گے۔ یا کپڑے کی کل مین کپاس بھر کر اچھے خاصے دُھلے دُھلائے تہ کئے ہوئے تھان نکال لیا کرینگے۔ اور ابھی کیا معلوم۔ کہ ہم کیا کیا کر سکین گے۔ مگر پھر بھی رہین گے آدمی عاجز۔ ناچیز۔ بے حقیقت۔ بھلا آدمی کیا عقل پر ناز کریگا۔ جبکہ اُسکو یاس کے پاس اتنا تو معلوم ہی نہین۔ کہ روح کیا چیز ہے۔ اور اسکو جسم کے ساتھ کس طرح کا تعلق ہے؟ +

وقت کے ازلی ابدی ہونے پر خیال کرتے ہین۔ تو انسان کی ہستی ایسی بے ثباتی دکھائی دیتی ہے۔ جیسے دن رات مین ایک طرفۃ العین بلکہ اس سے بھی کم۔ اور اس ہستی پر انسان کے یہ ارادے اور یہ حوصلے۔ کہ گویا زمین و آسمان مین سمانا نہین چاہتا۔ پھر کیسے کیسے لوگ ہو گذرے

اور جسطرح انسان کی دوسری قوتین محدود اور ناقص ہین - اسیطرح عقل بھی محدود اور ناقص ہے مثلاً آنکھ - کہ خاص فاصلے پر دیکھ سکتی ہے - اُس سے باہر نہین - پھر بے روشنی کے کام نہین دیتی - اجسام کثیف مین نفوذ نہین کرتی + اگر دیکھنے والا متحرک ہو (مثلاً فرض کرو کہ کشتی یا ریل مین ہو) تو وہ اُلٹا ٹھہری ہوئی چیزون کو متحرک دیکھتا ہے - اور اپنے تئین ٹھہرا ہوا + تیز حرکت متشکل معلوم ہوتی ہے - جیسے لڑکے لکٹی سے کھیلتے ہین - پیالے مین تھوڑا سا پانی بھر کر لکڑی کھڑی کرین - تو لچکی ہوئی دکھائی دیگی شفاف پانی کی تہ کی چیزین اوپر کو اُبھری ہوئی نظر آتی ہین - اور اسی طرح کی اور بہت سی غلطیان نظر سے ہوتی ہین - جنکی تفصیل علم مناظر مین موجود ہے + غرض جسطرح مثلاً ہماری قوت باصرہ محدود اور ناقص ہے - اُسی طرح عقل کی رسائی کی بھی ایک حد ہے - وہ بھی نقصان سے بری نہین - اور اس سے بھی غلطیان ہوتی ہین + غلطی کے لئے اختلاف رائے کی دلیل کافی ہے ہندسہ کے علاوہ جسکے اصول بدیہیات پر مبنی ہین - (اور اسی وجہ سے اسمین اختلاف ہو نہین سکتا) ڈاکٹر - فلسفی - جج - ہیئت دان مدبران ملک - اہل مذہب - وغیرہ وغیرہ سبھی کو دیکھتے ہین کہ ایک دوسرے سے لڑتے مرتے ہین منطق کے قاعدے منضبط ہوئے مناظرے کے اصول ٹھہرائے گئے مگر اختلاف نہ کم ہوا - اور نہ تا قیامت کم ہو -

جب ہست و نیست کا اختلاف ہو - تو ضرور ایک برسر غلط ہے + اگرچہ عقل انسانی کا نقصان اختلاف رائے سے بھی مستنبط ہو سکتا ہے - مگر ہم ذرا اسکو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہین + دو ڈھائی سو برس کے عرصے مین اہل یورپ کو سیکڑون باتین ایسی دریافت ہوئین - کہ کسی کو کیمیا کا حکمی نسخہ مل گیا ہوتا - اور وہ اُسکو عام بھی کر دیتا تو اتنا فائدہ نہ پہونچتا جتنا کہ ان ماڈرن ڈسکوریز یعنی زمانہ حال کی دریافتون سے ہوا - اور جن اقبالمندون کو خدا نے واقعات اور موجودات نفس الامری مین غور و خوض کرنے کی دُھن لگا دی ہے - خدا اُنکی کوششون کو مشکور و کامیاب کرتا ہے بحر بے پایان موجودات مین غوطے لگا رہے ہین - اور معلومات جدیدہ کے بے بہا موتی ہین - کہ برابر نکلے چلے آتے ہین ان ماڈرن ڈسکوریز مین سے زیادہ نہین صرف ایک چیز عام فہم لو جس سے انگریزون کے طفیل مین ہم بھی

لوگ بالطبع ذہین ہوتے ہین + ادہر طبیعتین لڑائی شروع کرین - اور اسکا انکو چسکا پڑ جائے - تو بس ساری شکایتین رفع ہین - اور از بس کہ تمام علوم جدیدہ جنپر ملکی ترقی کا انحصار ہے - انگریزی مین ہین سب سے پہلے زبان انگریزی کو رواج دینا ہوگا + بعض لوگون نے یہ خیال کیا ہے - کہ علوم جدیدہ کی کتابین اُردو مین ترجمہ کرائی جائین - مگر مین اس رائے سے متفق نہین ہون + اوّل تو زبان اُردو مین اتنی وسعت نہین - کہ علوم جدیدہ کی تمام مصطلحات کا اُردو ترجمہ ہو سکے - ناچار اکثر مصطلحات انگریزی کو اختیار کرنا پڑیگا - اور انکے تلفظ مین ضرور غلطیان ہونگی - مین نے اسطرح کی بعض طبی اور بعض کیمیا اور بوٹنی (علم فلاحتہ) وغیرہ کی کتابین دیکھی ہین - کوئی سطر انگریزی الفاظ سے خالی نہین - یہ ترجمے اردو و انگریزی مخلوط آدھا تیتر آدھا بٹیر مجھکو تو سخت بدمزہ معلوم ہوتے ہین - اور پھر کسی زبان کے ایک لفظ کی دوسری زبان مین کیسی ہی ہندی کی چندی کیون نہ کرو - اُسکا ٹھیک مفہوم دوسری زبان مین ادا ہونا مشکل ہے اسکے علاوہ انگریزی زبان کے رواج دینے سے ایک تو علوم جدیدہ کا پھیلانا ہے - اور دوسری غرض اور بھی ہے - یعنی عموماً انگریزی خیالات کا پھیلانا - اکیلے علوم جدیدہ سے کام چلنے والا نہین - جب تک خیالات مین آزادی - ارادے مین استقلال حوصلے مین وسعت - ہمت مین علو - دل مین فیاضی اور ہمدردی - بات مین سچائی - معاملات مین راستبازی یعنی انسان پورا پورا جنٹلمین نہ ہو - اور وہ بدون انگریزی جاننے کے ہو نہین سکتا - انگریزی دان آدمی کو اخبارون اور کتابون کے ذریعے سے انگریزی خیالات پر آگہی بہم پہونچانیکی بڑی آسانی ہو سکتی ہے

# مذہب اور عقل

یعنی عقل ایک ایسی محدود قوت ہے جسکی پوری پوری رسائی دنیاوی امور مین تو ہو نہین سکتی - مذہب جسکو دوسرے عالم سے بھی تعلق ہے - اُسمین اسکی رسائی کیونکر ہو سکتی ہے + لہذا مذہب کو محکوم عقل بنانا سخت غلطی ہے +

بلاشبہ مبدا فیاض نے انسان کو ظاہری اور باطنی جتنی قوتین دی ہین سب مین عقل بڑی زبردست ہے - اور وہی مدار تکلیف شرع بھی ہے - لیکن بیش برین نیست کہ عقل بھی ایک قوت ہے

ہوتا ہے۔ ملک کی وسعت اسقدر کثیر التعداد باشندون کو کافی نہین۔ اور اہل یورپ کے تمول کا
اندازہ کسی قدر آپ اس بات سے کر سکین گے کہ وہان دو روپیہ روز کی آمدنی کا آدمی سوسائٹی
مین اس سے زیادہ وقعت نہین رکھتا۔ جیسے یہان ڈیڑھ دو آنے روز کا مزدور۔ اور دس ہزار
روپیہ سالانہ کہ یہ سولین کی پنشن کی مقدار غایت ہے سواری اور اپنے ذاتی ملازم رکھنے کے لیئے
مشکل سے کفایت کر سکتا ہے۔ تو موٹے سے موٹی سمجھ کا آدمی بھی یہ بات نہین کہ سکتا کہ سلطنت
کی وجہ سے یورپ مین یہ کچھ دولت پھٹ پڑی ہے۔ اصلی بات یہ ہے۔ کہ خدا کو اہل یورپ کی
ترقی۔ انکی فلاح منظور تھی۔ کہ ملک کے ملک کو واقعات نفس الامری اور موجودات خارجی مین
غور کرنے کی دُھن لگا دی۔ اس غور سے سیکڑون ہزارون نئے نئے اصول دریافت ہوئے۔
جن پر عمل کرنے سے انسان کی قدرت اس قدر بڑھ گئی کہ کچھ انتہا نہین +

غرض یورپ کی دولتمندی کے اصل لٹکے سٹیم (بھاپ) اور الکٹریسٹی (قوت برقی)
وغیرہ یعنے انکے علوم جدیدہ ہین۔ ہالوے کا نو نام آپنے سنا ہوگا۔ اس شخص کے یہان مرہم
اور گولیون کا کارخانہ ہے۔ مگر اسکی آمدنی کو آپ اسپر قیاس کر سکتے ہین۔ کہ چار لاکھ روپیہ سالانہ تو
صرف اُجرت اشتہار کا خرچ ہے۔ اور پھر کچھ بڑے کارخانون مین اسکا شمار نہین۔ ولایت جاکر دیکھیے
تو معلوم ہو۔ کہ تجارت کے مقابلے مین سلطنت ایک محض بے حقیقت چیز ہے + اگر تاجرون کے تمول کا حال
مین آپ سے بیان کرون۔ تو آپ مبالغہ سمجھین پھر ہماری ولایت مین کوئی سیر حاصل ملک نہین۔ پیداوار
اور معدنیات کے اعتبار سے یورپ کسیطرح ہندوستان سے لگا نہین کھا سکتا۔ مگر چونکہ ہندوستان کے
لوگ نئے علوم سے ناواقف ہین۔ خداداد سرمایے سے فائدہ اُٹھانیکا سلیقہ نہین رکھتے + ہندوستانیون
کی بدقسمتی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی۔ کہ مثلاً روئی ہندوستان سے ولایت جاتی ہے۔ اور وہ لوگ اپنی ہنرمندی
سے اسی روئی کے انواع و اقسام کے کپڑے بنا کر پھر ہندوستانیونکے ہاتھ چند در چند نفع پر فروخت کرتے ہین +

پس ہندوستانیون کے پنپنے کی اگر کوئی تدبیر ہے۔ تو یہی کہ ان مین علوم جدیدہ کو پھیلایا جائے
اور انکو اس بات کی طرف متوجہ کیا جائے۔ کہ اپنی تمام توجہ عقلی واقعات مین صرف کرین۔ یہان کے

کی کاریگری مین دوسرے ملکون کے لوگون پر سبقت لیجا کر روے زمین کی دولت اپنے ملک
مین گھسیٹے لے گئے۔ اور گھسیٹے لئے چلے جارہے ہین جس جس طرح کے ہنر اور کمال اہل یورپ مین ہین
انکے ہوتے ممکن نہ تھا۔ کہ انکو سلطنت نہ ہو + سلطنت انکے کمالات کی قیمت نہین ہے۔ بلکہ رونگھن مین
ہے۔ اور انکا حق لازمی ہے + سلطنت سے انگریزون کو اگر کچھ مفاد ہے۔ تو یہی۔ کہ انکے ملک کے چند
آدمی یہان آکر نوکری کرتے اور تنخواہ پاتے ہین + اس سے بھی ہمکو انکار نہین۔ کہ ہندوستانیون کے
مقابلے مین انگریزون کو بڑی تنخواہ ملتی ہے۔ اور کیون نہ ملے + انکے سفر دور دراز کو دیکھو + اختلاف
آب و ہوا کی وجہ سے انکی جان جوکھم پر نظر کرو۔ انکی اعلی شان دار کثیر المصارف طرز زندگی اور
ساتھ ہی انکی دیانت داری کا بھی خیال کرو۔ تو معلوم ہو کہ انگریزون کی تنخواہین بواجب بڑی ہین۔
یا بہ ناواجب۔ یہ بھی انگریزون ہی کے جگر ہین۔ کہ ان تنخواہون پر کیسے کیسے سخت امتحان دیتے ہین۔
اور اپنا دیس اور اپنے عزیز یگانے چھوڑ کر کالے کوسون نوکری کو نکل آتے ہین۔ کیونکہ یہ بات انکے
اصول زندگی مین داخل ہے۔ کہ ہر انسان کو اپنی قوت بازو سے کمائی کرنی چاہئے + جب کہ خاندان
شاہی مین کوئی متنفس اس کلئے سے مستثنی نہین۔ اور خود ملکہ معظمہ کے بیٹے پوتے قاعدے کے
مطابق چھوٹے چھوٹے عہدون سے نوکری شروع کرتے ہین۔ تو دوسرے کس گنتی مین ہین
یہی تنخواہین اور یہی امتحان۔ اور یہی پردیس۔ اور یہی اختلاف آب و ہوا۔ اور یہی تمام حالات
ہندوستانیون کے ہون۔ تو شاید گھر سے نکلنے کا نام نہ لین + ولایت تو ولایت آج کسی کو باہر جانے کا
حکم دیا جاتا ہے۔ تو سارے گھر مین رونا پیٹنا مچ جاتا ہے۔ اپنی ہمت کا تو یہ حال! اور انگریزونکی تنخواہون
پر حسد! بہرکیف یہی سہی کہ جتنے انگریز ہندوستان مین نوکر ہین۔ حتی کہ گورے سب کے سب یہان
کی تنخواہین پا پا کر آسودہ حال ہو جاتے ہین۔ لیکن ان معدودے چند کے تول سے اس ملک کو
کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے؟ جسمین سے اِن سے دوچند سہ چند ہر سال جزائر دوردست مین جا کر
سکونت اختیار کر لیتے ہین + صرف اسوجہ سے کہ علم طب اور صفائی مین جو بہت ترقی ہوئی ہے۔
تو عمرون کا اوسط بڑھ گیا ہے۔ بیماری اور موت مین بہت کمی ہو گئی ہے۔ توالد تناسل کثرت سے

حیدر آباد مین جاکر آپنے تلنگی سیکھی۔ پیرانہ سالی مین دہلی مین آپنے سنسکرت پڑھی +
آپنے گورنمنٹ کے حکم سے انکم ٹکس اور تعزیرات ہند کا ترجمہ انگریزی سے اردو مین کیا اس صلہ مین آپکو ۱۸۶۲ء مین کانپور کی تحصیلداری ملی۔ اُسکے بعد آپنے ضابطہ فوجداری و قانون شہادت کا ترجمہ کیا۔ اس صلہ مین ۱۸۷۷ء مین کانپور ہی مین آپ ڈپٹی کلکٹر ہوئے۔ وہان سے گورکھپور۔ جالون اعظم گڈھ وغیرہ تبدیل ہوتے رہے۔

نواب محسن الملک اور نواب عماد الملک مولوی سید حسن صاحب بلگرامی کی تحریک سے سر سالار جنگ نے ۱۸۷۷ء مین آپکو حیدر آباد مین طلب کیا۔ وہان ایک ہزار تنخواہ دو سو چالیس بھتہ پر ایک بڑے عہدہ سے سرفراز ہوئے۔ وہان کا کام نہایت خوبی سے انجام دیکر سبکدوش ہوئے دہلی مین آکر خانہ نشین ہوے ۲۸۔ اپریل روز جمعہ ۱۹۱۲ء کو ۸ بجے دن کو بعارضہ فالج انتقال ہوا +

آپنے اُردو زبان کو بہت بڑی مدد پہونچائی + آخر وقت تک تالیف و تصنیف سے آپکا قلم نہین رکا +
منتخب الحکایات۔ چند پند۔ توبۃ النصوح۔ مرآۃ العروس۔ بنات النعش۔ ابن الوقت۔ محصنات۔ رویائے صادقہ۔ الحقوق و الفرائض۔ ترجمۃ القران موعظۂ حسنہ۔ اور بہت سی کتابین اور لکچر اسپیچین آپکی یادگار رہین +

آپکی تحریر مین سادگی ہے + مثال و محاورات کا استعمال زیادہ کرتے ہین۔ اور چونکہ عربی زبان سے آپکو ایک خاص الفت تھی۔ اسلیے آپکی اردو مین بھی عربی زبان کے الفاظ اور فقرے۔ اشعار احادیث۔ آیات قرآنی کا استعمال زیادہ ہے۔ آپکی کتابین دہلی کی پاکیزہ اور شستہ اردو کا عمدہ نمونہ ہین +

## انگریزون کی عظمت کی اصلی وجہ

(انگریزون کی عظمت کا سبب اور ہندوستانیون کی ترقی کرنیکے طریقہ کے بابت نوبل صاحب نے سر سید سے جو اپنی رائے ظاہر کی ہے (کہ انگریزون کی عظمت کی اصلی وجہ تجارت اور صنعت مین ترقی کرنا ہے۔ نہ کہ سلطنت۔ اور ہندوستانی جب تک انگریزی زبان سیکھکر علوم جدیدہ کو حاصل کرکے صنعت و تجارت کے جانب متوجہ نہ ہونگے۔ اور انگریزون سے میل جول نہ پیدا کرینگے ترقی نہین کر سکتے) یہ مضمون شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی کی کتاب ابن الوقت سے منتخب کیا گیا +

اہل یورپ کی عظمت سلطنت مین نہین ہے بلکہ تمام عظمت اُن علوم مین ہے۔ جو جدید ایجاد ہوئے ہین۔ اور ہوتے جاتے ہین۔ اور جن علوم کے ذریعہ سے اُنھون نے ریل اور تار برقی اور اسٹیمر اور ہزار ہا قسم کی بکار آمد کلین بنا ڈالی ہین۔ اور بناتے چلے جاتے ہین۔ اور ہر طرح

اعلیٰ درجے کی تعلیم کے حق مین جو دلائل متین اور براہین عظیم بیان کیے جاتے ہین - وہی عورتون کے اعلیٰ درجے کی تعلیم کے لئے نہایت متانت سے وکالت کر رہے ہین - گھر کے تمام کارخانون مین عقلمندی عورتون کی بکار آمد اور موثر ہونیکو زیادہ کر دیگی یہ عقلمندی عورتون مین تفکر اور مآل اندیشی پیدا کریگی - وہ پہلے سے اُنکو سمجھا دیگی - کہ زندگی کی ضروریات کیا ہین - اور وہ کیونکر بہم پہونچ سکتی ہین - غرض ہر طرح سے اُنکی تقویت کا سبب ہوگی + اُنکی قوائے عقلیہ کی تادیب سے یہ فائدہ حاصل ہوگا - کہ وہ جیسے اپنے بھوسے پن اور جہالت سے دغا اور فریب اور توہمات کے جال مین پھنس جاتی ہین - نہ پھنسین گی + اور اخلاقی اور مذہبی تربیت اُنکا افتخار بڑھائین گی اور اُنمین وہ سچی خود اعتمادی اور فرائض پروری پیدا کریگی - جو خانہ داری کے چین و آرام اور خوشدلی کا سرچشمہ ہے + مردون کے اخلاق و دماغ کا صحیح رہنا عورتون پر موقوف ہے - اسلئے عورتون کی تعلیم ایک قومی اور مہتم بالشان امر سمجھا جاتا ہے + عورتون کی پاکیزگی اخلاق اور عقلی تربیت مردون کی اخلاقی خصلت اور عقلی قوت کی بڑی ملاذ و ماوی ہین + جیسے یہ دونون ملکر اپنے قوی کو کامل طور پر ظاہر کرینگے - ویسا ہی قوم کا انتظام زیادہ عمدہ ہوگا - اور اسکی برتری اور اقبال مندی یقینی ہوگی +

# شمس العلماء مولنٰنا حافظ نذیر احمد دہلوی

پیدائش نگینہ ضلع بجنور ۱۸۳۶ء وفات دہلی ۱۹۱۲ء

۶ - دسمبر ۱۸۳۶ء روز سہ شنبہ کی نواح تحصیل نگینہ ضلع بجنور مین پیدا ہوئے - اپنے والد مولوی سعادت علی کے ہمراہ خاص شہر بجنور مین رہتے تھے - مگر سن تمیز کو پہونچنے کے بعد سے برابر دہلی ہی مین رہے - آپنے فارسی کتابین اپنے والد ہی سے پڑہین عربی کی ابتدائی کتابین مولوی نصراللہ خان سے اسکے بعد مولوی عبد الخالق صاحب سے پڑھین + جنوری ۱۸۴۵ء مین دہلی کالج مین داخل ہوئے کالج مذکور سے نکلنے کے بعد ابتدا آپ ضلع گجرات کے ایک اسکول مین للعہ ماہوار پر ملازم ہوئے ۱۸۵۳ء مین دو برس کے بعد وہ ملازمت ترک کر کے کانپور کے ڈپٹی انسپکٹر مدارس لـعہ مشاہرہ پر مقرر ہوئے ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد آپ الہ آباد کے ڈپٹی انسپکٹر مدارس مقرر ہوئے عبد اللہ خان اہین عدالت کے مکان پر آپکا قیام تھا - انہین کی تحریک سے آپنے انگریزی شروع کردی اور اُسکو بقدر ضرورت خوب حاصل کر لیا +

رکھتی ہے۔ کیونکہ اُسکو ضرورت تربیت و تعلیم کی نہین ہوتی + لیکن عقل انسانی جسکی ضرورت ہمیشہ کنبے مین رہتی ہے تعلیم کی محتاج ہے۔ خداے تعالے نے عورتون کو ایک خاص فطرت جسمانی عطا کی ہے لیکن اسکے ساتھ فطرت عقلی اور فطرت اخلاقی بھی سکونت پذیر ہے پس عورتون کو سب سے پہلے یہ سمجھنا ضرور ہے۔ کہ صحت جسمانی و صحت عقلی و صحت اخلاقی بموجب قوانین فطرت گھر مین کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟ آدمی کے ایک تہائی بچے پانچ سال کی عمر کے اندر جاتے ہین۔ اسکا سبب یہ ہے۔ کہ مائین قوانین فطرت سے آگاہ نہین ہوتین۔ وہ جسم کی ترکیب سے بیخبر ہین + تازی ہوا اور صاف پانی کے فوائد سے ناواقف ہین + زود ہضم غذا کے تیار کرنے اور بنانے کو نہین سمجھتین + یہ کہنا بالکل سچ ہے۔ کہ عورتون کو مردون جیسی عقل اسلئے دی گئی ہے۔ کہ وہ کام مین لائی جاے۔ نہ یہ کہ نکمی رکھ کر سڑائی جاے۔ یہ عطیات بغیر کسی مطلب اور مقتضا کے نہین عطا ہوے +

عورت اسلئے نہین بنائی گئی۔ کہ وہ بے عقل و نافہم رہ کر مرد کی خدمت یا مزدوری کرے۔ یا ایک سُہانا کھلونا بن کر وقت فرصت اُسکا دل خوش کرے + اسکے ذمے ایسے نازک جوابدہی کے فرائض مین۔ کہ جنکے لئے دماغ تعلیم یافتہ اور دل شفقت انگیز چاہیے۔ عورتون کی تعلیم کے باب مین ہمیشہ سے اختلاف راے چلا آتا ہے + ایک طرف نہایت تنگدلی سے یہ راے نامعقول ہیودہ کیجر دیجاتی ہے۔ کہ عورتون کو علم کمسٹری کا اتنا آنا کافی ہے کہ وہ ھنڈیا پکا لین۔ اور علم جغرافیہ اتنا بہت ہے۔ کہ وہ اپنے گھر کے کمرے جانتی ہو۔ بڑا کتب خانہ اُنکے لئے یہ ہے کہ ایک کتاب مقدس اُنکے پاس ہو + دوسری طرف اُسکے مخالف وہ راے ہے جسمین مبالغہ۔ لغو۔ فضول فطرت کی مخالفت موجود ہے۔ اُسکا دعوی یہ ہے۔ کہ تعلیم مین عورت اور مرد دونون ہم پلہ ہون حقوق مین اور راے دینے مین دونون برابر ہون منصب و جاہ و دولت و حکومت کے لئے جو خود غرضی کی جڑ اور جھگڑے کا گھر ہین۔ دونون مساوی سمجھے جائین۔ فقط عورت ہونے کی وجہ سے کسی جاہ و منصب سے محرومی نہ ہو +

ابتدا سے عمر مین جو تعلیم و تادیب نہایت مناسب لڑکون کیواسطے ہے۔ وہی لڑکیون کے لئے ہے۔ تربیت و تعلیم کی استعداد جیسی مردون مین ہے ویسی ہی عورتون مین ہے۔ مردون کے

طرح طرح سے اپنے جلوے دکھائیگی - اور وہان مرد کے لئے بہت سے ہمراہی دل کو خوش کرنیوالے موجود ہونگے + دلون کے لئے عبادت گاہ وہان تیار ہے - حادثات زمانہ سے بچنے کے لئے مامن وہ ہے محنت و مشقت کے بعد آرام گاہ ہے مصیبت و افلاس مین تسلّی و تشفی وہان ہے - غرض ہر درد کی دوا وہان موجود ہے - اور ہر وقت خوشی اور راحت کا سامان مہیا ہے +

بچون اور بڑون کی تربیت اخلاق مین گھر جیسا سب مدرسون سے بہتر ہے - ویسا ہی بدتر بھی ہو سکتا ہے + گھر مین اُس قوت کا ہونا بھی ممکن ہے - جو بچپن سے لیکر دم آخرین تک بے حد شرارت اور جہالت پیدا کرتی ہے + ماؤن اور دائیون کی نالایقی سے کیا کیا اخلاقی آفات اور امراض ظہور مین آتے ہین + بچے کو ایک پاجی جاہل دایہ کے حوالہ کردو تو بچے مین وہ عیب پیدا ہوگا جو ساری عمر کی تعلیم و تربیت سے دور نہ ہوگا - جس گھر مین مان شریر بدکار - نابکار ہو - گھر مین بکالتی ہو جھنجلاتی ہو - رنج پھیلاتی ہو - وہ گھر جہنم ہے جس سے بھاگنے کو دل چاہتا ہے جن بچون کی بدنصیبی سے ایسے گھرون مین پرورش ہوئی ہے - وہ اخلاق کی رو سے بونے اور بیڈول ہونگے - نہ اورون کے لئے بلکہ سب کے واسطے بُرے ہونگے +

مردون کی خصلت بنانے مین عورتین جو اثر کرتی ہین - گو نوشت خواند مین نہ آئے - مگر وہ اُنکے بعد باقی رہتا ہے - اور ہمیشہ اپنے نتایج خیر کو جاری رکھتا ہے + عورتون نے نہ تو بڑھ بڑھ کے تصویرین بنائین - نہ بڑی بڑی کتابین تصنیف کین - نہ الجبرا ایجاد کیا - نہ دُوربین اور دخانی کلین اختراع کئے ہین بلکہ صباحت باطن و نیک صفات اہل دل ہو جو بچون کو اپنی گود مین تعلیم و تربیت کیا ہے + اس سے بہتر کیا ایجاد دنیا مین ہو سکتا ہے + اگر عورت اور مردون کی خصلتون کا فیصلہ اس لحاظ سے کیا جائے - کہ کسنے زیادہ بھلائی دنیا مین پھیلائی - تو عورتون کو ترجیح رہے گی +

عورتون پر لازم ہے - کہ وہ سلیقہ مندی کی عادت پیدا کرین - کہ جس سے وہ دنیا کے روزانہ کامون مین موثر - مددگار و معاون ہون - عورتین ہی بچون کو دودھ پلانیوالی پرورش کرنیوالی تعلیم کرنے والی ہوتی ہین - ماؤن کی فقط محبت طبعی کافی نہین عقل حیوانی نسل حیوانات کو قائم

اور نقل اُتارتے ہین۔ گو اسکا علم خود اُنکو نہ ہوتا ہو۔ اسواسطے بچون کی چال چلن اور طور طریقے پر مان کا اثر بہ نسبت باپ کے زیادہ ہوتا ہے۔ گھر مین مان کا نیک مثال ہونا بڑی نعمت ہے ❖

ابتداے عمر مین دل کے اندر جو خیالات جم جاتے ہین۔ اُنکا حال ایسا ہوتا ہے۔ جیسے کہ کسی چھوٹے پودے کی چھال پر حروف کندہ کردئے جائین + وہ درخت کے ساتھہ بڑھتے چلے جائین گے۔ گو وہ کیسے ہی ہلکے ہون۔ مگر مٹنے کے نہین + زمین پر بیج ڈالے جاتے ہین۔ تو کچھہ مدت تک وہ اُسمین پڑے رہتے ہین۔ پھر پھوٹتے ہین۔ اور بڑھتے ہین + یہی حال اُن خیالات کا ہوتا ہے جو ہمارے دل مین اوّل جم جاتے ہین۔ کہ آخر کو وہی ہمارے عادات اور اعمال ہوجاتے ہین ❖

نسل انسانی کا ظاہری انتظام مہر مادری پر ہے۔ جسکا اثر مدام اور عالم گیر ہے۔ جب سے انسان پیدا ہوتا ہے۔ اسکی تعلیم شروع ہوتی ہے۔ اور اُسکے ساتھہ ہی مان کی محبت کا اثر شروع ہوتا ہے۔ بچون پر نیک ماؤن کا اثر عمر بھر رہتا ہے۔ جب اولاد دُنیا کے کام دھندون جھگڑون بکھیڑون اور تردداات و تفکرات مین پڑتی ہے۔ اور تکلیفات اور مشکلات پیش آتی ہین۔ تو وہ صلاح و مشورے اور تسلی و تشفی کے لئے ماؤن ہی کی طرف رجوع کرتی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ مصیبت کے وقت مان ہی یاد آتی ہے۔" مائین اپنے بچون کے دلون مین جو عمدہ اور پاکیزہ خیالات جما دیتی ہین۔ وہی بڑے ہونے پر نیک اعمال کی صورت مین اپنا جلوہ دکھاتے ہین ❖

عورت سب معلمون سے زیادہ نرمی اور ملائمت سے تعلیم کرتی ہے + مرد انسانیت کا دماغ ہے۔ عورت اُسکا دل ہے + وہ اُسکی قوت ہے۔ یہ اُسکا حسن و زیب و زینت ہے + مرد عقلی ہدایتین کرتا ہے۔ مگر عورت قلب کی درستی کرتی ہے جس سے خصلت سنورتی ہے۔ مرد حافظے کو پُر کرتا ہے۔ عورت دل کو پُر کرتی ہے۔ مرد جس بات کا یقین دلاتا ہے۔ عورت اُسکی محبت دلاتی ہے۔ غرض عورت کی بدولت اکثر ہماری رسائی نیکی پر ہوتی ہے ❖

اگر کوئی عورت نیک اطوار۔ کفایت شعار۔ خوش مزاج۔ پاکیزہ طبیعت کسی گھر کی سرپرست ہو۔ تو سارے کنبے کی زندگی بخیر و عافیت بسر ہوگی۔ اور وہان آرام و چین۔ نیکی اور خوشدلی۔

کی تعلیم کی ترقی ہوتی جاتی ہے یعنی مزاج کی۔ ارادے کی۔ عادت کی جنپر آیندہ ساری عمر کی خوشی کی بہت کچھ منحصر ہے۔ اگر کسی عالی دماغ حکیم کو روزانہ بے آرامیون اور بداخلاقیون اور کمینہ پن کی حالتون مین پھنسا دو۔ تو وہ خود بخود وحشی پن کی طرف کھچا چلا جائیگا پس جب عاقلون کی یہ نوبت ہے۔ تو بچے کا کیا حال ہوگا جو بیکس ہے۔ اور موم کیطرح بہت آسانی سے نقش قبول کرنیکی قابلیت رکھتا ہے۔

جس گھر مین محبت کا اور ادائے حقوق شرافت کا شوق غالب ہے جسمین دل و دماغ دونون عاقلانہ حکم چلاتے ہین جسمین روزمرہ کے کاروبار زندگی مین دیانت امانت راستی موجود ہے جسمین عاقلانہ و مشفقانہ انتظام موجود ہے۔ اُس گھر مین یہ توقع ہو سکتی ہے۔ کہ اولاد تندرست و خوشدل و نفع رسان ایسی پیدا ہو۔ کہ جب اُسکو قوت اپنے مربیون کے قدم بقدم چلنے کی حاصل ہو۔ تو وہ نیکی کے طریقون پر چلے۔ اپنے نفس پر ضابطہ ہو۔ اور اپنے ہمسائے کے آدمیون کی بہبودی اور رفاہ عام مین معاون ہو بچے کی طبیعت کے ڈھالنے کے لئے سب سے عمدہ سانچہ نمونہ ہے اگر کوئی چاہے کہ میرے بچونکی خصلتین اچھی ہون۔ تو اُنکے سامنے اپنی خصلت کے اچھے نمونے پیش کرے +

ہر بچے کی آنکھون کے سامنے جو نمونہ مستقل طور پر رہتا ہے وہ اسکی مان ہے + سو معلمون کے برابر ایک اچھی مان ہوتی ہے + گھر مین وہ سارے دلون اور ساری آنکھون کی مقناطیس ہوتی ہے اولاد ہمیشہ مان کی پیرو ہوتی ہے + مثال امر سے بہتر ہوتی ہے مثال تعلیم بالعمل کو کہتے ہین۔ امر زبانی علم کو۔ مثال اپنی بے زبانی سے جو تعلیم کرتی ہے۔ وہ زبانی اوامر نہین کرتے۔ مثال بد کے روبرو عمدہ اوامر بہت ہی کم فائدہ دیتے ہین۔ مثال کی پیروی کیجاتی ہے۔ اوامر کی نہین + جب امر برخلاف عمل کے ہوگا۔ تو وہ بزدلانہ برائیان سکھائیگا + بچے ہی اپنے مان باپ کی اس بات کو سمجھ جاتے ہین۔ کہ وہ کہتے ہین کچھ اور کرتے ہین کچھ۔ اور اگر کوئی واعظ کسی کا مال مار کر جیب مین رکھے اور دیانت کا وعظ کہے۔ تو کچھ اثر نہ ہوگا۔ گھر عورت کی دار السلطنت ہوتا ہے۔ اسمین سارے احکام اُسکے چلتے ہین۔ وہ اپنے بچون کی ننھی ننھی رعیت پر حکم ناطق نافذ کرتی ہے + ہر چیز کے لئے بچے اپنی آنکھون کو اُسی کی طرف لگائے رہتے ہین + ہر وقت اُنکے روبرو وہی مثال اور نمونہ ہے جسکی وہ پیروی کرتے ہین

آدمی جب دنیا مین پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ نہایت ہی بے کس اور بے بس ہوتا ہے۔ اُسکی کل پرورش و تربیت و تعلیم اُن آدمیون کے ذمے ہے۔ جو اُسکے آس پاس ہوتے ہین جسوقت سے وہ سانس لینے لگتا ہے۔ اُسکی تعلیم شروع ہوتی ہے +

ابتدا مین بچّے کی تعلیم اسطرح ہوتی ہے۔ کہ وہ جو دیکھتا ہے۔ اُسکی نقل اُتارتا ہے + عربی ضرب المثل ہے۔ کہ انجیر کے درخت کو دیکھکر انجیر کا درخت زیادہ پھل لاتا ہے" اور ہماری مثل ہے۔ کہ خربوزے کو دیکھکر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے" پس یہی بچون کا حال ہے۔ کہ وہ مثال کی تقلید سے تعلیم پاتے ہین۔ بڑی معلمہ مثال ہے + بچپنے کی خصلت آدمی کی خصلت کا مغز ہوتا ہے۔ باقی اور تعلیم بالائے پوست ہے۔ جسکے اندر وہ مغز ہمیشہ رہتا ہے۔ ایک شاعر کا قول کیا ہی سچّا ہے! کہ جسطرح صبح دن کو دکھاتی ہے۔ ایسے ہی بچہ آدمی کا حال بتلاتا ہے۔ مثل مشہور ہے" ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" جو باتین ولادت کے وقت ہماری طبیعت مین نفوذ کرتی ہین۔ وہی دیرپا اور ہمارے چال چلن کی محرک ہوتی ہے +

بچہ جب پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ ایک نئے عالم کی چوکھٹ پر قدم رکھتا ہے۔ ہر چیز کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ چیزون کو غور کی نظر سے مشاہدہ کرتا ہے + اشیاء کا باہم مقابلہ کرتا ہے + اُنکے تصورات کو ذہن مین محفوظ رکھتا ہے۔ ایک فاضل نے لکھا ہے کہ اٹھارہ اور بیس مہینے کی عمر کے درمیان اُسکو مادّی اشیاء اپنے قواے خواص اجسام اور اپنے اور دوسرون کے فہم کا اتنا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ باقی ساری عمر مین اسقدر نہین ہوتا + اس عمر مین علم کا خزانہ جو جمع ہوتا ہے۔ اور اُسکے دماغ مین جو خیالات پیدا ہوتے ہین۔ وہ ایسے ضروری ہوتے ہین۔ کہ اگر وہ کسی طرح ملیامیٹ ہو جائین تو پھر اُسکو ایک ہفتہ جینا محال ہو جاتا ہے +

یہ بچپن ہی کی کیفیت ہے۔ کہ دل لوح سادہ براے ہر نقش آمادہ" ہو چنگاری اوّل اُسمین پڑتی ہے۔ وہ اپنی روشنی دکھاتی ہے + خیالات جلد ذہن مین آجاتے ہین۔ اور دیر تک قائم رہتے ہین + بچپن مین جو باتین ساتھ ہوتی ہین۔ وہ اکثر اخیر عمر تک ساتھ رہتی ہین بچپن ہی مین خصلت

کے نرم بچون کو اندر رکھتا ہے - کہ کوئی مضرت انکو باہر سے نہین پہنچ سکتی + ادھر ایک موسم کے پھول کھلائے مرجھائے - کہ ادھر اُسنے دوسرے موسم کے پھول کھلائے - جنکو دیکھکر حیرت ہوتی ہے + وہی سارے عالم کا خداوند و مالک ہے - وہی سب جگہہ پھیلا ہوا ہے - وہ سب جانداروں کی جان ہے - پھولون مین دیکھو کہ اُس مصور بے نظیر نے اپنی قلمکاری سے کیا کیا نقش و نگار بنائے ہین + کیسی کیسی انکو خوشبوئین عنایت کی ہین - کیا کیا رنگ اُن مین پیدا کئے ہین + اُنکی آنکھون کو امرت کے پانی سے دہویا ہے + اُسنے اُن دانون مین - کہ جنکی تعداد سمندر کے ریگستان کے ذرون کیطرح بے شمار ہے - وہ جوہر تین داخل کی ہین - جو ساری زمین پر پھیلی ہوئی ہین + کیا خوش دل وہ شخص ہے اجو خدا کے ساتھہ رہتا ہے + مزون مین - خوشبوؤن مین - میوؤن مین پھولون مین اُسی کو وہ پاتا ہے + خلقت مین ایک بیر کے درخت سے لیکر گھاس کے پتے تک - جو دھوپ مین پڑا ہل رہا ہے - یاد الہی مین لکھا ہے شعر

| | ہر گیا ہے کہ از زمین روید | | وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید | |
|---|---|---|---|---|

# گھر کی تربیت

گھر ہی مین آدمی اخلاق کی تعلیم پاتا ہے - بُری خواہ بھلی + گھر ہی مین آدمی چال چلن کے وہ اصول سیکھتا ہے - جو اُسکے ساتھہ ساری عمر رہتے ہین - جوانی اور پیری مین وہ اُنہین پر چلتا ہے + اس سے معلوم ہوتا ہے - کہ آدمی کی خصلت کی بڑی تعلیم گاہ گھر ہے +

مشہور ہے - کہ اوضاع واطوار آدمی مین آدمیت پیدا کرتے ہین - یہ بھی کہتے ہین - کہ آدمی مین آدمیت دیت اُسکا دماغ پیدا کرتا ہے + مگر ان دونون باتون سے زیادہ سچ یہ بات ہے - کہ آدمی مین آدمیت گھر پیدا کرتا ہے + گھر مین آدمی کا دل کشادہ زیادہ تر ہوتا ہے - وہ ساری عادتین بہین پیدا کرتا ہے - یہین اُسکی عقل پیدا ہوتی ہے - گھر ہی کی ٹکسال مین خصلت کے کھوٹے کھرے سکّے ڈھالے جاتے ہین + گھر ہی سے وہ اصول و مسائل پیدا ہوتے ہین - جو معاشرت انسانی پر حکومت کرتے ہین - گھر ہی کی باتون کا عکس قانون ہوتا ہے - ننھے بچون کی وہی ننھی رائین بڑے ہوکے پر جمہور انام کا دستور العمل بنتی ہین

مین بحروبر مین مخلوق کا کوئی حصہ ایسا نہین ہے جس مین اُس حکیم کارساز کی شان کی نشانیان
نہ موجود ہون - اور اُس دارائے خلق کی قدرت وصنعت کی بے شمار شہادتین نمایان نہ ہون
خواہ اُس مخلوق کو - جو اجزا کی ترکیب سے مرتب ہوئی ہے - خواہ اور انتظام و ترتیب عالم کو دیکھو
سب مین اُسی کے ظہور کا جلوہ ہے جیسے انسان کوئی چیز بناتا ہے + تو اُس مین صانع کی فہم کا انداز
ظاہر ہوتا ہے - ایسے ہی انتظام و مصالح عالم سے جہان آفرین کی حکمت و دانائی معلوم ہوتی ہے +
جیسے نوع بشر مین بھلے کام جو ہوتے ہین وہ فاعل کے حسن خلق کو ثابت کرتے ہین - ایسی ہی تمام
بین انسان کے لئے سنوش دلی کے ساز و سامان مہیا ہین - وہ منعم حقیقی کی ذات پر شہادت
دیتے ہین - جیسے کہ اس عالم مین قدرت دانائی ارادہ کی نشانیان ان گنت ہین - ایسی ہی اُس
عالم آرا کی قدرت و حکمت و لطف و کرم بے انتہا ہین + فلک اور فضائے آسمانی مین دیکھو - کہ
صنائع بدائع اس صانع حقیقی کے ہاتھ کے موجود ہین - دن سے دن رات سے رات کہ رہی ہے کہ
چاند سورج ستارے اُس فلک آفرین نے پیدا کئے ہین - اور اُنکو اپنا محکوم بنایا ہے + اسرار عالم کے خزانون
کی کنجیان اُسنے اپنے ہاتھ مین رکھی ہین - اُسکے سوا کسی کو اُنکا حال معلوم نہین + وہی جانتا ہے - کہ ان بحر و بر
مین کیا کیا بھرا پڑا ہے + وہ ایسا علیم ہے - کہ اگر یہان کوئی پتا گرتا ہے - تو اُسے وہ جانتا ہے - وہ بجلی کو
چمکاتا ہے - پانی بھرے بادلون کو لاتا ہے - وہ اناجون کو پیدا کرتا ہے + آسمان و زمین کی پیدائش مین
رات دن کے بدلنے مین - آسمان سے پانی بھیجنے مین جس سے زمین سرسبز و شاداب ہوتی ہے -
زمین اور آسمان کے درمیان ہوا اور بادل جو خدمت کرتے ہین اُنکے بدلنے مین ایسے آیات ربانی
ہین جن مین اگر غور کیجیے - تو اُس ذات پاک کی عظمت و شان کو ظاہر کر رہی ہین +

خدائے تعالیٰ ہی سب چیزون کی جان ہے + وہی جنگلون کو بنا سنوار کے ننھا ننھا نشین
خوشرو بناتا ہے جسکو کوئی آنکھ نہین دیکھتی - وہی لہلہاتے کھیتون کو ہری بھری بنا کر دلون کو لبھاتا ہے
وہ سال کی تقسیم ایک ترتیب سے کرتا ہے - جاڑے کی ایک حد مقرر کرتا ہے جس سے باہر وہ قدم
نہین دھر سکتا + اسکی تیزی کو کند کر دیتا ہے + اس موسم مین عجیب حکمت سے بعض میوون

رکھی ہے - اُسے دربار شہرت مین جگہہ نہ دینی چاہیے" اس مقدمے پر قیل و قال شروع ہوئی - مین چاہتا تھا کہ نقاب چہرے سے اُلٹ کر آگے بڑھون اور کچھہ بولون - کہ میرے ہادئے ہمدم یعنی فرشتہ رحمت نے ہاتھ پکڑ لیا - اور چپکے سے کہا - کہ ابھی مصلحت نہین" اتنے مین آنکھہ کھُل گئی + مین اس جھگڑے کو بھی بھول گیا - اور خدا کا شکر کیا - کہ بلا سے دربار مین کرسی ملی یا نہ ملی - مردون سے زندون مین تو آیا +

# شمس العلما خان بہادر مولوی ذکاء اللہ دہلوی

پیدائش دہلی ۱۸۳۲ء — وفات دہلی ۱۹۱۰ء

آپ یکم اپریل ۱۸۳۲ء کو دہلی کوچہ بلاقی بیگم مین پیدا ہوئے - دہلی کالج مین تعلیم پائی ۱۸۵۰ء مین آپکی ملازمت کا سلسلہ شروع ہوا + مدت تک صیغۂ تعلیم مین مختلف عہدون پر سرفراز رہے + آخر مین - میور سنٹرل کالج الہ آباد کے پروفیسر رہے + وہین سے ۳۰ سال ملازمت کے بعد ۱۸۸۷ء مین آپنے پنشن لی + ۲۴ سال پنشن لیکر ۷۸ برس کی عمر مین ۷ - نومبر ۱۹۱۰ء کو دہلی مین وفات پائی +

اُردو زبان کی جسقدر خدمت آپنے کی ہے کسی کو کم اتنا موقع ملا ہوگا + تہذیب الاخلاق انسٹیٹیوٹ گزٹ علیگڈھ اور مختلف پرچون مین آپکے مضامین برابر نکلتے رہے + آخر دم تک تصنیف اور تالیف کا سلسلہ جاری رہا - علوم ریاضیہ اور طبعیات مین آپکو خاص مہارت تھی + ان علوم کا ایک عمدہ ذخیرہ آپنے اُردو زبان مین جمع کر کے ایک سلسلہ قائم کر دیا - جو کئی شخصون کی محنت سے ماہر تھا حساب جبر مقابلہ - اقلیدس مساحت مین آپکی ۸۲ تصنیفات ہین جو چھپکر شایع ہو چکین - علم طبعیات مین ۱۴ جغرافیہ مین ۳۰ تاریخ مین ایک مکمل تاریخ ہندوستان کی ہے - دس جلدون مین اور ایک صرف عہد انگلشیہ کی تاریخ ہے - ۵ جلدون مین ہندوؤن کے عہد کی تاریخ ہے ایک جلد مین یورپ کی تہذیب اور آئین قیصری وغیرہ علم اخلاق اور علم ادب مین ۲۲ کتابین ہین + اُردو زبان مین ایسا شخص کم ہوگا جس کی مختلف علوم مین ۱۴۴ تصنیفین ہون +

آپکا طرز تحریر سادہ اور صاف ہے - اُسمین زبان دہلی کی خوبی اور ظرافت کا چٹخارا بھی موجود ہے +

## سب چیزون مین شان آلہی نمایان ہے

عالم باطنی ہی مین خدا جلوہ نما نہین ہے - بلکہ وہ عالم ظاہری مین بھی خود نما ہے - آسمان

پھیلائے تھے۔ مگر بعض پھولوں میں کانٹے ایسے ہوتے تھے۔ کہ لوگوں کے کپڑے پھٹے جاتے تھے پھر بھی مشتاق زمین پر گرنے نہ دیتے تھے کوئی نہ کوئی اُٹھا ہی لیتا تھا۔ وہ میرزا رفیع سودا تھے ۔

میر بد دماغی اور بے پروائی سے آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھتے تھے شعر پڑھتے تھے۔ اور منہ پھیر لیتے تھے۔ درد کی آواز دردناک دنیا کی بے بقائی سے جی بیزار کئے دیتی تھی۔ میر حسن اپنی سحر بیانی سے پرستان کی تصویر کھینچتے تھے۔ میر انشاء اللہ خان قدم قدم پر نیا بہروپ دکھاتے تھے۔ دم میں عالم زاہد و قاری متقی پرہیزگار۔ دم میں داڑھی چٹ بھنگ کا سونٹا گندہ بہر پر ۔

جرأت کو اگرچہ کوئی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ مگر جب وہ میٹھی آواز سے ایک تان لڑاتا تھا تو سب کے سر ہل ہی جاتے تھے۔ ناسخ کی گلکاری چشم آشنا معلوم ہوتی تھی۔ اور اکثر جگہ قلمکاری اسکی عینک کی محتاج تھی۔ مگر آتش کی آتش زبانی اسے جلائے بغیر نہ چھوڑتی تھی۔ مومن کم سخن تھے مگر جب کچھ کہتے تھے جرأت کیطرف دیکھتے جاتے تھے ۔

ایک پیر مرد دیرینہ سال محمد شاہی دربار کا لباس۔ جامہ پہنے۔ کھڑکی دار پگڑی باندھے جریب ٹیکتے آتے تھے۔ مگر ایک لکھنؤ کے بانکے پیچھے پیچھے گالیاں دیتے تھے۔ بانکے صاحب ضرور انکے دست گریبان ہوجاتے لیکن چار خاکسار اور پانچواں تاجدار انکے ساتھ تھا۔ یہ بچا لیتے تھے۔ بڈھے میر امن دہلوی چار درویش کے مصنف تھے۔ اور بانکے صاحب میرزا سرور فسانہ عجائب والے تھے۔ ذوق کے آنے پر بند عام کے عطر سے دربار مہک گیا۔ انھوں نے اندر آکر شاگردانہ طور پر سب کو سلام کیا۔ سودا نے اُٹھکر ملک الشعرائی کا تاج اُنکے سر پر رکھدیا۔ غالب اگرچہ سب سے پیچھے تھے۔ پر کسی سے نیچے نہ تھے۔ بڑی دھوم دھام سے آئے۔ اور ایک نقارہ اس زور سے بجایا۔ کہ سب کے کان گنگ کردے۔ کوئی سمجھا اور کوئی نہ سمجھا۔ مگر سب واہ واہ اور سبحان اللہ کرتے رہ گئے ۔

اب میں نے دیکھا کہ فقط ایک کرسی خالی ہے۔ اور بس اتنے میں آواز آئی کہ آزاد کو بلاؤ۔ ساتھ ہی آواز آئی۔ کہ شاید وہ اس جرگے میں بیٹھنا قبول نہ کرے۔ مگر وہیں سے پھر کوئی بولا۔ کہ اُسے جن لوگوں میں بٹھاؤ گے۔ بیٹھ جائیگا۔ اتنے میں چند اشخاص نے غل مچایا۔ کہ اُسکی قلم نے ایک جہان سے لڑائی باندھ

لیکن ایک ولایتی۔ کہ مقطع اور معقول نظر آتا تھا۔ وہ دونو ہاتھہ اوٹھا کر آگے بڑھا۔ اور کہا کہ اے اراکین دربار! ہمارے ظلِ سبحانی نے اس کمبخت سلطنت کے لئے سچائی سے لیکر باپ تک کا لحاظ نہ کیا۔ اسپر بھی تمہارے اعتراض اسے اس دربار میں جگھہ نہ دینگے + یہ لطیفہ اُسنے اس مسخراپن سے ادا کیا۔ کہ سب مسکرائے اور تجویز ہوئی کہ تیموری خاندان کے سب سے اخیر میں انھیں بھی جگھہ دیدو۔ معلوم ہوا۔ کہ وہ عالمگیر بادشاہ اور ساتھہ اسکے **نعمت خان عالی** تھا +

اسکے ساتھہ ہی ایک بیٹا جوان۔ دکھنی وضع جنگ کے ہتیار لگائے راجگی کے سکے تمغے سے سجا ہوا آیا۔ اسکی طرف متوجہ نہوئے۔ بلکہ عالمگیر کچھہ کہنا بھی چاہتا تھا۔ مگر وہ کرسی کھینچ کر اُسکے سامنے ہی بیٹھہ گیا اور بولا کہ صاحبِ ہمت کو جگھہ دو یا نہ دو۔ وہ آپ ہی جگھہ پیدا کر لیتا ہے۔ یہ **سیواجی** تھا جس سے مرہٹہ خاندان کی بنیاد قائم ہوئی ہے +

تھوڑی دیر کے بعد دور سے گانے بجانے کی آواز آئی۔ اور بعد اُسکے ایک بادشاہ آیا + اُس کی وضع ہندوستانی تھی۔ مصنفوں اور مورخوں میں سے کوئی اُسکے ساتھہ نہ تھا۔ البتہ چند اشخاص تھے کہ کوئی انھیں گویا اور کوئی بھانڈ کوئی مسخرا نظر آتا تھا + یہ سب گھبرائے ہوئے آتے تھے۔ کیونکہ ایک ولایتی دلاور اُنکے پیچھے پیچھے شمشیر برہنہ علم کئے تھا + اسکی صفاہانی تلوار سے لہو کی بوندیں ٹپکتی تھیں + مخمل رومی کی کلاہ تھی۔ جسپر ہندوستان کا تاج شاہی نصب تھا۔ اور اسپ بخارائی زیر ران تھا + وہ ہندوستانی وضع بادشاہ **محمد شاہ** تھا + اُسے دیکھتے ہی سب نے کہا۔ کہ نکالو! - انکا یہاں کچھہ کام نہیں چنانچہ وہ فوراً دوسرے دروازے سے نکالے گئے + ولایتی مذکور **نادر شاہ** تھا جسنے سرحد روم سے بخارا تک فتح کر کے تاج ہندوستان سر پر رکھا تھا + اُسے **چنگیز خان** کے پاس جگھہ مل گئی +

تھوڑی دیر ہوئی تھی۔ جو ایک غول ہندوستانیوں کا پیدا ہوا + ان لوگوں میں کوئی مرغ لعل میں دبائے تہا۔ کوئی گلدستہ ہاتھہ میں لئے تھا + انھیں دیکھہ دیکھہ کر آپ ہی آپ خوش ہوتے تھے اور وجد کر کے اپنے اشعار پڑھتے تھے۔ یہ ہندوستانی شاعر تھے چنانچہ چند اشخاص انتخاب ہوئے انمیں ایک شخص دیکھا۔ کہ جب بات کرتا تھا۔ اُسکے منہ سے رنگا رنگ کے پھول جھڑتے تھے۔ لوگ ساتھہ ساتھہ دامن

نصاری اُسکو نصاری سمجھتے تھے۔ مگر اُسکے تاج پر تمام سنسکرت حروف لکھے تھے۔ اُسنے اپنے بعض ہم قومون اور ہم مذہبون کی شکایت کرکے بدایونی پر خون کا دعویٰ کیا۔ کہ اُسنے میری حیات جاودانی کو خاک مین ملانا چاہا تھا۔ اور وہ مُجاب ہوتا۔ اگرچہ منصف مصنفون کے ساتھ ابوالفضل اور فیضی کی تصنیف میری مسیحائی نہ کرتی + سب نے کہا۔ نیت کا پھل ہے +

اسکے بعد ایک اور بادشاہ آیا۔ جو اپنی وضع سے ہندو راجہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ خود مخمور نشے مین چور تھا۔ ایک عورت صاحب جمال اسکا ہاتھ پکڑے آتی تھی۔ اور جدھر چاہتی تھی پھراتی تھی۔ وہ جو کچھ دیکھتا تھا۔ اُسکے نور جمال سے دیکھتا تھا۔ اور جو کچھ کہتا تھا اُسکی زبان سے کہتا تھا اُسپر بھی ہاتھ مین ایک سبز کاغذ ونکا تھا۔ اور کان پر قلم دھرا تھا۔ یہ سانگ دیکھکر سب مسکرائے۔ مگر چونکہ دولت اسکے ساتھ ساتھ تھی اور اقبال آگے آگے اہتمام کرتا آتا تھا۔ اسلئے بدمست بھی ہوتا تھا جب نشے سے آنکھ کھلتی تھی۔ تو کچھ لکھ بھی لیتا تھا + وہ جہانگیر تھا۔ اور بیگم نور جہان تھی +

شاہ جہان بڑے جاہ و جلال سے آیا۔ بہت سے ہیرے اور موتی ہاتھ کتابین بغل مین لئے تھے۔ اور شاعر اسکے آگے آگے قصیدے پڑھتے آتے تھے۔ میر عمارت اُن عمارتون کے فوٹو گراف ہاتھ مین لئے تھے۔ جو اسکے نام کے کتبے دکھاتی تھین۔ اور سیکڑون برس کی راہ تک اسکا نام روشن دکھاتی تھین + اسکے آنے پر دھنا منہ ہی عالم کا غلغلہ بلند ہوا چاہتا تھا۔ مگر ایک نوجوان آنکھون سے اندھا چند بچون کو ساتھ لئے آیا۔ کہ اپنی آنکھون کا اور بچون کے خون کا دعویٰ کرتا تھا۔ یہ شہریار شاہجہان کا چھوٹا بھائی تھا۔ اور بچے اسکے بھتیجے تھے۔ اُسوقت وزیر اسکا آگے بڑھا۔ اور کہا کہ جو کیا گیا بدنیتی اور خود غرضی سے نہین کیا۔ بلکہ خلق خدا کی امنیت اور ملک کا انتظام قائم رکھنے کو کیا + بہرحال اُسے دربار مین جگہ ملی۔ اور سلاطین چغتائیہ کے معزز درجے پر ممتاز ہوا +

ایک تاجدار آیا کہ جبے اور عمامے سے وضع زاہدانہ رکھتا تھا۔ ایک ہاتھ سے تسبیح پھیرتا جاتا تھا مگر دوسرے ہاتھ مین جو فرد حساب تھی۔ اسمین غرق تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ اسکی میزان کو ترستا ہے۔ سب نے دیکھکر کہا کہ انھین خانقاہ مین لیجانا چاہئے۔ اس دربار مین انکا کچھ کام نہین

چلا آتا ہے بیچ مین انکے ایک پیرمرد نورانی صورت جسکی سفید ڈاڑھی مین شگفتہ مزاجی نے
کنگھی کی تھی۔ اور خندہ جبینی نے ایک طرہ سر پر آویزان کیا تھا + اُسکے ایک ہاتھہ مین گلدستہ
دوسرے مین ایک میوہ دار ٹہنی پھلون پھولون سے ہری بھری تھی اگرچہ مختلف فرقون
کے لوگ تھے۔ جو باہر استقبال کو کھڑے تھے۔ مگر انہین دیکھہ کر سب نے قدم آگے بڑھائے
کیونکہ ایسا کون تھا؟ جو شیخ سعدی اور اُنکی گلستان بوستان کو نہ جانتا تھا؟ انھون نے
کمرے کے اندر قدم رکھتے ہی سعد زنگی کو پوچھا + اس بیچارے کو ایسے دربارون مین بار بھی
نہ تھی لیکن اور کرسی نشین۔ کہ اکثر اُن سے واقف تھے۔ اور اکثر اشتیاق غائبانہ رکھتے
تھے۔ وہ اُنکے مشتاق معلوم ہوئے + باوجود اسکے یہ ہنسے۔ اور اتنا کہکر اپنے لڑکون کے
لشکر مین چلے گئے۔ "دنیا دیکھنے کے لئے ہے۔ برتنے کے لئے نہین" +

بعد اسکے دیر تک انتظار کرنا پڑا + چنانچہ ایک الوالعزم شخص آیا۔ جسکے چہرے سے
خودسری کا رنگ چمکتا تھا۔ اور سینہ زوری کا جوش بازوؤن مین بل مار رہا تھا + اسکے
آنے پر تکرار ہوئی۔ اور مقدمہ یہ تھا کہ اگر علما کی نہین۔ تو مورخون کی کوئی خاص سند ضرور چاہیئے +
بلکہ چغتائی خاندان کے مورخ صاف اسکی مخالفت پر آمادہ ہوئے + اسنے باوجود اسکے ایک کرسی
جس پر تیموری تمغا بھی لگا تھا گھسیٹ لی۔ اور بیٹھہ گیا + ہمایون اُسے دیکھہ کر شرمایا۔ اور
سر جھکا لیا۔ مگر تاج شاہی پر انداز کج کلاہی کو بڑھا کر بیٹھا۔ اور کہا۔ کہ بے حق بے استقلال ہے"
اُسنے ڈاڑھی پر ہاتھہ پھیر کر کہا کہ مجھے اتنا فخر کافی ہے کہ میرے دشمن کی اولاد میرے رستے
پر قدم بقدم چلے گی اور فخر کریگی +

تھوڑی دیر کے بعد ایک خورشید کلاہ آیا جسکو انبوہ کثیر۔ ایرانی۔ تورانی۔ ہندوستانیون
کے ہائے مختلف کا بیچ مین لئے آتا تھا + وہ جسوقت آیا۔ تمام اہل دربار کی نگاہین اسکی طرف
اُٹھین اور رضامندی عام کی ہوا چلی تعجب یہ ہے۔ کہ اکثر مسلمان اسکو مسلمان سمجھتے تھے
ہندو اُسے ہندو جانتے تھے + آتش پرستون کو آتش پرست دکھائی دے رہا تھا۔

چنانچہ انھین دیکھ کر کوئی بول نہ سکا + اُسے تو بادشاہون کی صف مین جگہ مل گئی محقق کو شیخ بو علی سینا نے یہ کہکر پاس بٹھا لیا - کہ "آپ نے میری کلاہ شہرت مین بقائے دوام کے آبدار موتی ٹانکے شکریہ ادا کرتا ہون" +

تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ امیر تیمور کی نوبت آئی + بہت سے مورخون نے اسکے لانے کی التجا کی + مگر وہ سب کو دروازے پر چھوڑ گیا - اور اپنا آپ رہبر ہوا - کیونکہ وہ خود مورخ تھا رستہ جانتا تھا - اور اپنا مقام پہچانتا تھا - لنگڑاتا ہوا گیا - اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا + تیمور کرسی پر بیٹھتے ہی تلوار ٹیک کر اُٹھ کھڑا ہوا - اور کہا - "اے اہل تصنیف! مین تم سے سوال کرتا ہون - کہ ہماری شمشیر کے عوض جو خدا نے تمھین قلم تحریر دیا ہے - اُسے اظہار واقعیت اور خلائق کی عبرت اور نصیحت کے لئے کام مین لانا چاہیے - یا اغراض نفسانی اور بدزبانی مین؟" تمام مورخ ایک دوسرے کا مُنہ دیکھنے لگے - کہ یہ کس پر اشارہ ہے - تیمور نے ابن عرب شاہ کے بلانے کو ایما فرمایا + معلوم ہوا - کہ وہ کہین پیچھے رہ گیا + چنانچہ اسکا نام مصنفون کی فہرست سے نکالا گیا +

اسی حال مین دیکھتے ہین - کہ ایک بزرگ آزاد وضع - قطع تعلق کا لباس بر مین خاکساری کا عمامہ سر پر - آہستہ آہستہ چلے آتے ہین + تمام علما و صلحا - مورخ و شاعر سر جھکائے انکے ساتھ ہین + وہ دروازے پر آکر ٹھہرے + سب نے آگے بڑھنے کی التجا کی - تو کہا "معذور رکھو + میرا ایسے مقدمون مین کیا کام ہے" اور فی الحقیقت وہ معذور رکھے جاتے - اگر تمام اہل دربار کا شوق طلب اُنکے انکار پر غالب نہ آتا + وہ اندر آئے - ایک طلسمات کا شیشۂ مینائی اُن کے ہاتھ مین تھا - کہ اُس مین کسی کو دودھ - کسی کو شربت - کسی کو شراب شیراز ہی نظر آتی تھی - ہر ایک کرسی نشین اُنھین اپنے پاس بٹھانا چاہتا تھا - مگر وہ اپنی وضع کے خلاف سمجھ کر کہین نہ بیٹھے فقط اس سرے سے اُس سرے تک ایک گردش کی اور چلے گئے " حافظ شیراز تھے اور شیشۂ مینائی اُنکا دیوان تھا - جو فلک مینائی کے دامن سے دامن باندھے ہے -

لوگ اُنکی کرسی نشینی کے مشتاق تھے - کہ دور سے دیکھا [illegible] ہون کا غول غل مچاتا

فصاحت کے بعض موقع پر اس قدر ہجو کرتا تھا۔ کہ کان اُسکے سُننے کی تاب نہین رکھتے ÷
خاقانی پر اس معاملے مین اُنکے اُستاد کی طرف سے دعوی پیش ہوئے چونکہ اسکی بنیاد
خانگی نزاع پر تھی۔ اسلیئے وہ بھی اسکی کرسی نشینی مین خلل انداز نہ ہو سکا ÷

اسی عرصے مین چنگیز خان آیا + اسکے لئے گو علما اور شعرا مین سے کوئی آگے نہ بڑھا + بلکہ جب اندر لائے۔ تو خاندانی بادشاہون نے اُسے چشم حقارت سے دیکھکر تبسم کیا۔ البتہ مورخون کے گروہ نے بڑی دہوم دھام کی + جب کسی کی زبان سے نسب نامہ کا لفظ نکلا تو اُس نے فوراً شمشیر جوہر دار سند کے طور پر پیش کی۔ جس پر خونی حرفون سے رقم تھا + سلطنت مین میراث نہین چلتی“ علما نے غل مچایا۔ کہ جس کے کپڑون سے لہو کی بو آئے وہ قصاب ہے“ بادشاہون مین اسکا کام نہین“ شعرا نے کہا۔ کہ جس تصویر کے رنگ مین ہمارے قلم یا مصوران تصنیف کی تحریر نے رنگ بقا نہ ڈالا ہو۔ اُسے اس دربار مین نہ آنے دینگے“ اس بات پر اسے بھی تامل کیا۔ اور متاسف معلوم ہوتا تھا + اسوقت ہاتف نے آواز دی۔ کہ اے چنگیز ا۔ جسطرح ملک و شمشیر کے جوش کو قوم کے خون مین حرکت دی۔ اگر علوم و فنون کا بھی خیال کرتا۔ تو آج قومی ہمدردی کی بدولت ایسی ناکامی نہ اُٹھاتا۔ اتنے مین چند مورخ آگے بڑھے + اُنھون نے کچھ ورق دکھائے۔ کہ ان مین طورۂ چنگیز خانی یعنی اسکے ملکی انتظام کے قواعد لکھے تھے + آخر قرار پایا۔ کہ اُسے دربار مین جگہ دو۔ مگر ان کاغذون پر کچھ لہو کے چھینٹے دیدو اور ایک سیاہی کا داغ لگا دو“ ÷

تھوڑی دیر نہ گزری تھی۔ کہ ایک جوان اسی شکوہ و شان کا اور آیا۔ اسکا نام ہلاکو خان تھا + اسکے لئے چند علما نے بھی مورخون کا ساتھ دیا + جسوقت اندر لائے۔ تو اُسکے لئے بھی تکرارون کا غل ہوا چاہتا تھا۔ مگر ایک مرد بزرگ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا۔ جسکی وضع تشرع عالمون کی تھی۔ لیکن کمر مین ایک طرف تو اسطرلاب۔ دوسری طرف کچھ اقلیدس کی شکلین لٹک رہی تھین + بغل مین فلسفہ اور حکمت کے چند اجزا تھے۔ اسکا نام محقق طوسی تھا

بجاے غبار کے آہون کے دہوئین اُٹھتے تھے۔ وہ محمود غزنوی تھا + بہت سے مصنف اُسکے استقبال کو بڑہے۔ مگر وہ کسی اور کا منتظر اور مشتاق معلوم ہوتا تھا + چنانچہ ایک نوجوان خوش شمائل آیا اور فردوسی کا ہاتھ پکڑکر محمود کے سامنے لے گیا + محمود نے نہایت اشتیاق اور شکر گزاری سے اُسکا ہاتھہ پکڑا + اگرچہ برابر بیٹھہ گئے مگر دونون کی آنکھین شرم سے جھک گئین + نوجوان ایک عجیب ناز و انداز سے مسکرایا اور چلا گیا + وہ ایاز تھا +

اسی عرصے مین ایک اور شخص آیا۔ کہ لباس اہل اسلام کا رکھتا تھا۔ مگر چال ڈھال یونانیون سے ملاتا تھا + اسکے داخل ہونے پر شعرا تو الگ ہو گئے۔ مگر تمام علما اور فضلا مین تکرار اور قیل و قال کا غل ہوا + اس سینہ زور نے سب کو پیچھے چھوڑا۔ اور ارسطو کے مقابل مین ایک کرسی بچھی تھی۔ اس پر آکر بیٹھہ گیا + وہ بوعلی سینا تھا +

ایک انبوہ کثیر ایرانی۔ تورانی لوگون کا دیکھا۔ کہ سب معقول اور خوش وضع لوگ تھے۔ مگر انداز ہر ایک کے جُدا جُدا تھے + بعض کے ہاتھون مین اجزا۔ اور بعض کی بغل مین کتاب تھی۔ کہ اوراق اُنکے نقش و نگار سے گلزار تھے + وہ دعوی کرتے تھے۔ کہ ہم معانی و مضامین کے مصور ہین + اُنکے باب مین بڑی تکرارین ہوئین۔ آخر یہ جواب ملا۔ کہ "تم مصور بے شک اچھے ہو۔ مگر بے اصل اور غیر حقیقی اشیا کے مصور ہو + تمہاری تصویرون مین اصلیت اور واقعیت کا رنگ نہین + البتہ انتخاب ہو سکتا ہے" یہ لوگ فارسی زبان کے شاعر تھے + چنانچہ انوری۔ خاقانی۔ ظہیر فاریابی وغیرہ چند اشخاص منتخب ہوکر اندر آئے + باقی سب نکالے گئے + ایک شاعر کے کان پر قلم دھرا تھا + اُسمین سے آب حیات کی بوندین ٹپکتی تھین + مگر کبھی کبھی اس مین سے سانپ کی زبانین لہراتی نظر آتی تھین + اسلئے اسپر پھر تکرار ہوئی۔ اُسنے کہا کہ بادشاہون کو خدا نے دفع اعدا کے لئے تلوار دی ہے۔ مگر ملک مضامین کے حاکم سواے قلم کے کوئی حربہ نہین رکھتے۔ اگر چند بوندین زہر آب کی بھی نہ رکھین۔ تو اعداے بد نہاد ہمارے خون غرت کے بہانے سے کب چوکین؟ چنانچہ یہ عذر اُسکا قبول ہوا + یہ انوری تھا جو باوجود گل افشانی +

برابر کرسی پر بٹھایا۔ اور پانچ لڑی کا سہرا اُسکے سر پر باندھا+ معلوم ہوا کہ یہ نظامی گنجوی ہین۔ اور اس سہرے مین خمسے کے مضامین سے پھول پروے ہوئے ہین+ سکندر پھر اٹھا اور تھوڑا سا پانی اُسپر چھڑک کر کہا "اب یہ کبھی نہ کمھلائین گے"+

بعد اسکے جو شخص آیا۔ اگرچہ وہ سادہ وضع تھا۔ مگر قیافہ روشن اور چہرہ فرحتِ روحانی سے شگفتہ نظر آتا تھا+ جو لوگ ابتک آچکے تھے۔ ان سب سے زیادہ عالی رتبے کے لوگ اسکے ساتھ تھے+ اسکے داہنے ہاتھہ پر افلاطون تھا۔ اور بائین پر جالینوس+ اسکا نام سقراط تھا چنانچہ وہ بھی ایک مسند پر بیٹھہ گیا۔ لوگ ایسا خیال کرتے تھے۔ کہ ارسطو اپنے اُستاد یعنی افلاطون سے دوسرے درجے پر بیٹھے گا۔ مگر اس مقدمے پر کچھہ اشخاص تکرار کرتے نظر آئے۔ کہ اُنکا سرگروہ خود ارسطو تھا+ اس منطقی زبردست نے کچھہ شوخی اور کچھہ سینہ زوری سے۔ مگر دلائل زبردست اور براہین معقول کے ساتھہ سب اہل محفل کو قائل کر لیا۔ کہ یہ مسند میرا ہی حق ہے۔ اور یہ کہکر اوّل سکندر کو آئینہ دکھایا۔ پھر نظامی کو سلام کرکے بیٹھہ ہی گیا+

ایک گروہ کثیر بادشاہون کی ذیل مین آیا+ سب جبّہ و عمامہ اور طبل و دمامہ رکھتے تھے+ مگر باہر روکے گئے۔ کیونکہ ہرچند انکے جبّے دامنِ قیامت سے دامن باندہے تھے۔ اور عمامے گنبد فلک کا نمونہ تھے۔ مگر اکثر اُن مین طبل تہی کی طرح اندر سے خالی تھے+ چنانچہ دو شخص اندر آنے کے لئے منتخب ہوئے+ اُنکے ساتھہ ایک انبوہ کثیر علما و فضلا کا ہو لیا+ تعجب یہ ہے۔ کہ روم و یونان کے فلسفی ٹوپیان اُتارے اُنکے ساتھہ تھے+ بلکہ چند ہندو بھی تقویم کے پترے لئے اشیرباد کہتے آتے تھے+ پہلا بادشاہ اُن مین ہارون رشید اور دوسرا مامون رشید تھا+

تھوڑی دیر نہ گذری تھی۔ کہ ایک اور تاجدار سامنے سے نمودار ہوا+ ولایتی استخوان اور ولایتی لباس تھا۔ اور جامہ خون سے قلمکار تھا+ ہندوستان کے بہت سے گران بہا زیور اُسکے پاس تھے+ مگر چونکہ ناواقف تھا۔ اسلئے کچھہ زیور ہاتھہ مین لئے تھا۔ کچھہ کندہے پر پڑے تھے+ ہرچند یہ جواہرات اپنی آبداری سے پانی ٹپکاتے تھے۔ مگر جہان قدم رکھتا تھا۔

اور گلِ فردوس کا ایک طرہ اسکے سر پر آویزان کر کے دعا کی۔ کہ الٰہی! یہ بھی قیامت تک شگفتہ و شاداب رہے"+ تمام اہل محفل نے آمین کہی +

معلوم ہوا۔ کہ وہ بہادر ایران کا حامی۔ شیر سیستانی۔ رستم پہلوان ہے۔ اور کہن سال مایوس فردوسی ہے۔ جو شاہنامہ لکھکر اسکے انعام سے محروم رہا +

بعد اسکے ایک نوجوان آگے بڑھا جسکا حسن شباب نوخیز اور دل بہادری اور شجاعت سے لبریز تھا+ سر پر تاجِ شاہی تھا۔ مگر اس سے ایرانی پہلوانی پہلو چراتی تھی+ ساتھ اسکے حکمت یونانی سر پر چتر لگائے تھی+ مین نے لوگون سے پوچھا۔ مگر سب اُسے دیکھکر ایسے محو ہوئے۔ کہ کسی نے جواب نہ دیا+ بہت سے مؤرخ اور محقق اسکے لینے کو بڑھے۔ مگر سب ناواقف تھے۔ وہ اس تخت کی طرف لے چلے۔ جو کہانیون اور افسانون کے نامورون کے لئے تیار ہوا تھا+ چنانچہ ایک شخص جسکی وضع اور لباس سب سے علحدہ تھا۔ ایک انبوہ کو چیر کر نکلا+ وہ کوئی یونانی مورّخ تھا+ اس نے اُسکا ہاتھ پکڑا۔ اور اندر لے جاکر سب سے پہلی کرسی پر بٹھا دیا+ فرشتۂ رحمت نے میرے کان مین کہا۔ کہ تم اس گوشے کی طرف آجاؤ۔ کہ تمھاری نظر سب پر پڑے اور تمھین کوئی نہ دیکھے"+ "یہ سکندر یونانی ہے۔ جسکے کارنامے لوگون نے کہانی اور افسانے بنا دئے ہین" +

اس کے پیچھے پیچھے ایک بادشاہ آیا۔ کہ سر پر کلاہ کیانی اور اُس پر درفش کاویانی جھومتا تھا۔ مگر پھریرا علم کا پارہ پارہ ہو رہا تھا+ وہ آہستہ آہستہ اسطرح آتا تھا۔ کہ گویا اپنے زخم کو بچائے ہوئے آتا ہے+ رنگ زرد تھا۔ اور شرم سے سر جھکائے تھا۔ جب وہ آیا تو سکندر بڑی عظمت کے ساتھ استقبال کو اُٹھا۔ اور اپنے برابر بٹھایا+ باوجود اسکے جسقدر سکندر زیادہ تعظیم کرتا تھا اُسکی شرمندگی زیادہ ہوتی تھی + وہ دارا بادشاہ ایران تھا +

دفعتہً سکندر نے آواز دی "انھین لاؤ"+ جو شخص داخل ہوا۔ وہ ایک پیرمرد بزرگ صورت تھا۔ کہ منقیشی ڈاڑھی کے ساتھ بڑھاپے کے نور نے اُسکے چہرے کو روشن کیا تھا+ ہاتھ مین عصائے پیری تھا جسوقت وہ آیا۔ سکندر خود اُٹھا+ اُسکا ہاتھ پکڑ کر لایا+ اپنے

تصدیق کی۔ اور انھین لے جاکر ایک مسند پر بٹھادیا +

ایک راجہ کے آنے پر لوگون مین کچھہ قیل وقال ہوئی۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا۔ کہ اپنے دو مصاحبون کو بھی ساتھ لے جائے۔ اور ارکین دربار کہتے تھے۔ کہ یہان تمکنت اور غرور کا گذارا نہین + اتنے مین وہی بتیس پریان پھر آئین + چنانچہ انکی سفارش سے اُسے بھی لے گئے۔ جس وقت راجہ نے مسند پر قدم رکھا۔ ایک پنڈت آیا + دونون ہاتھہ اُٹھاکر اشیرباد کہی۔ اور بقائے دوام کا تاج سر پر رکھدیا۔ جس مین ہیرے اور پنّے کے نو دانے ستارون پر آنکھہ مار رہے تھے + معلوم ہوا۔ کہ وہ راجہ بھوج تھے۔ اور بتیس پریون کا جھرمٹ وہی کتاب سنگھاسن بتیسی تھی۔ جو اُنکے عہد مین تصنیف ہوئی۔ اور جس نے تاج سر پر رکھا۔ وہ کالیداس شاعر تھا۔ جسنے اُنکے عہد مین نو کتابین لکھکر فصاحت و بلاغت کو زندگی جاوید بخشی ہے + اسطرف تو برابر یہی کاروبار جاری تھے۔ اتنے مین معلوم ہوا۔ کہ دوسرے دروازے سے بھی داخلہ شروع ہوا + مین اسطرف متوجہ ہوا۔ دیکھتا ہون کہ وہ کمرہ بھی فرش و فروش جھاڑ و فانوس سے بقعۂ نور بنا ہوا ہے + ایک جوان ہیل پیکر ہاتھہ مین گرز گاؤسر لئے نشائے شجاعت مین مست جھومتا جھاستا چلا آتا ہے۔ جہان قدم رکھتا ہے۔ ٹخنون تک زمین مین ڈوب جاتا ہے + گرد اسکے شاہان کیانی اور پہلوانان ایرانی موجود ہین۔ کہ درفش کاویانی کے سایۂ بے زوال مین لئے آتے ہین۔ حب قوم اور حب وطن اُسکے دائین بائین پھول برساتے تھے۔ اسکی نگاہون سے شجاعت کا خون ٹپکتا تھا اور سر پر کلۂ شیر کا خود فولادی دھرا تھا۔ مورّخ اور شعرا اسکے انتظار مین دروازے پر کھڑے تھے سب نے اُسے بہ تعظیم دیکھا + انہی مین سے ایک پیر مرد دیرینہ سال۔ جسکے چہرے سے مایوسی اور ناکامی کے آثار آشکار تھے۔ وہ اسکا ہاتھہ پکڑکر اندر لے گیا۔ اور ایک کرسی پر بٹھایا۔ جسے بجائے پایون کے چار شیر کندھون پر اُٹھائے کھڑے تھے + پھر پیر مرد نے اہل مجلس کیطرف متوجہ ہوکر چند اشعار نہایت زور کے پڑھے + نہین۔ بلکہ اسکے کارنامون کی تصویر صفحۂ ہستی پر ایسے ڈھنگ سے کھینچی۔ جو قیامت تک رہی گی + بہادر پہلوان نے اُٹھہ کر اسکا شکریہ ادا کیا۔

ایک دروازے پر استادہ ہوا تاکہ صاحب مراتب اشخاص کو حسب مدارج ایوان جلوس میں داخل کرے + یکایک وہ شہنائی جس سے کبھی شوق انگیز و جوش خیز اور کبھی جنگی باجون کے سُر نکلتے تھے اب اس سے ظفریابی اور مبارکبادی کی صدا آنے لگی + تمام مکان گونج اُٹھا۔ اور دروازے خود بخود کھُل گئے +

جو شخص سب سے پہلے آگے بڑھا۔ معلوم ہوا کہ کوئی راجون کا راجہ مہاراجہ ہے + چاند کی روشنی چہرے کے گرد ہالہ کئے ہے۔ سر پر سورج کی کرن کا تاج ہے + اسکے استقلال کو دیکھکر لنکا کا کوٹ پانی پانی ہوا جاتا ہے + اسکی حق داری جنگل اور پہاڑون کے حیوانون کو جان نثاری مین حاضر کرتی ہے + تمام دیوی دیوتا دامنون کے سائے مین لئے آتے ہین + فرقے فرقے کے علما اور موّرخ اُسے دیکھتے ہی شاہانہ طور سے لینے کو بڑھے۔ اور وہ بھی متانت اور انکسار کے ساتھ سب سے پیش آیا + مگر ایک شخص کہن سال رنگت کا کالا ایک پوتھی بغل مین لئے۔ ہندوون کے غول سے نکلا۔ اور بہ آوازِ بلند چلایا کہ آنکھون والو! کچھ خبر ہے؟ دیکھو! دیکھو! ترتیب کے سلسلے کو برہم نہ کرو۔ اور زرنگار کے نور کو اجسام خاک مین نہ ملاؤ" یہ کہکر آگے بڑھا۔ اور اپنی پوتھی نذر گزرانی + اُسنے نذر قبول کی۔ اور نہایت خوشی سے اسکے لینے کو ہاتھ بڑھایا۔ تو معلوم ہوا کہ اسکا ہاتھ بھی فقط سورج کی کرن تھا + سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے + کوئی کچھ سمجھا۔ کوئی کچھ سمجھا + اسوقت ایک بمان یعنی تخت ہوا دار آیا + وہ اُسپر سوار ہوکر آسمان کو اُڑ گیا معلوم ہوا کہ یہ رامچندر جی ہین۔ اور یہ والمیک ہے جس نے راماین نذر دی +

سب لوگ ابھی والمیک کی ہدایت کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔ کہ اتنے مین ایک اور آمد آمد ہوئی + دیکھا کہ ایک تخت طلسمات کو بتیس پریان اُڑائے لئے آتی ہین + اُسپر ایک اور راجہ بیٹھا ہے۔ مگر نہایت دیرینہ سال + اُسے فرقے کے علما اور موّرخ لینے کو نکلے۔ مگر پنڈت اور مہاجن لوگ بہت بیقراری سے دوڑے + معلوم ہوا۔ راجہ تو مہاراجہ بکرماجیت تھے اور تخت سنگھاسن بتیسی + پریان اتنی بات کہکر ہوا ہوگئین کہ جب تک سورج کا سونا اور چاند کی چاندنی چمکتی ہے۔ نہ آپکا سنہ ہٹیگا نہ سکہ مٹیگا + برہمنون اور پنڈتون نے

تھا۔ اور قدم آگے نہ اُٹھتا تھا۔ اتنے مین اس شہنائی کی آواز اس تیزی کے ساتھ کان مین آئی
کہ بجھے ہوئے ارادے پھر چمک اُٹھے + جسقدر کہ دل زندہ ہوئے۔ اسی قدر خوف وہراس خاک
ہو ہو کر اُڑنے گئے۔ چنانچہ بہت سے جانباز جو شمشیر بن علم کئے ہوئے تھے۔ اس کڑک دمک سے
قدم مارتے آگے بڑہے۔ گویا حریف سے میدان جنگ مانگتے ہین۔ یہانتک کہ جہان دیو کھڑا تھا۔
یہ اُس دہانے سے نکل گئے۔ اور وہ موت کے دانت نکالے دیکھتا رہ گیا + جو لوگ سنجیدہ مزاج اور
طبیعت کے دہیمے تھے۔ وہ اس رستے پر پڑے۔ جدہر حسد کا بھوت کھڑا تھا۔ مگر اس آواز کے
ذوق وشوق نے انھین بھی ایسا مست کیا کہ گالیان کھاتے کیچڑ مین نہاتے مر پچ کر یہی اسکی
حد سے نکل گئے + چنانچہ جو کچہ رستے کی صعوبتین اور خرابیان تھین۔ وہ بھی ان بھوتون ہی تک تھین
آگے دیکھا تو اُنکی دسترس سے باہر ہین۔ اور راستہ بھی صاف اور ہموار۔ بلکہ ایسا خوشنما ہے۔ کہ مسافر
جلد جلد آگے بڑہے۔ اور ایک سپاٹے مین پہاڑ کی چوٹی پر جا پہونچے + اس میدان روح افزا مین
پہنچتے ہی ایسی جان بخش اور روحانی ہوا چلنے لگی جس سے روح اور زندگی کو قوت دوامی حاصل
ہوتی تھی۔ تمام میدان جو نظر کے گرد وپیش دکھائی دیتا تھا۔ اسکا رنگ کبھی نور سحر تھا۔ اور کبھی شام شفق
جس سے قوس قزح کے رنگ مین کبھی شہرت عام۔ اور کبھی بقاے دوام کے حروف عیان تھے + یہ نور و
سرور کا عالم دل کو اسطرح تسلی وتشفی دیتا تھا۔ کہ خود بخود پچھلی محنتون کے غبار دل سے دہوئے جاتے
تھے۔ اور اس مجمع عام مین امن وامان اور دلی آرام پھیلا تھا جسکا سرور لوگون کے چہرون سے پہولو
کی شادابی ہو کر عیان تھا + ناگہان ایک ایوان عالیشان دکھائی دیا کہ اسکے چارون طرف پھاٹک
تھے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر دیکھا کہ پھولون کے تختے مین ایک پری حور شمائل چاندی کی کرسی پر
بیٹھی ہے۔ اور وہی شہنائی بجا رہی ہے۔ جسکے میٹھے میٹھے سرون نے اُن مشتاقون کے انبوہ کو یہانتک
کھینچا تھا + پری اُنکی طرف دیکھکر مسکرائی تھی۔ اور سرون سے اب ایسی صدا آتی تھی۔ گویا آنے
والون کو آفرین وشاباش دیتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ خیر مقدم! خیر مقدم! خوش آمدید! صفا
آوردید!۔ اس آواز سے یہ خدائی لشکر کئی فرقون مین منقسم ہو گیا + چنانچہ مورخون کا گروہ

آگے بڑہتے تھے + میرے فرشتۂ رحمت نے ہدایت کی۔ کہ یہ وہی لوگ ہین + جہان عقل صادق اور عزم کامل کام دیتا ہے۔ وہان چاہتے ہین کہ فقط چالاکی سے کام کر جائین + بعضے ایسے بھی تھے۔ کہ بہت آگے بڑھ گئے تھے۔ مگر ایک ہی قدم ایسا بے موقع پڑا۔ کہ جتنا گھنٹون مین بڑہے تھے اُتنا دم بھر مین نیچے آن پڑے۔ بلکہ بعضے ایسے ہوگئے۔ کہ پھر چڑہنے کے قابل ہی نہ رہے + اُس سے وہ لوگ مراد ہین۔ جو مدد روزگار سے ترقیان حاصل کرتے چلے جاتے ہین۔ مگر کوئی ایسی حرکت نامناسب کرتے ہین۔ کہ دفعتہً گر پڑتے ہین۔ اور آیندہ کے لیے بالکل اس سے علاقہ ٹوٹ جاتا ہے +

ہم اتنے عرصے مین بہت اونچے چڑھ گئے۔ اور معلوم ہوا کہ جو چھوٹے بڑے رستے پہاڑ کے نیچے سے چلتے ہین۔ اوپر آکر دو شاہ راہون سے ملتے ہین + چنانچہ وہان آکر تمام صاحب ہمت دو گروہون مین منقسم ہوگئے + ان دونون شاہ راہون مین ذرا ذرا آگے بڑھکر ایک بھوت ڈراونی صورت۔ ہیبت ناک مورت کھڑا تھا۔ کہ آگے جانے سے روکتا تھا + انھین سے ایک کے ہاتھ مین ایک درخت خاردار کا ٹہنا تھا + بھوت کا نام دیو ہلاک تھا۔ اور کانٹے وہی ترقی کے مانع اور موت کے بہانے تھے۔ جو اولوالعزمون کو راہ ترقی مین پیش آتے ہین + چنانچہ جو سامنے آتا تھا۔ ٹہنے کی مار مُنہ پر کھاتا تھا + دیو کی شکل ایسی خونخوار تھی۔ گویا موت سامنے کھڑی ہے + ان کانٹون کی مار سے غول کے غول اہل ہمت بھاگ کر پیچھے ہٹتے تھے۔ اور ڈر ڈر کر چلاتے تھے۔ کہ ہے ہے موت! ہے ہے موت!" +

دوسرے رستے پر جو بھوت تھا۔ اُس کا نام حسد تھا + پہلے بھوت کی طرح کچھ اسکے ہاتھ مین نہین تھا۔ لیکن ڈراونی آواز اور بھونڈی صورت۔ اور مکروہ و معیوب کلمے۔ جو اُسکی زبان سے نکلتے تھے۔ اسلیے اسکا مُنہ ایسا برا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اُسکی طرف دیکھا نہ جاتا تھا۔ اسکے سامنے ایک کیچڑ کا حوض بھرا تھا۔ کہ برابر چھینٹین اڑا اڑائے جاتا تھا۔ اور ہر ایک سفید پوش کے کپڑے خراب کرتا تھا + جب یہ حال دیکھا۔ تو اکثر اشخاص ہم مین سے بیدل ہوکر رہ گئے۔ اور بعضے اپنے یہانتک آنے پر نادم ہوئے + میرا یہ حال تھا۔ کہ یہ خطرناک حالتین دیکھ دیکھ کر دل ہراسان ہوا جب تا تا

متفرقہ۔ عمرہائے متفاوت رکھتے ہیں مگر وہی ہیں جو حوصلے کے چھوٹے ہمت کے ہیٹے اور طبیعت کے پست ہیں
دوسری طرف دیکھا۔ کہ جو بلند حوصلہ۔ صاحب ہمت۔ عالی طبیعت تھے۔ وہ ان سے الگ
ہو گئے اور غول کے غول شہنائی کی آواز کی طرف بلند ہوئے۔ کوہ پر متوجہ ہوئے جسقدر یہ لوگ آگے
بڑھتے تھے۔ اُسی قدر وہ آواز کانوں کو خوش آیند معلوم ہوتی تھی + مجھے ایسا معلوم ہوا۔ کہ
بہت سے چیدہ اور برگزیدہ اشخاص اس ارادے سے آگے بڑھے کہ بلندیِ کوہ پر چڑھ جائیں۔ اور
جسطرح ہو سکے۔ پاس جا کر اس نغمۂ آسمانی سے قوتِ روحانی حاصل کریں چنانچہ سب لوگ کچھ کچھ
چیزیں اپنے ساتھ لینے لگے + معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا آگے کے راستے کا سامان لے رہے
ہیں + سامان بھی ہر ایک کا الگ الگ تھا کسی کے ہاتھ میں شمشیر برہنہ علم تھی + ایک ہاتھ میں نشان
تھا کسی کے ہاتھ میں کاغذوں کے اجزا تھے کسی کی بغل میں ایک کمپاس تھی + کوئی پنسلیں لئے
تھا۔ کوئی جہازی قطب نما اور دوربین سنبھالے تھا بعضوں کے سر پر تاج شاہی دھرا تھا بعضوں
کے تن پر لباس جنگی آراستہ تھا + غرض علم ریاضی اور جرثقیل کا کوئی آلہ نہ تھا۔ جو اسوقت کام میں آ رہا ہو
اسی عالم میں دیکھتا ہوں۔ کہ ایک فرشتۂ رحمت میرے داہنے ہاتھ کی طرف کھڑا ہے۔ اور مجھے
بھی اس بلندی کا شائق دیکھکر کہتا ہے۔ کہ یہ سرگرمی اور گرمجوشی تمہاری ہمیں نہایت پسند ہے"
اسنے یہ بھی صلاح دی۔ کہ ایک نقاب مُنہ پر ڈالو + میں نے بے تامل تعمیل کی + بعد اسکے گروہ مذکور
فرقے فرقے میں منقسم ہو گیا۔ کوہ مذکور پر راستوں کا شمار نہ تھا۔ سب نے ایک ایک راہ پکڑ لی چنانچہ
کچھ لوگوں کو دیکھا۔ کہ چھوٹی چھوٹی گھائیوں میں ہو لئے + وہ تھوڑی ہی دور چڑھے تھے۔ کہ اُنکا
رستہ ختم ہوا۔ اور وہ تھم گئے + مجھے معلوم ہوا۔ کہ ان پست ہمتوں نے صنعتگری اور دستکاری کی راہ
لی تھی۔ کہ روپے کے بھوکے تھے۔ اور جلد محنت کا صلہ چاہتے تھے + ہم ان لوگوں کے پیچھے تھا۔
جنھوں نے دلاوروں اور جانبازوں کے گروہ کو پیچھے چھوڑا تھا۔ اور خیال کیا تھا۔ کہ چڑھائی
کے رستے ہم نے پائے۔ مگر وہ رستے ایسے پیچ در پیچ اور درہم برہم معلوم ہوئے کہ تھوڑا ہی آگے
بڑھکر اسکے ہیر پھیر میں سرگردان ہو گئے۔ ہر چند برابر قدم مارے جاتے تھے۔ مگر جب دیکھا تو بہت کم

سحاب سے سرگوشیاں کر رہی ہے + پہلو اُسکے جس طرف سے دیکھو۔ ایسے سرپھوڑ اور سینہ توڑ ہین
کہ کسی مخلوق کے پاؤن نہین جمنے دیتے + ہان حضرتِ انسان کے ناخن تدبیر کچھہ کام کر جائین
تو کر جائین ۔ میرے دوستو! اس رستے کی دشواریون کو سرپھوڑ اور سینہ توڑ پہاڑون سے تشبیہ
دیکر ہم خوش ہوتے ہین ۔ مگر بڑی نامنصفی ہے + پتھر کی چھاتی اور لوہے کا کلیجہ کرے ۔ تو اُن
بلاؤن کو جھیلے + جن پر وہ مصیبتین گذرین ۔ وہی جانین +

یکایک قلہ کوہ سے ایک شہنائی کی آواز آنی شروع ہوئی + یہ دلکش آواز سب کو اپنے
اپنی طرف کھینچتی تھی ۔ اس طرح کہ دل مین جان اور جان مین زندہ دلی پیدا ہوتی تھی + بلکہ
خیال کو وسعت کے ساتھہ ایسی رفعت دیتی تھی جس سے انسان مرتبہ انسانیت سے بھی بڑھ کر قدم
مارنے لگتا تھا + عجب بات تھی ۔ کہ اتنے انبوہ کثیر مین سے تھوڑے ہی اشخاص تھے جنکے کان اُسکے
سُننے کی قابلیت یا اُسکے نغمون کا مذاق رکھتے تھے +

ایک بات کے دیکھنے سے مجھے نہایت تعجب ہوا ۔ اور وہ تعجب فوراً جاتا بھی رہا یعنی دوسری
طرف جو نظر جا پڑی ۔ تو دیکھتا ہون ۔ کہ کچھہ خوبصورت خوبصورت عورتین ہین ۔ اور بہت سے لوگ
اُنکے تماشائے جمال مین محو ہو رہے ہین ۔ یہ عورتین پریون کا لباس پہنے ہین ۔ مگر یہ بھی وہین
چرچا سُنا ۔ کہ درحقیقت نہ وہ پریان ہین نہ پری زاد عورتین ہین ۔ کوئی ان میں غفلت ۔ کوئی
عیاشی ہے + کوئی خودپسندی ۔ کوئی بے پروائی ہے + جب کوئی ہمت والا ترقی کے رستے مین
سفر کرتا ہے ۔ تو یہ ضرور ملتی ہین + انہی مین پھنسکر اہل ترقی اپنے مقاصد سے محروم رہ جاتے ہین +
اُن پر درختون کے جھنڈ سایہ کئے تھے + رنگ برنگ کے پھول کھلے تھے + گوناگون میوے جھوم
رہے تھے + طرح طرح کے جانور بول رہے تھے ۔ نیچے قدرتی نہرین اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائین
چل رہی تھین + وہین وہ دلکش فریب پریان پتھرون کی سلون پر پانی مین پاؤن لٹکائے بیٹھی
تھین ۔ اور آپس مین چھینٹے اڑا رہی تھین ۔ مگر ایسے ایسے الجھاوے بلندئے کوہ کے اُدھر ہی اُدھر تھے
یہ بھی صاف معلوم ہوتا تھا ۔ کہ جو لوگ ان جعلی پریون کی طرف مائل مین وہ اگرچہ اقوامِ مختلفہ عہد ہائے

اور دانا بھی ہین جو بزم تحقیق کے صدر اور اپنے عہد کے باعثِ فخر رہے + بہت سے نیک بخت نیکی کے رستے بتاتے رہے جس سے ملکِ فنا مین بقا کی عمارت بناتے رہے +

بقاے دوام دو طرح کی ہے + ایک تو وہی جسطرح فی الحقیقت روح بعد مرنے کے رہجاتی کہ اسکے لئے فنا نہین + دوسری وہ عالمِ یادگار کی بقا جسکی بدولت لوگ نام کی عمر سے جیتے ہین - اور شہرت دوام کی عمر پاتے ہین + حق یہ ہے - کہ اچھے سے اچھے اور بڑے سے بڑے کام جن جن سے ہوئے یا تو ثواب آخرت کے لئے یا دنیا کی ناموری اور شہرت کے لئے ہوئے + لیکن مین اس دربار مین انھین لوگون کو لاؤنگا - جنھون نے اپنی محنت ہاے عرق فشان کا صلہ اور عزم ہاے عظیمہ کا ثواب فقط دنیا کی شہرت اور ناموری کو سمجھا + اسیواسطے جو لوگ دین کے بانی اور مذہب کے رہنما تھے - اُنکے نام شہرت کی فہرست سے نکال ڈالتا ہون + مگر بڑا فکر یہ ہے کہ جن لوگون کا ذکر کرتا ہون اُنکی حق تلفی نہ ہو جائے - کیونکہ جن بیچارون نے ساری جان فشانی اور عمر بھر کی محنتون کا اجر فقط نام کو سمجھا - اُنکے حصے مین کسی طرح کا نقص ڈالنا سخت ستم ہے + اسی لحاظ سے مجھے تمام مصنفین اور مورخین سے مدد مانگنی پڑی + چنانچہ اکثر دن کا نہایت احسان مند ہون کہ اُنھون نے ایسے ایسے لوگون کی ایک فہرست بنا کر عنایت کی اور مجھے بھی کل دوپہر سے شام تک اسی کے مقابلے مین گزری + ناموران موصوف کے حالات ایسے دل پر چھائے ہوئے تھے - کہ اُنھون نے مجھے سوتے سوتے چونکا دیا + مین اس عالم مین ایک خواب دیکھ رہا تھا چونکہ بیان اُسکا لطف سے خالی نہین - اسلئے عرض کرتا ہون +

خواب مین دیکھتا ہون - کہ گویا مین ہوا کھانے چلا ہون - اور چلتے چلتے ایک میدان وسیع الفضا مین جا نکلا ہون جسکی وسعت اور دلفزائی میدان خیال سے بھی زیادہ ہے - دیکھتا ہون - کہ میدان مذکور مین اسقدر کثرت سے لوگ جمع ہین - کہ نہ انھین محاسب فکر شمار کر سکتا ہے - نہ قلم تحریر فہرست تیار کر سکتا ہے اور جو لوگ اسمین جمع ہین - وہ غرض مند لوگ ہین کہ اپنی اپنی کامیابی کی تدبیرون مین لگے ہوئے ہین + وہان ایک پہاڑ ہے جسکی چوٹی گوشۂ

قلمرو کے خط سے باہر حرکت کر سکے۔ ڈاکون اور ریل گاڑیون نے پورب سے پچھم تک دوڑکر بھانت بھانت کا جانور ایک پنجرے مین بند کر دیا۔ دلی۔ برباد۔ لکھنؤ ویران۔ دونون کے سندی اشخاص کچھ پیوند زمین ہوگئے۔ کچھ دربدر خاک بسر+ اب جیسے اور شہر ویسے ہی لکھنؤ۔ جیسے چھاؤنیون کے بازار ویسے دلی۔ بلکہ اُس سے بھی بدتر+ کوئی شہر ایسا نہین رہا جسکے لوگون کی زبان عموماً سند کے قابل ہو۔ کیونکہ شہر مین ایسے چیدہ اور برگزیدہ اشخاص جنسے کہ وہ شہر قابل سند ہو۔ حرف گنتی کے لوگ ہوتے ہین۔ اور وہ زمانہ کی صدہا سالہ محنتون کا نتیجہ ہوتے ہین۔ اُنمین سے بہت مرگئے+ کوئی بڈھا جیسے خزان کا مارا پتا کسی درخت پر باقی ہے۔ اُس بڈھے کی آواز کمیٹیون کے غل اور اخبارون کے نقارخانون مین سُنائی بھی نہین دیتی+ پس اب اگر دلی کی زبان کو سندی سمجھین۔ تو وہان کے ہر شخص کی زبان کیونکر سندی ہو سکتی ہے؟ ہوا کا رُخ اور دریا کا بہاؤ نہ کسی کے اختیار مین ہے۔ نہ کسی کو معلوم ہے کہ کدہر پھر جائیگا؟ اسلیے نہین کہہ سکتے کہ اب زبان کیا رنگ بدلے گی ہ ہم جہاز بے ناخدا ہین+ توکل بخدا کر بیٹھے ہین+ زمانہ کے انقلابون کو رنگ چمن کی تبدیلی سمجھکر دیکھتے ہین۔ اور کہتے ہین۔ آزاد

| قسمت مین جو لکھا تھا سو دیکھا ہے اب تلک | اور آگے دیکھئے ابھی کیا کیا ہین دیکھنے |
|---|---|

# انتخاب از نیرنگ خیال

## شہرت عام اور بقاے دوام کا دربار

اے ملک فنا کے رہنے والو! دیکھو۔ اس دربار مین تمہارے مختلف فرقون کے عالی وقار جلوہ گر ہین+ بہت سے حب الوطن کے شہید ہین جنھون نے اپنے ملک کے نام پر میدان جنگ مین جاکر خونی خلعت پہنے+ اکثر مصنف اور شاعر ہین جنھین اسی ہاتف غیبی کا خطاب ملا ہے جسکے الہام سے وہ مطالب غیبی ادا کرتے رہے۔ اور بے عیبی سے زندگی بسر کرگئے۔ ایسے زیرک

جنوب کو ہٹین تو مارواڑی ہو کر گجراتی اور دکھنی ہو جاتی ہے۔ پھر ادھر آئے تو آگے بنگالہ ہے۔
اور کلکتہ پہونچکر تو عالم گوناگون خلق خدا اور ملک خدا ہے جسکا امتیاز حد انداز سے باہر ہے۔ بیرے
دوستو! تم جانتے ہو۔ کہ ہر شے کی اصلیت اور حسن و قبح کے واسطے ایک مقام ایسا ہوتا ہے جیسے سکہ
کے لئے ٹکسال کیا سبب ہے کہ ابتدا مین زبان کے لیے دلی ٹکسال تھی؟ وجہ اسکی یہ ہے۔ کہ وہ
دار الخلافہ تھی + دربار مین خاندانی امرا اور امیرزادے خود صاحب علم ہوتے تھے + انکی مجلسین اہل علم
اور اہل کمال کا مجمع ہوتی تھین جنکی برکت سے طبیعتین گویا ہر شے کے سلیقے اور شایستگی اور لطافت
و ظرافت کا قالب ہوتی تھین + اسیواسطے گفتگو۔ لباس۔ ادب آداب نشست برخاست۔ بلکہ
بات بات ایسی سنجیدہ اور پسندیدہ ہوتی تھی۔ کہ خواہ مخواہ سب کے دل قبول کرتے تھے۔ ہر شے کے لئے
ہمیشہ نئی نئی تراش اور نئی نئی اصلاحین اور ایجاد و اختراع وہان سے ہوتے تھے۔ اور چونکہ
دار الخلافت مین شہر شہر کا آدمی موجود تھا۔ اسلیے وہ دلپذیر ایجاد اور اصلاحین ہر شہر میں جلد عام
ہو جاتی تھین چنانچہ بہادر شاہ سے پہلے تک دلی ہر بات کے لئے سند رہی۔ اور انھین صفتون
سے لکھنؤ نے بھی سند افتخار حاصل کی۔ لکھنؤ کو دیکھکر سمجھ لو۔ کہ دلپسند ایجادون اور رنگین باتون
کا ایجاد ہونا کسی شہر کے اینٹ پتھر کی تاثیر نہین ہے + ہان شایستہ اور رنگین مزاج لوگ جہان جمع
ہونگے۔ اور دلپذیر باتون کے سامان موجود ہونگے۔ وہین سے وہ پھول کھلنے لگین گے۔ چنانچہ
وہی دلی کے لوگ اور انکی اولاد تھی۔ کہ جب تباہی سلطنت اور آبادی لکھنؤ کے سبب سے وہان
پہونچے۔ تو چند روز مین ویسی ہی تراشین وہان سے نکلنے لگین + لکھنؤ دار السلطنت ہو گیا۔ اور
اسکے ضمن مین زبان بھی دلی کی اطاعت سے آزاد ہو گئی + اس آزادی کی ناسخ۔ آتش۔ ضمیر
خلیق وغیرہ اہل کمال نے بنیاد ڈالی۔ اور انیس۔ دبیر۔ رند۔ خواجہ وزیر اور سرور نے
خاتمہ کر دیا + اُنھون نے زبان کو بڑی ترقی دی۔ مگر اکثر اُن مین ایسے ہوئے کہ جنگل کے صاف کرنیکو
اُٹھے تھے۔ مگر اسمین دریا کا دہانہ لاڈالا یعنی صفائی زبان کی جگہ لغات کی بوچھار کر دی۔ یہانتک کہ
لکھنؤ کا ورق بھی زمانہ نے الٹ دیا + اب آفتاب ہماری ملکہ آفاق کا نشان ہے۔ جسے حکم نہین کہ انکی

علمی اور عقلی اور تاریخی تجربہ کے زوروں پر قایم ہوتی تھی + پھر لیاقت مذکورہ بھی سیکڑوں ہی میں منحصر نہیں - بلکہ ہزاروں میں پھیلی ہوئی تھی + اس میں جہان اور مہماتِ سلطنت ہیں - وہاں ایک یہ بھی تھا - کہ ہر امر تنقیح طلب جلسہ عام کے اتفاقِ رائے سے تحریروں اور تقریروں میں فیصل ہوتا تھا - موقع پر جب ایک شخص جلسۂ عام میں استادہ ہوکر کوئی مطلب ادا کرتا تھا - تو ادھر کی دنیا اُدہر ہو جاتی تھی پھر جب طرف ثانی اسکے مقابل میں جواب ترکی بہ ترکی دیتا تھا - تو مشرق کے آفتاب کو مغرب سے طلوع کر دیتا تھا - اور اتنک بھی فقط تقریروں ہی کے زور سے ہزاروں لاکھوں آدمیوں کو متفق کرکے ایک رائے سے دوسری رائے پر پھیر لیتے ہیں خیال کرنا چاہئے کہ اُنکے بیان میں کیسی طاقت - اور زبان میں کیا کیا زور ہونگے + برخلاف ہندوستان کے یہاں کی زبان میں گر ہوئے - تو ایک بادشاہ کی خوش اقبالی میں چند شعرا کے دیوان ہوئے جو فقط تفریح طبع اور دلگی کا سامان ہے + کجا زمین کجا آسمان؟ نہ وہ جوہر پیدا ہوا نہ کسی نے اُنکے پیدا کرنیکا ارادہ کیا +

باوجود اسکے اُردو کی خوش اقبالی اور خوش رواجی قابل رشک ہے - کیونکہ اسکی اصل تو برج بھاشا ہے - جو اپنی بہار جوانی میں بھی فقط ایک ضلع میں لین دین کی زبان تھی + خود اردو دلی سے نکلی جسکا چراغ دلی کی بادشاہت کے ساتھہ گل ہونا چاہئے تھا - پھر بھی اگر بیچوں بیچ ہندوستان میں کھڑے ہوکر آواز دیں - کہ اس ملک کی زبان کیا ہے؟ تو جواب یہی سنیں گے - کہ اردو - اسکے ایک کنارے شلاً پشاور سے چلو - اوّل افغانی ہے - اٹک اُترے تو پوٹھواری کچھہ اور ہی کہنے ہیں جہلم تک داہنے پر کشمیر پکار رہا ہے - کہ یورولا یورولا" یعنی اِدھر آؤ - بائیں پر ملتان کہتا ہے کہ "کتھے گھنیا!" یعنی کہاں چلے؟ آگے بڑھے تو وہ بولی ہے - کہ پنجابی خاص اسیکو کہتے ہیں + اسکے بائیں پر پہاڑی ایسی زبان ہے - کہ تحریر و تقریر سب سے الگ ہے + ستلج اُترے تو پنجابیت کی کمی ہے - لوگوں کی وضع اور لباس میں بھی فرق شروع ہوتا ہے + دلی پہونچے تو اور ہی سما بندھا ہوا ہے + میرٹھ سے بڑھے تو علیگڈھہ میں بھاشا سے ملا جلا پورب کا انداز شروع ہو گیا - کانپور لکھنؤ الہ آباد تک یہی عالم ہے +

ملکون سے ملکون مین بہادیتے ہین۔ مگر اپنے موقعہ پر وہ تاثیر جس سے ایک بہادر کی بہادری دیکھکر دلون مین قوم کی ہمدردی اور رفیق پر جان نثار کرنے کا ولولہ پیدا ہو۔ وہ نہین ❊
دوسرے کوچہ مین آکر علم کی تعریف پر اُترتے ہین۔ تو اُسکی برکت سے بیر پیغمبر بلا ٹانک فرشتہ بنادیتے ہین + کاش! اُسکے عوض مین چند ظاہر کھلے کھلے فائدے بیان کردین جس سے ہر شخص کے دل مین اُسکا شوق پیدا ہو۔ اور عالم جاہل سمجھہ جاے۔ کہ اگر بے علم رہونگا۔ تو خواری و ذلت کی زندگی سے دین و دُنیا دونون خواب ہونگے۔ ہماری تصنیفات مین اسکا ذکر نہین ہے اور افسوس کہ اب تک بھی ہم نے اسپر توجہ نہین کی۔ انگریزی مین بہت خیالات و مضامین ایسے ہین۔ کہ ہماری زبان نہین ادا کر سکتی یعنی جو لطف اُنکا انگریزی زبان مین ہے وہ اردو مین پورا ادا نہین ہو سکتا۔ جو کہ حقیقت مین زبان کی ناطاقتی کا نتیجہ ہے۔ اور یہ اہل زبان کے لئے نہایت شرم کا مقام ہے ❊

اگر شایستہ قومون کی انشاپردازی سوال کرے۔ کہ اردو کی انشا کیون اس حالت مین مبتلا رہی؟ تو حاضر جوابی فوراً بول اُٹھے گی کہ قوم کی انشاپردازی بموجب اسکے خیالات کے ہوتی ہے۔ اور خیالات اُسکے بموجب حالات ملک اور ترتیب ملکی کے ہوتے ہین۔ جیسی ہندوستان کی تعلیم و شایستگی تھی۔ اور بادشاہون اور امیرون کی قدردانی تھی۔ ویسی ہی انشاپردازی رہی۔ اور خاتمہ کلام اس فقرے پر ہوگا۔ کہ کوئی پرندا اپنے بازون سے بڑھکر پر نہین مار سکتا اُسکے باز و فارسی سنسکرت۔ بھاشا وغیرہ تھے + پھر اُردو بیچاری انگلینڈ یا روم یا یونان کے محلون پر کیونکر جا بیٹھتی۔ مگر حقیقت مین عقدہ اس سوال کا ایک اور گرہ مین بندہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر ایک شے کی ترقی کسی ملک مین اُسی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ جس قدر شے مذکور کو سلطنت سے تعلق ہوتا ہے + یورپ کے ملکون مین قدیم سے دستور ہے۔ کہ سلطنت کے اندرونی اور بیرونی زور قوم کی ذاتی اور علمی لیاقتون پر منحصر ہوتے تھے۔ اور سلطنت کے کل انتظام اور اُسکے سب قسم کے کاروبار اُونہین شمول اور اُنھین کی عرق ریز تدبیرون سے قرار پاتے تھے + یہ بھی ظاہر ہے کہ اُنکی تجویزون کی بنیاد

اچھی طرح خبر کرتی ہے۔ اپنے رنگین الفاظ اور نازک مضمون سے خیال میں شوخی کا لطف پیدا کرتی ہے۔ ساتھ اسکے مبالغہ کلام اور عبارت کی دھوم دھام سے زمین و آسمان کو تہ و بالا کر دیتی ہے۔ مگر اصل مقصود یعنی دلی اثر یا اظہار واقعیت ڈھونڈھو تو ذرا نہیں۔ چند مضمون ہیں۔ کہ ہماری زبانوں پر بہت رواں ہیں۔ مگر حقیقت میں ہم ان میں بھی ناکام ہیں۔ مثلاً ہم اگر کسی کے حسن کی تعریف کرتے ہیں۔ تو رشک حور۔ غیرت پری پر قناعت نہ کر کے اُسے ایک پتلا ناممکنات و محالات کا بنا دیتے ہیں۔ مگر کسی حسین کا حُسن خداداد خود ایک عالم ہے۔ کہ جو کچھ آنکھوں سے دیکھکر دلوں پر گذر جاتی ہے۔ دل ہی جانتے ہیں۔ بس اُسی کو اسطرح کیوں نہیں ادا کرتے کہ سننے والے بھی کلیجہ پکڑ کے رہ جائیں؟ *

ایک باونت جوان کی تعریف کرینگے تو رستم تہمتن۔ اسفندیار رویں تن شیر بیشۂ دغا نہنگ قلزم ہیجا وغیرہ وغیرہ لکھکر صفحے سیاہ کر دیں گے لیکن اُسکی بلند گردن بھرے ہوئے ڈنٹر۔ چوڑا سینہ۔ بازوؤں کی گلاوٹ پتلی کمر۔ غرض خوشنما بدن اور موزوں ڈیل ڈول بھی ایک انداز رکھتا ہے۔ اُسکی اپنی دلاوری اور ذاتی بہادری بھی آخر کچھ نہ کچھ ہے جس کے کارناموں نے اُسے اپنے عہد میں ممتاز کر رکھا ہے۔ اُسی کو ایک وضع سے کیوں نہیں ادا کر دیتے جسے سُن کر مرد ارخیالوں میں اکڑ تکڑ اور کھلائے ہوئے دلوں میں اُمنگ پیدا ہو جائے؟

ایک چمن کی تعریف سے کبھی فلک کے سبز باغ۔ اور گلشن انجم کے دل پر داغ دینگے۔ کبھی اُسے فردوس بریں اور جنت روے زمین بنائینگے۔ بلکہ ایک ایک پھول اور ایک ایک پتے کی تعریف میں رنگ رنگ سے ورق سیاہ کر دینگے۔ مگر اُسکی ہریاول کا لہلہانا۔ چڑیوں کا چہچہانا میٹھی میٹھی خوشبوؤں کا آنا۔ آب رواں کا لہرانا۔ موزوں درختوں۔ گلزار کے تختوں کی بہار۔ ہوا کی مہک اور طوطی کی چہک پپیہے کی کوک۔ کوئل کی ہوک۔ جو کہ روحانی تفریح کے ساتھ انسان کے دل پر اثر کرتی ہے۔ اسکا بیان اسطرح نہیں کرتے جسکے پڑھنے سے آنکھوں میں سما جائے۔ میدان جنگ ہو تو زمین کے طبقوں کو اُٹھا کر آسمان میں تلپٹ کر دیتے ہیں۔ اور خون کے دریا

اس فخر کے ساتھ یہ افسوس پھر کبھی دل سے نہین بھولتا۔ کہ انھون نے ایک قدرتی پھول کو جو اپنی خوشبو سے مہکتا اور رنگ سے لہکتا تھا مفت ہاتھ سے پھینک دیا۔ وہ کیا ہے؟ کلام کا اثر اور اظہار اصلیت + ہمارے نازک خیالی اور باریک بین لوگ استعارون اور تشبیہون کی رنگینی اور مناسبت لفظی کے ذوق و شوق مین خیال سے خیال پیدا کرنے لگے۔ اور اصلی مطلب کے ادا کرنے مین بے پروا ہو گئے + انجام اسکا یہ ہوا۔ کہ زبان کا ڈھنگ بدل گیا + ور نوبت یہ ہوئی کہ اگر کوشش کرین۔ تو فارسی کی طرح پنج رقعہ اور مینا بازار۔ یا فسانہ عجائب لکھ سکتے ہین۔ لیکن ایک ملکی معاملہ یا تاریخی انقلاب اسطرح نہین بیان کر سکتے جس سے معلوم ہو جائے۔ کہ واقعہ مذکور کیونکر ہوا۔ اور کیونکر اختتام کو پہونچا۔ اور اس سے پڑھنے والے کو ثابت ہو جائے۔ کہ روداد وقت کی اور صورت حال معاملہ کی ایسی ہو رہی تھی کہ جو کچھ ہوا۔ اسی طرح ہو سکتا تھا + دوسری صورت ممکن نہ تھی۔ اور یہ تو نا ممکن ہے۔ کہ ایک فلسفہ یا حکمت اخلاق کا خیال لکھین جسکی صفائی کلام لوگون کے دلون کو اپنی طرف لگائے اور اسکے دلائل جو حسن بیان کے پردہ مین برابر جلوہ دیتے جاتے ہین وہ دلون سے تصدیق کے اقرار لیتے جائین۔ اور جس بات سے روکنا یا جس کام پر جھوکنا منظور ہو۔ اسمین پوری پوری اطاعت سُننے والون سے لے سکین + یہ قباحت فقط نازک خیالی نے پیدا کی استعارہ و تشبیہ کے انداز اور مترادف فقرے تکیہ کلام کی طرح ہماری زبان قلم پر چڑھ گئے + بیشک ہمارے متقدمین اسکی رنگینی اور نزاکت کو دیکھکر بھولے۔ مگر نہ سمجھے۔ کہ یہ خیالی رنگ ہمارے اصلی جوہر کو خاک مین ملانے والا ہے + یہی سبب ہے کہ آج انگریزی ڈھنگ پر لکھنے مین یا انکے مضامین کے پورا پورا ترجمہ کرنے مین بہت قاصر ہین۔ نہین! ہماری اصلی انشا پردازی اس رستہ مین قاصر ہے +

انگریزی تحریر کے عام اصول یہ ہین کہ جس شے کا حال یا دل کا خیال لکھیے۔ تو اسے اسطرح ادا کیجیے۔ کہ خود وہ حالت گذرنے سے یا اُسکے مشاہدہ کرنے سے جو خوشی۔ یا غم۔ یا غصہ۔ یا رحم یا خوف۔ یا جوش دل پر طاری ہوتا۔ یہ بیان وہی عالم اور وہی سما دل پر چھا دیوے +

بیشک ہماری طرز بیان اپنی چست بندش اور قافیون کے مسلسل گھنگون سے کانون کو

اگر بگڑ جائے تو زمین کے ماتھے پر پہاڑ تیوری کے بل ہو جائیں۔ اور وہاں غار پتھروں سے دانت پیسنے لگیں۔ ان مضامین کو دیکھکر اوّل ہمیں وہ عام قاعدہ یاد آتا ہے۔ کہ ہر ملک کی انشاپردازی اپنے جغرافیے اور سرزمین کی صورت حال کی تصویر بلکہ رسم و رواج اور لوگوں کی طبیعتوں کا آئینہ ہے سبب اسکا یہ ہے کہ جو کچھ شاعر یا انشاپرداز کے پیش نظر ہوتا ہے۔ وہی اُسکی تشبیہوں اور استعاروں کا سامان ہوتا ہے ؎

معلوم ہوتا ہے۔ کہ جسطرح ایران خراسان اور توران کی زمین میں بہار کا موسم دلوں کو شگفتہ کرتا ہے۔ یہاں برسات کا موسم دلوں میں ذوق و شوق پیدا کرتا ہے + وہاں بہار میں بُلبُل ہزار داستان ہے + یہاں کوئل اور پپیہا ہے۔ برج بھاشا کے انشاپرداز برسات کے لطف اور اُسکی کیفیتیں بہت خوب دکھاتے ہیں + جہانگیر نے اپنے توزک میں سچ کہا ہے۔ کہ ہندوستان کی برسات ہماری فصل بہار ہے۔ اور کوئل یہاں کی بُلبُل ہے۔ اس موسم میں عجب لطف سے بولتی ہے۔ اور مستیاں کرتی ہے۔ بہار کے موسم کا کچھ لطف یہاں ہے۔ تو بسنت رت کا سماں ہے جسمیں ہولی کے رنگ اڑتے ہیں۔ پچکاریاں چھٹتی ہیں۔ گلال کے قمقمے چلتے ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو فارس والے بہار کے سمے پر کرتے ہیں ؎

بہرحال ہمیں اپنے بزرگوں کی اس صنعت کا شکریہ ہی کرنا چاہئے۔ کہ ہندی بھاشا میں جو اضافت کی طوالت۔ کا۔ کے۔ کی۔ سے ادا ہوتی ہے وہ فارسی کی اضافت میں آکر مختصر ہو گئی اسکے علاوہ استعارہ و تشبیہ جو بھاشا میں شاید اس سبب سے کم لاتے تھے۔ کہ وہ کتاب یا انشاپردازی کی زبان نہ تھی۔ یا اس سبب سے کہ برابر کا اور کے کے آنے سے کلام بدمزہ ہو جاتا تھا۔ اسیطرح بہت تشبیہ میں بھی لفظوں کے بڑھا دینے سے کلام مرتبہ فصاحت سے گر جاتا تھا۔ اب اُنہوں نے فارسی کو اسمیں داخل کر کے استعارہ و تشبیہ سے مرصّع کر دیا۔ جس سے وہ خیالوں کی نزاکت اور ترکیب کی پختگی اور زورِ کلام اور تیزی و طراری میں بھاشا سے آگے بڑھ گئی ہے۔ اور بہت سے نئے الفاظ اور نئی ترکیبوں نے زبان میں وسعت بھی پیدا کی ؎

شعر پڑھنے لگتا ہے +

جب ایک شہر کی خوبی بیان کرتے ہین۔ تو کہتے ہین شام ہوتے ایک مقام پر پہونچا+ دیکھتا ہے۔ کہ پہاڑیان ہری بھری ہین - اردگرد سرسبز سیدا نون مین بسے ہوئے گانوئن آباد ہین+ پہاڑ کے نیچے ایک دریا مین زِنل جَل بہ رہا ہے۔ جیسے موتی کی آب بیچون بیچ مین شہر آباد+ جب اوسکے اونچے اونچے مکانون اور برجون کا عکس پڑتا ہے۔ تو پانی مین کلسیان جگمگ جگمگ کرتی ہین اور دوسرا شہر آباد نظر آتا ہے+ لب دریا کے پیڑ بوٹون اور زمین کے سبزے کو برسات نے ہرا کیا ہے۔ کہ دودھیلی گایون اور بکریون کا چارہ ہو جاے +

جب اُداسی اور پریشانی کا عالم دکھاتے ہین۔ تو کہتے ہین کہ آدھی رات اِدھر۔ آدھی رات اُدھر جنگل سنسان۔ اندھیرا بیابان۔ مرگھٹ مین دور دور تک راکھہ کے ڈھیر جلے ہوئے لکڑ پڑے کہین کہین چتا مین آگ چمکتی ہے۔ بھوتون پریتون کی ڈراونی صورتین اور بھیانک سورتین ہین+ کوئی تاڑ سا قد۔ لال لال دیدے پھاڑے۔ لمبے لمبے دانت نکالے گلے مین کھوپریون کا مالا ڈالے کھڑا ہنس رہا ہے+ کوئی ایک ہاتھی کو مارے بغل مین لئے بھاگا جاتا ہے+ کوئی ایک کالا ناگ لکڑی کی طرح کھڑا چبا رہا ہے+ پیچھے غلُ ہوتا چلا آتا ہے۔ کہ لیجیو لیجیو۔ ملریو ماریو۔ جانے نہ پائے۔ دم بھر مین یہ بھوت پریت غائب ہوتے ہین۔ غلُ شور تھمتا ہے۔ پھر مرگھٹ کا میدان سنسان ہے+ پتے ہوا سے کھڑکتے ہین۔ ہوا کا سناٹا۔ پانی کا شور۔ اُلو کی ہوک۔ گیدڑون کا بولنا اور کتون کا رونا۔ یہ ایسی وحشت ہے کہ پچھلے ڈر بھی بھول جاتے ہین +

دیکھو! یہ دونون باغ آمنے سامنے لگے ہین+ تم نے مقابلہ کیا؟ دونون کے رنگ ڈھنگ مین کیا فرق ہے؟ بھاشا کا فصیح استعارہ کی طرف بھول کر بھی قدم نہین رکھتا+ جو جو لطف آنکھون سے دیکھتا ہے۔ اور جن جن خوش آوازیون کو سنتا ہے۔ یا جن خوشبویون کو سونگھتا ہے اُنھین کو اپنی میٹھی زبان سے بے تکلف۔ بے مبالغہ صاف صاف کہ دیتا ہے +

لیکن یہ نہ سمجھنا۔ کہ ہندوستان مین مبالغہ کا زور تھا ہی نہین سنسکرت کا انشاپرداز ذرا

اب اُسکے مقابلہ مین دیکھو ابھا نشا کا انشا پرداز برسات مین اپنا باغ کیونکر لگاتا ہے + درختون کے جھنڈ چھائے ہین ۔ گہن کے پتّے ہین ۔ اُنکی گہری گہری چھانو ہے + جامن کی ٹہنیان آم کے پتّون مین کھچڑی ہو رہی ہین + کھرنی کی ٹہنیان ۔ فالسے کے درخت مین پھیلی ہوئی ہین چاندنی کی بیل ۔ کمرک کے درخت پر لپٹی جاتی ہے + عشق پیچہ ۔ لگر دندہ پر چڑھا جاتا ہے اسکی ٹہنیان لٹکتی ہین جیسے سانپ لہرا رہے ہین + پھولون کے گچھے پڑے جھوم رہے ہین + میوے والے زمین کو چوم رہے ہین + نیم کے پتّون کی سبزی اور پھولون کی سفیدی بہار پر ہے + آم کے بور مین اُسکے پھولون کی مہک آتی ہے + بھینی بھینی بُو جی کو بھاتی ہے + جب درختون کی ٹہنیان ہلتی ہین ۔ مولسری کے پھولون کا مینہ برستا ہے ۔ پھل پھلاڑی کی بوچھار ہو جاتی ہے + دھیمی دھیمی ہوا اُنکی بو باس مین لسی ہوئی روشون پر چلتی ہے + ٹہنیان ایسی ہلتی ہین جیسے کوئی جوبن کی متوالی اٹکھیلیان کرتی چلی جاتی ہے کِسی ٹہنی مین بھونرے کی آواز کسی مین مکھیونکی بھنبھناہٹ الگ ہی سما باندھ رہی ہے + پرند درختون پر بول رہے ہین ۔ اور کلول کر رہے ہین + حوض مین چادر اس زور سے گرتی ہے ۔ کہ کان پڑی آواز نہین سُنائی دیتی + اُس سے چھوٹی چھوٹی نالیون مین پانی لہراتا جاتا ہے ۔ تو عجب بہار دیتا ہے + درختون سے جانور اُترتے ہین ۔ نہاتے جاتے ہین آپسمین لڑتے جاتے ہین ۔ پرون کو پھڑپھڑاتے ہین ۔ اور اُڑ جاتے ہین + چرند زمین پر چوکڑیان بھرتے پھرتے ہین + یکطرف سے کوئل کی کوک ۔ ایک طرف سے کوکلے کی آواز + اسی جمگھٹ مین عاشق مصیبت زدہ بھی کہین اکیلا بیٹھا جی بہلا رہا ہے ۔ اور اپنی جدائی کے دکھ کو مزے لے لیکر اُٹھاتا ہے ؛

برسات کا سما باندھتے ہین ۔ تو کہتے ہین سامنے سے کالی گھٹا جھوم کر اُٹھی ۔ ابر دھوان دھار ہے ۔ بجلی کوندتی چلی آتی ہے + سیاہی مین سارس اور بگلون کی سفید سفید قطارین بہار دکھا رہی ہین + جب بادل کڑکتا ہے ۔ اور بجلی چمکتی ہے ۔ تو پرندے کبھی دبک کر ٹہنیون مین چھپ جاتے ہین کبھی دیوارون سے لگ جاتے ہین + مور جدا جھنکار رہے ہین + پپیہے الگ پکارتے ہین جھنٹ کا متوالا چمیلی کی جھرمٹ مین آتا ہے ۔ تو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا لہک کر پھوار بھی پڑنے لگی ہے + مست ہو کر وہین بیٹھ جاتا ہے ۔ اور

چھیڑتا ہے۔ کبھی عاشق زار بھی وہین آنکلتا ہے۔ وہ بجائے اپنے معشوق کے حسرت و غم سے ہم کنار
ہے۔ روتا ہے اور قاصد صبا کو پیغام دیتا ہے۔ کہ میرے تغافل شعار کو ذرا میرے حال کی خبر کر دینا۔

بیان مذکورہ بالا سے معلوم ہوا ہوگا۔ کہ ان مین بہت سی باتین ایسی ہین۔ جو خاص فارس
اور ترکستان کے ملکون سے طبعی اور ذاتی تعلق رکھتی ہین + اُسکے علاوہ بعض خیالات مین اکثر
اُن داستانون یا قصون کے اشارے بھی آگئے ہین۔ جو خاص ملک فارس سے علاقہ رکھتے
تھے + مثلاً شمشاد۔ نرگس۔ سنبل۔ بنفشہ۔ موے کمر۔ قد سرو وغیرہ کی تشبیہین۔ لیلی۔ شیرین۔ شمع
گل۔ سرو وغیرہ کا حسن۔ مجنون۔ فرہاد۔ بلبل۔ قمری۔ پروانہ کا عشق۔ فانوس کا برقع + غازہ
اور گلگونہ + مانی و بہزاد کی مصوری + رستم و اسفندیار کی بہادری + زحل کی نحوست۔ سہیل
یمن کی رنگ افشانی + مشاہیر فارس و یونان اور عرب کے قصّے۔ ماہ نخشب۔ کوہ الوند
کوہ بے ستون۔ جوے شیر۔ قصر شیرین۔ جیحون سیحون وغیرہ وغیرہ ہر چند سب
معاملات عرب اور فارس سے متعلق ہین۔ مگر اردو مین بہت سے خیالات انھین کی بنیاد
پر نظم و نثر مین پیدا ہوتے ہین + تعجب یہ ہے۔ کہ ان خیالات نے اور وہان کی تشبیہون نے
اسقدر زور پکڑا۔ کہ اُنکے مشابہ جو یہان کی باتین تھین۔ اُنھین بالکل مٹا دیا۔ البتہ سودا سید انشا
کے کلام مین کہین کہین ہین۔ اور وہ اپنے موقع پر نہایت لطف دیتی ہین۔ غرض کہ اب انشا پردازی
ایک پرانی یادداشت اُن تشبیہون اور استعارون کی ہے۔ کہ صدہا سال سے ہمارے بزرگونکی
دست مال ہو کر ہم تک میراث پہونچی ہے + ہمارے متاخرین کو نئی آفرین لینے کی آرزو ہوئی۔ تو
بڑا کمال یہ ہے کہ کبھی صفت بعد صفت کبھی استعارہ در استعارہ سے اور تنگ و تاریک کیا
جس سے ہوا تو یہ ہوا۔ کہ بہت غور کے بعد۔ فقط ایک وہمی نزاکت اور فرضی لطافت پیدا ہو گئی
کہ جسے محالات کا مجموعہ کہنا چاہیے۔ لیکن افسوس یہ ہے۔ کہ بجائے اسکے کہ کلام اُنکا خاص و عام کے
دلون پر تاثیر کرے۔ وہ مستعد لوگون کی طبع آزمائی کے لئے ایک دقیق معمّے۔ اور عوام کے لئے ایک عجیب
گورکھ دھندا تیار ہو گیا۔ اور جواب اُنکا یہ ہے کہ کوئی سمجھے تو سمجھے۔ جو نہ سمجھین اپنی جہالت کے حوالے

گھل گھل کر بہتی ہے۔ مگر پائے استقامت اُسکا نہین ٹلتا۔ یہانتک کہ سفیدہ سحری کبھی آگر کافو
دیتا ہے۔ اور کبھی طباشیر۔ شمع کا دل اسلئے بھی گداز ہے۔ کہ شب زندگی کا دامن بہت چھوٹا ہے
لیکن صبح دونون کے ماتم مین گریبان چاک کرتی ہے ✦ عاشق بادہ خوار کیلیے مرغ سحر بڑا
موذی ہے۔ اُسکے ذبح کو ہمیشہ تیغ زبان تیز رہتی ہے ✦ باد سحر قاصد خجستہ گام ہے۔ کہ پیغام یار کا
بہت جلد لاتا اور لے جاتا ہے ✦ اسی عالم مین آفتاب کبھی تو پنجہ شعاع سے آنکھ ملتا سر برہنہ حجرۂ
مشرق سے نکلتا ہے کبھی فلک کے سبزہ گھوڑے پر سوار کرن کا تاج زرنگار سر پر جھکاتا۔ شفق
کا پھریرا اُڑاتا آتا ہے۔ کیونکہ اپنے حریف شاہ انجم کی فوج کو پریشان کر کے فتحیاب آیا ہے
انھین مناد ون پر جب گلزار کی شگفتگی یا باغ کی بہار دکھانی ہو۔ تو ایسے خیالات مین دکھاتے ہین
گے۔ کہ شاہد گل کے کان مین قاصد صبا کچھ ایسا افسون پھونک گیا کہ وہ مارے ہنسی کے فرش
سبزہ پر لوٹ گیا۔ طفل غنچہ مسکرا کر اپنے عاشق بلبل شیدا کا دل لبھاتا ہے ✦ کبھی خزان کا غارت
گر آتا ہے۔ گل اپنا جام اور غنچہ اپنی صراحی لیکر روانہ ہو جاتے ہین اسطرح ہمارے باغ مین بہار خود ایک
معشوق ہے ✦ اسکا چہرہ چمن ہے۔ گل رخسار ہین سنبل بال ہین ✦ بنفشہ زلف ہین ✦ نرگس
آنکھین ہین وغیرہ وغیرہ ✦

پھر بہار موسم جوانی ہے ✦ درخت جوانان چمن ہین۔ کہ عروسان گلشن سے گلے
مل مل کر خوش ہوتے ہین ✦ شاخین انگڑائیان لیتی ہین۔ تاک سیہ مست پڑا اینڈتا ہے اطفال
نباتات دایۂ بہار کی گود مین پرورش پاتے ہین۔ خضر سبزہ کی برکت سے نسیم سحری مردہ ہزار سالہ
مین دم عیسوی کا کام دیتی ہے۔ مگر بلبل زار عشق شاہد گل مین اُداس ہے ✦ آب رواں
عمر گذران ہے اُسکی موج کی تلوار سے دل کٹے جاتے ہین ✦ سرو کے عکس کا اژدہا نگلے جاتا
ہے ✦ شبنم کے آنسو جاری ہین ✦ بلبل کبھی خوش ہے۔ کہ گل اُسکا پیارا پاس ہنس رہا ہے کبھی افسردہ
کہ خزان کا خون ریز ان سب کو قتل کریگا۔ یا اُسکے دشمن یعنی گلچین و صیاد اسے یہان سے
نکالین گے ✦ سرو یا شمشاد کے عشق مین قمری کا گبرو الیاس ہے ✦ اُسکے نالہ کا آزادونکو

خیالی یونان مین جاکر ارسطو ہو جائین + دوسرے فقرے مین اول علماے ہند نے تنور سے طوفان کا نکلنا مانا ہی نہین ہے - اسپر طبقہ یونان کا اپنے فلسفہ کی ہمت مین تباہ ہونا وغیرہ وغیرہ ایسی باتین اور روایات ہین - کہ اگرچہ ہمارے معمولی خیالات ہون - مگر غیر قوم بلکہ ہمارے بھی عام لوگ اُس سے بے خبر ہین + اسلئے بے سمجھائے نہ سمجھین گے - اور جب بات کو زبان سے کہکر سمجھانے کی نوبت آئی - تو لطف زبان کجا؟ اور یہ نہین تو تاثیر کجا؛ مزہ وہی ہے - کہ آدھی بات کہی - آدھی منہ مین ہے - اور سُننے والا پھڑک اُٹھا - تار باجا اور راگ بوجھا۔ خیالی رنگینیون اور فرضی لطافتون کا نتیجہ یہ ہوا - کہ جو باتین بدیہی ہین - اور محسوسات مین عیان ہین - ہماری تشبیہون اور استعارون کے پیچ در پیچ خیالون مین آکر وہ بھی عالمِ تصور مین جا پڑتی ہین - کیونکہ خیالات کے ادا کرنے مین ہم اول اشیاء بے جان کو جان دار - بلکہ اکثر انسان فرض کرتے ہین - بعد اسکے جاندارون اور عاقلون کے لئے جو باتین مناسب حال ہین - ان بیجانون پر لگاکر ایسے ایسے خیالات پیدا کرتے ہین - جو اکثر ملک عرب یا فارس یا ترکستان کے ساتھ قومی یا مذہبی خصوصیت رکھتے ہین + مثلاً رات کو اہل محبت کے جلسہ مین اول تو ساقی کا آنا واجب ہے پھر معشوق بجاے ایک نازنین عورت کے پریزاد لڑکا ہو - اُسکی پیشانی اور رخسارہ سے نور صبح روشن ہے - مگر زلف کی شام بھی برابر مشک افشان ہے + صراحی کبھی سرکشی کرتی ہے - اِس لئے جگر خون ہوکر ٹپکتا ہے + کبھی جھکتی ہے - اور خندہ قلقل سے ہنستی ہے + کبھی وہی قلقل حق حق ہوکر یاد الٰہی مین صرف ہوتی ہے + مگر پیالہ اپنے کھلے منہ سے ہنستا ہے - اور اُسکے آگے دامن بھی پھیلاتا ہے فلک تیر حوادث کا ترکش اور کمان کہکشان لگائے کھڑا ہے - مگر عاشق کا تیر آہ اُسکے سینہ کے پار جاتا ہے + پھر بھی زحل منحوس کی آنکھ نہین پھوٹتی - کہ عاشق کی صبح مراد روشن ہو +

یہان کی محفل مین شمع برقع فانوس مین تاج زر سر پر رکھے کھڑی ہے - اسلئے پروانہ کا آنا بھی واجب ہے + وہ عاشق زار آتے ہی جل کر خاک ہو جاتا ہے + چراغ کو ہنساتے ہین - اور شمع کو عاشق کے غم مین رُلاتے ہین + وہ باوفا عاشق کی تپ مین سراپا جلتی ہے + اسکی چربی

اور ہندی کی انشا مین آسانی ہے + اُس مین ایک باریک نکتہ غور کے لایق ہے + وہ یہ ہے۔کہ بھاشا زبان جس شے کا بیان کرتی ہے۔ اس کی کیفیت ہمین اُن خط و خال سے سمجہاتی ہے۔ جو خاص اُسی شے کے دیکھنے۔ سونگھنے۔ چکھنے یا چھونے سے حاصل ہوتی ہے + اُس بیان مین اگرچہ مبالغہ کے زور یا جوش وخروش کی دھوم دھام نہین ہوئی۔ مگر سننے والے کو جو اصل شے کے دیکھنے سے مزہ آتا ہے۔ وہ سننے سے آجاتا ہے + برخلاف شعراے فارس کے۔ کہ یہ جس شے کا ذکر کرتے ہین۔ صاف اُس کی بُرائی بھلائی نہین دکھلاتے۔ بلکہ اُسکے مشابہ ایک اور شے جسے ہم نے اپنی جگہہ اچھا یا بُرا سمجھا ہوا ہے۔ اُسکے لوازمات کو شے اول پر لگا کر اُنکا بیان کرتے ہین۔ مثلاً پھول کہ نزاکت رنگ اور خوشبو مین معشوق سے مشابہ ہے + جب گرمی کی شدت مین معشوق کے حسن کا انداز دکھاتا ہو۔ تو کہین گے کہ مارے گرمی کے پھول کے رخسارون سے شبنم کا پسینہ ٹپکنے لگا۔ اور اسی رنگ مین شاعر کہتا ہے + **خواجہ وزیر۔ وزیر**

| | |
|---|---|
| ہون وہ بلبل جو کرے ذبح خفا تو ہوکر | روح میری گل عارض مین رہے بو ہوکر |

یہ تشبیہین اور استعارے اگر پاس پاس کے ہون۔ اور آنکھون کے سامنے ہون۔ تو کلام مین نہایت لطافت اور نزاکت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن جب وہ دور جا پڑین۔ اور بہت باریک پڑ جائین۔ تو وقت ہو جاتی ہے + چنانچہ ہمارے نازک خیال کسی بادشاہ کے اقبال اور عقل کیلیے اس قدر تعریف پر قناعت نہین کرتے۔ کہ وہ اقبال مین سکندر **یونانی** اور عقل مین ارسطو ثانی ہے۔ بلکہ بجاے اسکے کہتے ہین۔ کہ اگر اسکا ہماے عقل۔ اوج اقبال سے سایہ ڈالے۔ تو ہر شخص کشور دانش و دولت کا سکندر اور ارسطو ہو جائے۔ بلکہ اگر اسکے سینہ مین دلائل عقل کا دریا جوش مارے۔ تو طبقۂ **یونان** کو غرق کر دے + اول تو ہما کی یہ صفت خود ایک بے بنیاد فرض ہے۔ اور وہ بھی اسی ملک کے ساتھہ خاص ہے + اُسپر ایک اقبال کا فلک الافلاک تیار کرنا اور اسپر نقطۂ اوج کا دریافت کرنا دیکھیے وہان اُنکے فرضی ہما کا جانا دیکھیے + پھر زمین پر اُس خیالی آسمان کے نیچے ایک تدبیر کا **یونان** بسانا دیکھیے + پھر اس فرضی ہما کی برکت کا اس قدر عام کرنا دیکھیے جس سے دنیا کے جاہل اس

اسی طرح شعرا نے اپنے تصرفات رنگین کے ساتھ اشعار فارسی کو رونق دی ہے۔ امیر خسرو چھ سو برس پہلے کہتے ہین۔ ع ۔ نشستہ چون در پالکی نہ چرخ کہار آمدہ ۔ اور دہلی کی یاد مین ایک جگہ کہتے ہین ۔

| اُدے دہلی واے بتان سادہ | پگ بستہ و چیرہ کج نہادہ |
|---|---|

اور شہر مین بادشاہ کے لئے کیا خوب کہا ہے۔ بار جگت گردی عالم بر خود گرفتہ ۔

بیان مذکورہ بالا سے تمہین اجمالاً معلوم ہو گیا۔ کہ اردو کا درخت اگرچہ سنسکرت اور بھاشا کی زمین مین اُگا۔ مگر فارسی کی ہوا مین سر سبز ہوا ہے۔ البتہ شکل یہ ہوئی۔ کہ بیدل اور ناصر علی کا زمانہ قریب گذر چکا تھا۔ اور اُن کے معتقد باقی تھے۔ وہ استعارہ اور تشبیہ کے لطف سے مست تھے۔ اسواسطے گویا اردو بھاشا مین استعارہ اور تشبیہ کا رنگ بھی آیا۔ اور بہت تیزی سے آیا۔ یہ رنگ اگر اسی طرح آتا۔ جتنا چہرہ پر اُبٹنے کا رنگ۔ یا آنکھون مین سرمہ۔ تو خوشنمائی اور بینائی دونون کو مفید تھا۔ مگر افسوس۔ کہ اس کی شدت نے ہمارے قوت بیان کی آنکھون کو سخت نقصان پہنچایا اور زبان کو خیالی باتون سے فقط توہمات کا سوانگ بنا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بھاشا اور اردو مین زمین و آسمان کا فرق ہو گیا۔ چاہتا ہون کہ دونون کے نمونے سامنے رکھ کر اُنکے فرق دکھاؤن مگر اُس سے پہلے دو تین باتین خیال مین رکھنی چاہیے۔ اوّل تو شاعرانہ اردو کا نوجوان جسنے فارسی کے دودھ سے پرورش پائی۔ اسکی طبیعت مین بہت سے بلند خیالات اور مبالغہ مضامین کے ساتھ وہ حالات اور ملکی رسمین اور تاریخی اشارے آگئے۔ جو فارس اور ترکستان سے خاص تعلق رکھتے تھے۔ اور بھاشا کے طبعی مخالف تھے۔ ساتھ اسکے فارسی کی نزاکت اور لطافت طبعی کے سبب سے اردو کے خیالات اکثر ایسے پیچیدہ ہو گئے۔ کہ بچپن سے ہمارے کانون مین پڑتے۔ اور ذہنون مین جمتے چلے آتے ہین۔ اس لئے ہمین مشکل نہین معلوم ہوتے۔ ان پڑھ۔ انجان۔ یا غیر زبان والا انسان سنتا ہے۔ تو منہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔ کہ یہ کیا کہا؟ اس لئے اردو پڑھنے والے کو واجب ہے۔ کہ فارسی کی انشا پردازی سے ضرور آگہی رکھتا ہو۔ فارسی اور اردو کی انشا پردازی مین جو دشواری ہے

| | | | |
|---|---|---|---|
| "نالہ ہے اُن سے بیان دردِ جدائی کرتا | | کام قاصد کا ہے یہ تیر ہوائی کرتا" | |

## ظفر

| | | | |
|---|---|---|---|
| "ظفر گر نہین ہے کوئی نامہ بر | | تم آنسو ہی اپنا روانہ کرو" | |

## سودا

| | | | |
|---|---|---|---|
| "قاصدِ اشک آکے خبر کر گیا | | قتل کوئی دل کا نگر کر گیا" | |

فارسی والے **طفل اشک** باندھتے تھے۔ اُنھون نے بھی اُسے لڑکا بنایا۔ اور دیکھو

اُستاد مرحوم نے اُس کے لئے دامن کیا خوب تیار کیا ہے ع

"طفل اشک ایسا گرا دامانِ مژگان چھوڑ کر"

اور **معروف** نے بھی کہا ہے۔ ؎

| | | | |
|---|---|---|---|
| "ابھی سے نام خدا کر نے قاصدی نکلا | | یہ طفل اشک بڑا پانو کا بلی نکلا" | |
| بیان کیا کرون اشک کی ابتری کا | | یہ لڑکا بد اطوار پیدا ہوا ہے" | |

یہ نہ سمجھنا کہ فارسی زبان ہندی مین تصرف حاکمانہ کرتی رہی۔ نہین اُسے بھی یہان کے الفاظ لئے بغیر چارہ نہین ہوا۔ چنانچہ جو الفاظ فارسی اور سنسکرت کی اصلیت مین متفق ہین اُنسے قطع نظر کر کے کہتا ہون۔ کہ **سلاطین چغتائیہ** کے دفترون مین صدہا لفظ ہندی کے تھے جو کہ فارسی عبارتون مین بے تکلف مستعمل ہوتے تھے۔ اور اب بھی عہد مذکور کی تواریخوں میں موجود ہین۔ مثلاً جھروکہ درشن اور پھول کٹارہ اور پھپوہ مرصع۔ جہانگیر بادشاہ اپنی توزک مین لکھتا ہے کہ میرا بھائی شاہ مراد کوہستان فتحپور سیکری مین پیدا ہوا تھا۔ اسی واسطے میرے والد اُسے پہاڑی راجہ کہا کرتے تھے اور آرام بانو بیگم میری چھوٹی بہن کو بہت پیار کرتے تھے۔ اور اکثر مجھ سے کہتے تھے۔ کہ بابا بجہت خاطر من باین خواہر خود۔ کہ لاڈلہ من است۔ بعد از من باید بر دشتے سلوک کنی۔ کہ من بہ او میکنم۔ ناز او بر داشتہ بے ادبی و شوخی ہائے اور اگمندرانی۔ اسی کتاب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاہجہان بچپن مین اکبر کو شاہ بابا اور جہانگیر کو شاہ بھائی کہا کرتا تھا۔

یعنی مختلف افراد انسان کے طبائع پر غور کرو۔ کہ ہزاروں کوس پر پڑے ہوں۔ اور مختلف طبیعت کے ملکوں میں ہوں۔ لیکن جو نکہ طبیعت انسانی متحد ہے۔ اسلئے دیکھو ان کے خیالات کسقدر ملتے جلتے ہوتے ہیں* چنانچہ یہاں **بالوں** کی تعریف میں ناگوں کے لہرانے اور **بھونروں** کے اُڑنے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ فارسی میں بھی زلف کی تشبیہ سانپ کے ساتھ آئی ہے* اسلئے اردو میں سانپ رہے۔ مگر بھونرے اُڑ گئے۔ اور اسکی جگہ **مشک**۔ **نبفشہ**۔ **سنبل**۔ **ریحان** آ گئے جو کبھی یہاں دیکھے بھی نہیں مگر **عرب** کا سادہ مزاج فصیح اپنے نیچر کا حق ادا کرتا ہے۔ اور زلف کو **کوئلے** سے تشبیہ دیتا ہے* سانولی رنگت کی تعریف میں **شام برن** اور سیگھ برن کہتے تھے اس سے کھلتا رنگ ہوتا تو **چینپک برنی** کہتے تھے۔ اب **سمن رنگ** اور **سیم رنگ** کے الفاظ حسن کو بہار دیتے ہیں مگر **چندر مکھ** اور **ماہ رخ** مشترک ہے* آنکھ کی تعریف میں یہاں **مرگ کی آنکھ**۔ اور **کنول** کے پھول۔ اور **ممولے** کی اچپلاہٹ سے تشبیہ دیتے تھے* اردو میں آہو چشم رہے۔ مگر ممولے ہوا ہو گئے۔ اور کنول کی جگہ ساغر لبریز اور نرگس شہلا آ گئی جو کسی نے یہاں دیکھی بھی نہ تھی۔ بلکہ ترک چشم۔ شمشیر نگاہ قتل کرنے لگے*

رفتار کے لئے **بھاشا** میں **ہاتھی** اور **ہنس** کی چال ضرب المثل ہے* اب ہنس کے ساتھ ہاتھی بھی اُڑ گیا۔ فقط **کبک دری**۔ **شور محشر** اور **فتنۂ قیامت** نے آفت برپا کر رکھی ہے* بھاشا میں **ناک** کی تشبیہ طوطے کی ناک سے تھی* اب زنبق کی کلی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ **آتش** کا شعر ہے۔

| توڑنے والے گُل زنبق کے ہیں | کاٹنے والے چمن کی ناک کے |
| --- | --- |

**فارسی** والوں نے کمر کی نزاکت میں بڑی باریکیاں نکالی ہیں۔ مگر **سنسکرت** نے بھی اپنی جگہ مبالغہ میں کچھ کمی نہیں کی* چنانچہ **آنکھوں** کی تعریف میں ایک شاعر نے کہا "گوشے انکے کانوں سے جا ملے تھے"*

پہلے یہاں **ہوا** یا **ابر** یا **ہنس** کو قاصد کہتے تھے* انھوں نے **نسیم** اور **صبا** کو قاصد رکھا بلکہ **نالہ** اور **آہ** اور **اشک** سے بھی پیغام رسانی کا کام لیا* اُستاد مرحوم کا شعر ہے۔

سید الشاعر ع "لب وہ کہ لعل کے بھی نگینہ پہ حرف ہے" +

## چشمک زدن - ذوق

| | |
|---|---|
| "لب پر ترے پسینہ کی بوند اے عقیق لب | چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ" |

## پیمانہ پر کردن - مار ڈالنا + سودا -

| | |
|---|---|
| "ساقی چمن مین چھوڑ کے مجھکو کدھر چلا | پیمانہ میری عمر کا ظالم تو بھر چلا" |

## دامن افشاندہ بر خاستن - بیزار ہوکر اُٹھ کھڑے ہونا + سودا -

| | |
|---|---|
| "کیا اس چمن مین آن کے لے جائیگا کوئی | دامن تو میرے سامنے گل جھاڑ کر چلا" |

## از جامہ بیرون شدن +

| | |
|---|---|
| "نکلا پڑے ہے جامہ سے کچھ ان دنون رقیب | تھوڑے ہی دم دلاسے مین اتنا ابھر چلا" |
| "کب صبا آئی ترے کوچہ سے اے یار کہ مین | جون حباب لب جو جامہ سے باہر نہ ہوا" |

اگرچہ ان باتون پر فصاحت کے اصول عامہ کے بموجب۔ بہت اعتراض ہوئے۔ مگر احتراز نہ ہوئے۔ کیونکہ بولنے والون کی نسلیں اور اصلین اودھر ادھر گھرانے فارسی سے شیر و شکر ہو رہے تھے + جتنا اسکا دخل زیادہ ہوتا تھا۔ اتنا ہی مزہ زیادہ ہوتا تھا۔ اور آج دیکھتے ہین۔ تو اور ہی رنگ ہے + ہمارے قادر الکلام انشا پرداز ترجمے کر کے انگریزی کے خیالون کے چہلے اُڑاتے ہین۔ اور ایسا ہی چاہئے + جہان اچھا پھول دیکھا چُن لیا۔ اور دستار نہین تو کوٹ مین زیب گریبان کر لیا + ہمارے انشا پردازون نے جب دیکھا۔ کہ فارسی والون نے اپنی قادر سخنی کے زور + یا غلط فہمی طبع کے شور سے عربی ترکیبون کا استعمال کیا ہے + تو انھون نے بھی اپنے پیارے ملک کی زبان کو اس نمک سے بے لطف نہ چھوڑا۔ سودا فرماتے ہین۔ ع۔ جیسے کہتا ہے کوئی ہو نزا صفاً صفاً +

سید رضی خان رضی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے +

ع "تری وہ مثل ہے۔ کہ اے رضی نہ اِتّے الّذی نہ اُتّے الّذی" +

دونون زبانون کی باب تشبیہات مین ایک نکتہ کہے بغیر مجھ سے آگے بڑھا نہین جاتا۔

چنانچہ بہادری کا میدان رستم و سام کو دیا۔ حالانکہ یہان وہ بھیم اور ارجن کا حق تھا + سودا کہتے ہین +

| | |
|---|---|
| رستم رہا زمین پہ نہ سام رہ گیا | مردون کا آسمان کے تلے نام رہ گیا |
| رستم سے بھلا کہ تو سر تیغ تلے دھر دے | بیارے یہ ہمین سے ہو ہر کارے دھر مردے |

حسن و جمال کے شبستان مین لیلیٰ و شیرین آگئین۔ اور جب وہ آئین تو اُنکے عاشق کی جگہ مجنون و فرہاد کیونکر نہ آتے + مجنون و فرہاد کی آنکھون سے گنگا و جمنا تو بہ نہین سکین۔ مجبور جیحون سیحون ہندوستان مین آگئے۔ ہمالیہ اور بندھیاچل کو چھوڑ کر کوہ بیستون قصر شیرین کوہ الوند سے سر پھوڑتے ہین۔ مگر جب کوئی خوش طبع چاہتا ہے۔ تو یہین کے پھولون سے بھی یہان کے مکان سجا دیتا ہے۔ اور وہ عجب بہار دیتے ہین +

ایک زبان کے محاورہ کو دوسری زبان مین ترجمہ کرنا جائز نہین۔ مگر ان دونون زبانون مین ایسا اتحاد ہو گیا۔ کہ یہ فرق بھی اُٹھ گیا۔ اور اپنے کارآمد خیالون کے ادا کرنے کے لئے دلپذیر اور دلکش اور پسندیدہ محاورات جو فارسی مین دیکھے۔ انھین کبھی بجنسہ اور کبھی ترجمہ کر کے لیا + مثلاً برآمدن اور بسر آمدن ہندی مین اسکا ترجمہ لفظی ڈھونڈین تو نہین ہے۔ مگر اہل زبان نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ تضمین کر لیا۔ اور سودا نے کہا۔

| | |
|---|---|
| اس دل کی تفِ آہ سے کب شعلہ برآئے | بجلی کو دم سرد سے جس کے حذر آئے |
| افعی کو یہ طاقت ہے کہ اُس سے بسر آئے | وہ زلف سیہ اپنے اگر لہر پر آئے |

درآمدن یعنی گھس آنا۔ سودا۔

| | |
|---|---|
| یان تنگ دل آزار خلایق ہو کہ کوئی | مل کر لہو منہ سے صفِ محشر مین در آئے |

عرق عرق شدن آب شدن۔ ذوق

| | |
|---|---|
| آگ دوزخ کی بھی ہو جائے گی پانی پانی | جب یہ عاصی عرقِ شرم سے تر جائین گے |

حرف آمدن اور دل خون شدن

| | |
|---|---|
| حرف آئے مجھ پہ دیکھئے کس کس کے نام سے | بس درد سے عقیق کا دل خون ہمین ہے |

نئے لفظ اور اصطلاحیں پیدا کرتے ہین + ہماری اُردو بھی اس میدان مین کسی سے پیچھے نہین رہی + ان اصطلاحون کی بنیاد اگرچہ اتفاقی پڑتی ہے۔ مگر ان لوگون کی طبیعت سے ہوتی ہے۔ جو علم کے ساتھ فکر عالی۔ طبیعت براق۔ ذہن پر ایجاد اور ایجاد دلپذیر رکھتے ہین + انھین کے کلام کو خاص و عام کے دلون مین بھی اثر ہوتا ہے۔ کہ اُنکی بات سب کے دلون کو بھلی لگتی ہے۔ اور اُسے اختیار کر لیتے ہین + مثلاً +

گھوڑے کا رنگ جسے ہندوستان مین **سرنگ** اور پنجابی مین چینا۔ یا کُلّا کہتے ہین فارسی مین اُسے کرنگ کہتے ہین۔ اور چونکہ بھاشا مین گ علامت بدی اور اس علامت خوبی ہے۔ اسلئے **اکبر** نے اسکا نام سُرنگ رکھا۔ گھوڑے کی اندھیری کا نام **اجیالی** رکھا۔ کہ نیک شگون ہے +

خاک روب کو **حلال خور** کا خطاب بھی اُسی ذرہ نواز بادشاہ کا بخشا ہوا ہے +

**جہانگیر** کی رنگیلی طبیعت نے شراب کا نام **رام رنگی** رکھا۔ اور اسکو فارسی کے شعرا نے اشعار مین بھی باندھا + **طالب آملی** ؎

| نہ ایم منکر صہبا و لیک میگوئیم | اگر رام رنگی ما نشۂ دگر دارد |
| --- | --- |

**سنگترہ**۔ کو اُس کی خوبی و خوش رنگی کے سبب سے **محمد شاہ** نے رنگترہ کہا +

بُلبُل ہندوستان کا **گلدم** نام رکھا +

ہار کے لفظ کو بدشگون سمجھ کر **پھلمال** کہوایا +

**شاہ عالم** نے سُرخاب کو بھی گلسرہ کہا مگر اُس نے رواج نہ پایا +

**نواب سعادت علی خان** مرحوم نے ملائی کا نام بالائی رکھا۔ کہ لکھنؤ مین عام اور دلّی وغیرہ مین کم رائج ہے + مذاق سلیم دونون کے لطف مین امتیاز کر سکتا ہے +

بھاشا کی ساخت کو دیکھو کہ ہر ایک زبان کی ملاپ کے لئے کیسی ملنسار طبیعت رکھی ہے + نظم و نثر پر غور سے نظر کرو + اُس نے اپنے مہمان کے لئے فقط لفظون ہی مین جگہ خالی نہین کی۔ بلکہ بہت سے الفاظ و خیالات۔ جو کہ ملکی خصوصیت عربی فارسی سے رکھتے تھے۔ وہ بھی لے لئے +

غم۔ بھی عربی مین مشدد ہے۔ فارسی اور اردو مین بالتخفیف بولتے ہین +
طرح۔ عربی مین بالتسکین ہے۔ اردو کے اہل محاورہ اور شاعر بھی بالتحریک باندھتے ہین +
محل۔ بالتشدید ہے۔ مگر کہتے ہین۔ کل بولی بھٹیاری کے محلون مین نسبت ہے +

انگریزی زبان بھی اپنی عملداری بڑھاتی چلی آتی ہے۔ ہندو مسلمان بھائیون کو اس دن کا انتظار چاہیے۔ کہ وہ عربی فارسی کے لفظ۔ جو اب تک ہمارے تمہارے باپ دادا بولتے رہے آیندہ اُنکی جگہ اس کثرت سے انگریزی لفظ نظر آئینگے۔ کہ عربی فارسی کے لفظ خود جگہ چھوڑکر بھاگ جائینگے + چند لفظ ایسے بھی دکھانے چاہیئین جو کہ مختلف ممالک یورپ کے ہین۔ اور اب ہماری زبان مین اسطرح پیوند پاگئے ہین۔ کہ جوڑ تک نہین معلوم ہوتا +

کمرہ اطالی ہے +
فلالین یا فلالین۔ فلینل انگریزی ہے۔
نیلام۔ پرتگالی ہے۔ وہ نیلام کہتے ہین +
بابنٹ۔ بابی نٹ ایک جالی کی قسم کا کپڑا۔
پادری زبان لاطینی سے آیا ہے +
بوتل۔ باٹل انگریزی ہے +
لالٹین۔ لین ٹرن انگریزی ہے +
درجن۔ ڈزن انگریزی ہے +
اسٹام۔ سٹمپ انگریزی ہے +
بٹن۔ بٹن انگریزی ہے +
بسکٹ۔ بسکٹ انگریزی ہے +
بگی۔ انگریزی ہے +
پنشن۔ انگریزی ہے +
گلاس۔ انگریزی مین عام شیشہ ہے +
بوتام۔ بوتان فرنچ ہے +
میم۔ میڈم انگریزی لفظ ہے +
پستول۔ پسٹل انگریزی ہے
اردلی۔ آرڈرلی ہے +

اسی طرح اسٹیشن۔ ٹکٹ۔ ریل۔ پولس وغیرہ صدہا لفظ ہین۔ خاص و عام سے بڑھکر عورتون کی زبان تک پہونچ گئے ہین۔ اور جو الفاظ دفترون اور کچہریون مین صاحب لوگون کے ملازم بولتے ہین۔ اگر سب لکھے جائین تو ایک ڈکشنری بنجائے +

ہر زبان کے فصحا کا قاعدہ ہے۔ کہ اپنی زبان مین تصرف لطیف سے کچھ ایجاد کرکے

توبہ تنسوحا۔ توبۃ نصوحا۔ سہ بندی۔ سپہ بندی۔ نگہداشت فوج +

تاشہ۔ تاسہ اور تاسک فارسی لفظ ہے غرفش + غرِّش +

افراتفری۔ یعنی افراط و تفریط + اصل مین نہایت بہتات اور نہایت کمی کے معنی ہین + اب کہتے ہین عجب افراتفری پڑ رہی ہے یعنی ہل چل پڑ رہی ہے +

قلانچ۔ قلاش یا قلاچ + ترکی ہین دونون ہاتھون کے درمیان کی وسعت کو کہتے ہین + اس لئے کپڑا ناپنے کا پیمانہ ہے + یہان خرگوش یا ہرن وغیرہ جانور دوڑتے ہین۔ تو کہین گے قلانچین بھرتے پھرتے ہین +

آکا۔ ترکی مین بڑے بھائی کو کہتے ہین۔ یہان آکا بار دوست کو بولتے ہین۔ اور اسمین کچھ بانکپن کو بھی دخل ہے +

قیورق۔ ترکی مین شئے محفوظ کو کہتے ہین + یہان جو شئے حاکم کی ضبطی مین آوے اُسے قرق کہتے ہین +

مشاطہ۔ مشط عربی مین کنگھی کو کہتے ہین + فارسی مین مشاطہ اُس عورت کو کہتے ہین جو عورتون کو بناؤ سنگار کرائے + جیسے ہندوستان مین ناین + اُردو مین مشاطہ بضم اول اور تخفیف ثانی اُس عورت کو کہتے ہین۔ جو زن و مرد کی نسبت تلاش کرے۔ اور شادی کروادے +

مُرغا۔ فارسی مین مُرغ فقط پرندہ ہے + اردو مین مرغا خروس۔ مرغی۔ ماکیان کو کہتے ہین + اُن کے ہان ہر جمعہ کو مرغون کی پالی بندھتی ہے +

چِغ یا چق۔ ترکی مین باریک پردہ کو کہتے ہین + یہان چلمن کو چک کہتے ہین +

کتا۔ ترکی مین بڑے کو کہتے ہین۔ یہان کٹا موٹے کو کہتے ہین۔ ہٹا کٹا محاورہ ہے +

نظر۔ بالتحریک ہے۔ مگر جمع اسکی بسکون اوسط ہی بولتے ہین + ۵ وزیر

| ترچھی نظرون سے نہ دیکھو عاشق دلگیر کو | کیسے تیرانداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو |
| --- | --- |

خط۔ بشد ہے۔ مگر اب کہتے ہین۔ آج کل خطون مین آداب و القاب کا دستور ہی نہین رہا +

*

**تماشا** سیر۔ عربی مین فقط بمعنی رفتار ہے + اردو مین کہتے ہین۔ چلو باغ کی سیر دیکھ آئین عجب تماشا ہے +

**اخلاص**۔ عربی مین خالص کرنے کو کہتے ہین۔ اردو والے پیار۔ اخلاص محبّت ایک معنون مین بولتے ہین +

**خیرات**۔ عربی لفظ ہے۔ یعنی نیکیان + اردو مین خیرات دو صدقہ اُتارو +

**تکرار**۔ عربی مین دوبارہ کہنے یا کام کرنے کو کہتے ہین + اردو مین نزاع یا جھگڑے کو کہتے ہین +

**روزگار**۔ فارسی مین زمانہ کو کہتے ہین + ہندی مین روزگار نوکری ہے +

**رومال**۔ جن معنون مین یہان بولتے ہین۔ یہ ہین کا ایجاد ہے + فارسی مین روپاک۔ یا دست پاک ہے +

**خیر و صلاح**۔ عوام الناس خیر سلا کہتے ہین یعنی صحت و سلامت +

**رَسَد** اگرچہ فارسی لفظ معلوم ہوتا ہے۔ مگر اہل فارس ان معنون مین نہین بولتے +

بہت الفاظ اسطرح لئے۔ کہ معنون کے ساتھ اُنکی صورت بھی بدل دی + اگرچہ اکثر ان مین سے عوام الناس بولتے ہین۔ مگر بعض الفاظ خواص کی زبانون تک بھی پہونچ گئے + مثلاً +

| | |
|---|---|
| **آرداوہ**۔ کہ اصل مین اردابہ تھا + | **زری کونا**۔ زری کہنہ۔ |
| **شوروا**۔ شوربہ یا شورابہ + | **تارتلّا**۔ تار طلا۔ یعنی زری کہنہ |
| **کھیسا**۔ کیسہ۔ | **تانے تشنے**۔ طعن و تشنیع۔ |
| **کہگل**۔ کاہ گل + | **بک بک جھک جھک زق زق بق بق** |
| ہمام دستہ۔ ہاون دستہ | **قبور**۔ قربوس۔ |
| **بجاز**۔ بزاز + | **دسپنا**۔ دست پناہ۔ یہین کی فارسی ہے۔ |
| **پجاوہ**۔ پزاوہ۔ پزیدن سے | **موارسنگ**۔ مردہ سنگ۔ |
| **ٹاٹ بافی**۔ تار بافی | **گدڑی گذری**۔ بازار وقت شام |

۳- اشٹ - جسے برج بھاشا اور اُردو دونون مین آٹھ کہتے ہین +
۴- وارتایا ورت - اُردو مین بات ہوگئی +
۵- چتر دھر - اُردو مین چودھری ہوگیا +
۶- چیندر - چاندنی سنسکرت ہے اُردو مین چاند اور چاندنی ہوگئین +
۷- اگدھ گرتھ - گھر یا خانہ - اور کیا عجب ہے - کہ فارسی مین کدہ یا گدہ بھی یہی ہو +
۸- ہست - ہاتھ ہے +
۹- ہستی - کا ہاتھی ہوگیا +
۱۰- بارد - سنسکرت ہے + بھاشا بادر - اُردو بادل یعنی ابر ہوگیا +
۱۱- دل - ایک چیز کے دو ٹکڑے کرنے کو کہتے ہین بھاشا اور اُردو مین دال خاص غلّہ کے لیے - دردلنا مصدر نکل آیا +
۱۲- کشیر - دودھ - بھاشا کھیر یا چھیر اُردو مین دودھ چاول سے طیار ہوتی ہے +
۱۳- دگدھ - سنسکرت ہے بھاشا دُودَہ ہوا + اب اُردو مین دودھ کہتے ہین +
۱۴- ماش - یا ماگھ - ماس + اُردو مین مہینا ہوگیا +
۱۵- گانڈا - اُردو مین گنّا ہوگیا - مگر گنڈیری مین ڈال باقی رہی +

بہت سے الفاظ ہین - کہ عربی فارسی نے اُردو کو دئے + اُردو نے کہین تو لفظون مین کچھ تصرف کیا - معنی وہی رکھے ہین کہین لفظون کو سلامت رکھا معنی کچھ سے کچھ کر دئے + مثلاً +

فیلسوف - یونانی لفظ ہے - یعنی محب الحکمت جسے عربی مین حکیم اور انگریزی مین ڈاکٹر یا فلوزفر کہتے ہین - مگر اُردو والے دغاباز اور مکاّر کو کہتے ہین - اور فیلسوفی مکاّری +

ابّا - امّا اب اور اُم سے نکلے ہین +

خصم - عربی مین یعنی مقابل یا دشمن ہے - مگر اُردو مین خاوند بمقابل جورو کے ہے - جس سے زیادہ دنیا مین کوئی عزیز نہین +

ایک بالکل پھیکا ہے۔ پھر ایک مین مصری کی ڈلی دانت تلے آگئی + ہان اب گھل مل کردہ مرتب حاصل ہوا۔ جیسے شیر وشکر کہتے ہین۔ بعض اشخاص یہ بھی کہتے ہین۔ کہ خالی بھاشا مین کچھہ مزہ نہین + اردو خواہ مخواہ طبیعت کو بھلی معلوم ہوتی ہے + مگر میری عقل دونون باتون مین حیران ہے کیونکہ جب کوئی کہے۔ آج ایک شخص آیا تھا۔ یا یہ کہین۔ کہ ایک منش آیا تھا۔ تو دونون یکسان ہین۔ کیونکر کہون کہ منش مخالف طبع ہے؟ یہ بھی تو ہوسکتا ہے۔ کہ ہم بچپن سے شخص سنتے ہین۔ اسلیے ہمین منش یا مانس نا مانوس معلوم ہوتا ہے + اسی طرح اور الفاظ جنکی تعداد شمار سے باہر ہوگئی ہے + اس سے زیادہ تعجب یہ ہے۔ کہ بہت سے لفظ متروک ہین۔ مگر دوسرے لفظ سے ترکیب پاکر ایسے ہو جاتے ہین۔ کہ فصحا کے محاورہ مین جان ڈالتے ہین۔ مثلاً یہی مانس۔ کہ اکیلا محاورہ مین نہین + مگر سب بولتے ہین۔ کہ احمد ظاہر مین تو بھلا مانس معلوم ہوتا ہے۔ باطن کی خبر نہین +

**بند ہو**۔ بھاشا مین بھائی یا دوست کو کہتے ہین۔ اب بھائی بند محاورہ مین کہتے ہین + نہ فقط بند ہو۔ نہ بھائی بند ہو۔ اور ان استعمالون کی ترجیح کے لیے دلیل کسی کے پاس نہین + جو کچھہ زمانہ مین رواج ہوگیا۔ وہی فصیح ہوگیا + ایک زمانہ آئیگا۔ کہ ہمارے محاورہ کو لوگ بے محاورہ کھہ کر ہنسین گے +

اگرچہ یہ بات بغیر تمثیل دیکھنے کے بھی ہر شخص کے خیال مین نقش ہے۔ کہ سنسکرت اور برج بھاشا کی مٹی سے اردو کا پتلا بنا ہے۔ باقی اور زبانون کے الفاظ نے خط وخال کا کام کیا ہے۔ مگر مین چند لفظ مثالاً لکھتا ہون۔ دیکھو! سنسکرت الفاظ جب **اردو** مین آئے۔ تو انکی اصلیت نے انقلاب زمانہ کے ساتھہ کیونکر صورت بدلی ہے؛ +

۱۔ **چورن**۔ سنسکرت ہے۔ یعنی آٹا + بھاشا مین چون کہتے ہین + اردو مین چورن پسی ہوئی دوا کو کہتے ہین۔ اور کٹی ہوئی چیز کے نیچے جو باریک اجزا رہ جائین۔ وہ چورا ہے +

۲۔ **پسٹ**۔ سنسکرت ہے۔ برج بھاشا مین پسان اسی سے ہے + پسنہاری اردو مین پیٹھی پسی ہوئی دال کے لیے خاص ہوگئی۔ اور پسنا مصدر رہ گیا +

بخشیدن سے بخشنا + نواختن یا نوازش سے نوازنا +
لرزیدن سے لرزنا + شرم سے شرمانا +
کاہلی سے کھلانا + میان مجبور ایک قدیمی شاعر تھے + اُستاد مرحوم اُنکی باتین کہا کرتے تھے۔ کہ بڈھے دیرینہ سال تھے + مکتب پڑھایا کرتے تھے + ایک دفعہ مشاعرے مین غزل پڑھی + دیکھنا کس خوبصورتی سے فعل مشتق کو بٹھایا ہے + ع

| باتین دیکھ زمانہ کی جی بات بھی کہلاتا ہے | | خاطر سے سب یارون کی مجبور غزل کہلاتا ہے |
|---|---|---|

نحو مین ترکیب اضافی۔ ترکیب توصیفی کہین مبتدا۔ کہین خبر ہوکر تمام ہندی پر چھا گئی + اس مین پہلا فائدہ یہ ہوا۔ کہ اختصار کے لحاظ سے لفظون کا پھیلاؤ کم ہو گیا +
دوسرے جمع موصوف ہو۔ تو اسم صفت موصوف کو بھی اسکے لئے جمع لاتے تھے + اب واحد لاتے ہین + ع

| ملائم ہو گئین دل پر گرہ کی ساعتین کڑیان | | پھر کٹنے لگے اُن بن نہ کٹتین جن بنا گھڑیان |
|---|---|---|

اب گھڑی ساعتین بولتے ہین +
تیسرے۔ صیغہ مضارع معنی حال + سودا

| نالہ سینہ سے کرے عزم سفر آخر شب | | راہ رو چلنے پہ باندھے ہے کمر آخر شب | |
|---|---|---|---|

چوتھے۔ یہ کہ۔ اقسام اضافہ مین تشبیہ اور استعارہ کے رنگ سے سیدھی سادی زبان رنگین ہو گئی جیسا کچھ بھاشا مین کہنا ہو۔ تو کہین گے۔ راج کنور کے دل کے کنول کی کملاہٹ۔ دربار کے لوگون سے نہ دیکھی گئی + اردو مین کہین گے شہزادہ کے غنچہ دل کی کملاہٹ اہل دربار سے نہ دیکھی گئی
ولی وغیرہ متقدمین کے کلامون مین ایسی ترکیبین بہت ہین۔ بلکہ آدھے آدھے اور سارے سارے مصرعہ فارسی کے ہین + مگر کچھ اور طرح سے + علی ہذالقیاس بھاشا کے الفاظ اور اُسکی ترکیبین بھی زیادہ ہین۔ اور اسطرح ہین۔ کہ آج لوگون کو فصیح نہین معلوم ہوتین + اسکی مثال ایسی ہے۔ کہ گویا دودھ مین مٹھاس ملائی۔ مگر وہ ابھی اچھی طرح گھلی نہین۔ ایک گھونٹ خاصہ میٹھا۔

**حروف تمنا** - مین سے کوئی حرف نہین + کاش **فارسی** کا حرف ہے ✣

**حروف ترقی** - بین - بل تو نہین بولتے - مگر بلکہ اپنے موقع پر آتا ہے ✣

**اسم** کی تحت مین - اسمار اشارہ مین سے کچہہ نہین لیا - مگر آنکہ اینجا کہ - با آنکہ - با اینکہ مرکب ہو کر بہت آتے ہین ✣

**موصولات** مین سے کچہہ نہین لیا - **مگر کاف بیانیہ** اسطرح آنے لگا - کہ بے اُسکے کلام ہی بے مزہ ہو جاتا ہے کیسا - ایسا - جیسا - کی جگہہ کسطرح وغیرہ کس وضع وغیرہ کتنا - اتنا - جتنا کی جگہہ کس قدر وغیرہ بھی بولنے لگے ✣

**یاے نسبت** کی ترکیبون مین فارسی عربی کے بموجب نسبتی الفاظ بولنے لگے + چنانچہ دلّی وال کی جگہہ دہلوی بولتے ہین + اسی طرح اور الفاظ ہین + اور عورتون مین شیخانی سیدانی - اُستانی وغیرہ وغیرہ + باوجودیکہ ہندی کے مصدر موجود تھے - مگر صدہا مصادر مرکبہ بنا لیئے + مثلاً **مانا** + اب کہتے ہین - ہرچند سمجھایا - اُسنے منظور نہ کیا + کسی عنوان قبول نہ کیا یعنی نہ مانا + **مکرنا** - اب کہتے ہین - پہلے تو قبول دیا تہا - پھر انکار کیا یعنی مُکر گیا **سوچنا** اب کہتے ہین - ہرچند فکر کرتا ہون عقل کام نہین کرتی **پچہتانا** - اپنے کیئے پر بہت پشیمان ہوا - مگر اب کیا ہو سکتا ہے یعنی پچہتایا ✣

اسیطرح خوش ہونا - غصے ہونا - خفا ہونا - تنگ ہونا - دق ہونا - غمگین ہونا - تماشا دیکھنا - سیر کرنی انتظار کرنا - راہ دیکھنا - یہانتک کہ بہتیرے مصدرون کی اصل ہندی گم ہو گئی اس سے بڑھکر یہ کہ **عربی فارسی** کے مصدر یا مشتقات لے کر ہندی کا اشتقاق کر لیا ✣

**گذشتن** سے گذرنا - اور اسکے افعال - محاورہ ہے کہ گئی گذری بات کا اب کیا کہنا ✣

**فرمودن** سے فرمانا اور اُسکے بہت سے افعال ✣

**قبول** سے قبولنا - محاورہ ہے - بڑا بادی چور تھا ہرگز نہ قبولا ✣

**بدل** سے بدلنا - اور اسکے بہت سے افعال - محاورہ ہے - کہ ادلے کا بدلا ہے صاحب ✣

بگڑ گئی + مثلاً امرغا وغیرہ +

**حرف** - فارسی سے کچھ نہین لیا - خود اتنا کیا - کہ ون علامت جمع ہندی کو عربی فارسی لفظون پربھی لگالیا - مثلاً آدمیون - انسانون - درختون - میودن +

**اسم فاعل** - فارسی - عربی کے بے شمار لئے - اوراُن مین شطرنج باز کے قیاس پر چوپڑ باز - اہر وفادار کے قیاس پر طرف دار سمجھ دار - (سمجھ ناک بھی بول دیتے تھے) + باغبان کے قیاس پر گاڑی وان - ہاتھی وان - بہل وان + مگریان اور دان حقیقت مین ایک ہین - کیونکہ اصل مین دونون زبانین ایک دادا کی اولاد ہین + اسکی تحقیق جیسی کہ چاہیئے - مین نے فارسی لکچرون مین لکھی ہے +

**اسم ظرف** قلمدان وغیرہ کے قیاس پر - خاصدان - پاندان - ناگردان - پیکدان - مودی خانہ - پایخانہ +

**باب حروف** کا بھی یہی حال ہے + مثلاً حرف تشبیہ کوئی نہین لیا - مگرچنانچہ اورچونکہ موجود ہین - اوراسطرح آتے ہین - کہ ترجمہ کے لئے ہندی حروف معلوم ہی نہین ہوتا +

**حرف شرط** مین - اگر - اوراس سے اگرچہ بھی لیا +

**واو عاطفہ** - سمیت معطوف اورمعطوف علیہ - اردو عبارت مین لے لئے - مثلاً آب ہوا - شب وروز - صبح وشام - زور وشور +

**حرف استثنا** - مین سے مگراورعربی کے لفظ سوا - ماسوا - الا - والاّ - لیکن - ولیکن لے لئے + اپنے حرفون کو گم کردیا +

**حروف نفی** - نا اور بنا کی جگہ نہ اور نے آگئے +

**حروف ایجاب** - رہے - مگرادب کی جگہ مین ست بچن وغیرہ کی جگہ بجا - درست واقعی حق - بیشک - برحق - بسروچشم آگئے + اصل زبان کے لفظ نہ رہے +

**حروف تاکید** کی جگہ - ہرگز - زنہار - ضرور - البتہ آگئے + اصل لفظ گم ہوگئے +

**حروف تردید** - کی جگہ - یا - خواہ ہین + اصل گم +

۱- اُن چیزون کے نام لئے۔ جو عرب اور فارس سے آئین۔ اور اپنے نام اپنے ساتھ لائین۔ مثلاً لباس مین فرغل۔ لبادہ۔ کرتہ۔ قبا۔ چوغا۔ آستین۔ گریبان۔ پائجامہ۔ ازار۔ عمّامہ رومال۔ شال۔ دوشالہ۔ تکیہ۔ گاؤ تکیہ۔ برقع۔ پوستین وغیرہ۔

کھانے کے ذیل مین۔ دسترخوان۔ چپاتی۔ شیرمال۔ باقرخانی۔ پلاؤ۔ زردہ۔ مزعفر۔ قلیہ۔ قورمہ۔ تنجن۔ فرنی۔ یاقوتی۔ حریرہ۔ ہریسہ۔ لوز۔ مربّے۔ اچار۔ فالودہ۔ گلاب۔ بید مشک۔ خوان۔ طبق۔ رکابی۔ تشتری۔ کفگیر۔ چمچہ۔ سینی۔ کشتی۔ چاے جوش وغیرہ۔

متفرقات مین۔ حمّام۔ کیسہ۔ صابون۔ شیشہ۔ شمع۔ شمعدان۔ فانوس۔ گلگیر۔ تنور۔ رفیدہ۔ مشک۔ نماز۔ روزہ۔ عید۔ شب برات۔ قاضی۔ ساقی۔ حقہ۔ نیچہ۔ چلم۔ تفنگ۔ بندوق تختہ نرد۔ گنجفہ۔ اور اُنکی اصطلاحین۔ یہ سب چیزین اپنے نام ساتھ لے کر آئین۔ بہت سی چیزین آئین کہ بھاشا مین انکے لئے نام نہین۔ سنسکرت کی کتابون مین ہون گے۔ پستہ۔ بادام۔ منقّی۔ شہتوت بیدانہ۔ خوبانی۔ انجیر۔ سیب بہی۔ ناشپاتی۔ انار۔ وغیرہ۔

۲- بہت سے عربی فارسی کے لفظ کثرتِ استعمال سے اس طرح جگہ پکڑ بیٹھے ہین۔ کہ اب اُنکی جگہ کوئی سنسکرت یا قدیمی بھاشا کا لفظ ڈہونڈکر لانا پڑتا ہے۔ مگر اُس مین یا تو مطلب اصلی فوت ہو جاتا ہے۔ یا زبان ایسی مشکل ہو جاتی ہے۔ کہ عوام تو کیا؟ خواص ہنود کی سمجھ مین بھی نہین آتی۔ مثلاً دلاّل۔ فرّاش۔ مزدور۔ وکیل۔ جلاّد۔ صرّاف۔ مسخرا۔ نصیحت۔ لحاف۔ توشک۔ چادر۔ صورت شکل۔ چہرہ۔ طبیعت۔ مزاج۔ برف۔ فاختہ۔ قمری۔ کبوتر۔ بلبل۔ طوطا۔ پر۔ دوات۔ قلم۔ سیاہی جلاّب۔ رقعہ۔ عینک۔ صندوق۔ کرسی۔ تخت۔ لگام۔ رکاب۔ زین۔ تنگ۔ پوزی۔ نعل۔ کوتل۔ عقیدہ۔ وفا۔ جہاز۔ مستول۔ بادبان۔ تہمت۔ درّہ۔ بردہ۔ دالان۔ تہ خانہ۔ تنخواہ۔ ملاّح تازہ۔ غلط۔ صحیح۔ رسد۔ سرباری۔ کاریگر۔ ترازو۔ شطرنج کے باب مین تعجب ہے کہ خاص ہند کا ایجاد ہے مگر عرب اور فارس سے جو پھر کر آئی۔ تو سب اجزا کے نام اور اپنی اصطلاحین بدل آئی۔

سیکڑون لفظ عربی فارسی کے یہان آئے۔ مگر ہوا موافق نہ آئی۔ اسلئے مزاج اور صورت

غیر علمی زبان سے لئے۔ اسی طرح فارسی زبان عربی و ترکی وغیرہ الفاظ سے مالامال نظر آتی ہے
انگریزی کے باب مین مجھے کچھہ کہنا زیبا نہین۔ کیونکہ اب روشن ضمیر انگریزی خوان بہت ہین اور
وہ مجھ سے زیادہ جانتے ہین۔ مگر اتنا کہنا کافی ہے۔ کہ جسطرح ایک مہذب سلطنت کو تمام ضروریات
سلطنت کے کارخانے اور ملکی سامان موجود ہونے چاہئین۔ اسی طرح سب قسم کے الفاظ
اور تمام اداے خیالات کے انداز انگریزی زبان مین موجود ہین + اب مجھے اپنی زبان مین گفتگو کرنی
چاہئے۔ لیکن اتنا پھر یاد دلانا واجب ہے۔ کہ اُردو کہان سے نکلی ہے۔ اور کیونکر نکلی ہے +

اُردو زبان اوّل لین دین نشست برخاست کی ضرورتون کے لئے پیدا ہوگئی + ہندؤن
کے ساتھ ہندی مسلمان۔ جو اکثر ایرانیون یا ترکستانیون کی اولاد تھے۔ ہندوستان کو وطن اور اس
زبان کو اپنی زبان سمجھنے لگے + یہ بھی ظاہر ہے کہ جسطرح زمین بے روئیدگی کے نہین رہ سکتی۔
اسی طرح کوئی زبان بے شاعری کے نہین رہ سکتی۔ محمد شاہی دور تھا۔ اور عیش و عشرت کی بہار تھی +
ان شرفا کو خیال آیا ہوگا کہ جسطرح ہمارے بزرگ اپنی فارس کی انشا پردازی مین گلزار کہلاتے تھے +
اب ہماری یہی زبان ہے۔ ہم بھی اس مین کچھہ رنگ دکھائین + چنانچہ وہی فارسی کے خاکے
اُردو مین اُتار کر غزلخوانیان شروع کردین۔ اور قصیدے کہنے لگے۔ اور اسمین کچھہ شک نہین
کہ جو کچھہ قوتِ بیان یا لفظون کی تراش یا ترکیبون کی خوبصورتی یا تشبیہ اور استعارون کی رنگینی
غرض اول جو کچھہ نصیب ہوا۔ شعراے اُردو کی بدولت ہوا۔ اور یہی سبب ہے کہ جو کچھہ سامان
ایک ملکی اور ٹکسالی زبان کے لئے درکار ہوتے ہین۔ اس سے یہ زبان مفلس رہی کیونکہ اس
عہد مین علوم و فنون۔ تاریخ۔ فلسفہ۔ ریاضی وغیرہ کا چرچا عام ہوتا۔ تو اُسکے لئے بھی الفاظ ہوجاتے +
جن جن باتون کا چرچا تھا۔ انھین سامانون کے الفاظ اور خیالات پیدا ہوئے + ہان یہ کہنا
ضرور چاہئے۔ کہ جو کچھہ ہوا تھا۔ اپنے رنگ پر خوب ہوا تھا +

اب ہمین پھر مطلب پر آنا چاہئے کہ بھاشا نے اُردو کے کپڑے پہننے کے لئے
فارسی سے کیا کیا لیا +

# انتخاب ازآبِ حیات

## برج بھاشا پر عربی اور فارسی زبانون نے کیا کیا اثر کئے

جب دہ صاحبِ زبان قومین باہم ملتی ہین۔ تو ایک کے رنگ روپ کا دوسرے پر ضرور سایہ پڑتا ہے۔ اگرچہ اُسکے اثرِ گفتگو۔ لباس۔ خوراک۔ نشست برخاست۔ مختلف رسوم مین بھی ہوتے ہین لیکن چونکہ مجھے اس مقام پر زبان سے غرض ہے۔ اسلئے اسی مین گفتگو کرتا ہون + ظاہر ہے۔ کہ جب ایک قوم دوسری قوم مین آتی ہے۔ تو اپنے ملک کی صدہا چیزین ایسی لاتی ہے۔ کہ جو یہان نہین تھین + اشیاء مذکورہ کبھی ضروری اور کبھی ایسی باعث آرام ہوتی ہین۔ کہ اُنھین استعمال مین لینا ضروریاتِ زندگی سے نظر آتا ہے + اسلئے یہ لوگ انھین غنیمت سمجھ کر لیتے ہین۔ اور بخوشی کام مین لاتے ہین + ان اشیاء مین سے بہتیری چیزین تو اپنے نام اپنے ساتھ لاتی ہین۔ اور بہتیری نئی ترکیب سے یا اوّل بدلکر یہان نیا نام پاتی ہین۔ اور یہ پہلا اثر دوسری زبان کا ہے + اسکے علاوہ جب یہ دونون ایک جگہ رہ سہکر شیر و شکر ہوتی ہین۔ تو ایک زبان مین دوسری زبان کے لفظ بھی گھُل مل جاتے ہین +

جب مہمان و میزبان ایک دوسرے کی زبان سمجھنے لگتے ہین۔ تو ایک خوشنما اور مفید تبدیلی کے لئے رشتہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ طبع انسانی کے اتحاد سے سب کے خیالات متفق یا قریب قریب ہون۔ مگر اندازِ بیان سب کا جُدا جُدا ہے۔ اور طبیعت ہمیشہ نئے انداز کو پسند کرتی ہے + اسلئے ادائے مطلب مین ایک دوسرے کے اندازِ بیان سے بھی فائدہ اُٹھاتے ہین + پھر نئی نئی تشبیہین لطیف استعارے لیکر اپنی پُرانی تشبیہون اور مستعمل استعارون کا رنگ بدلتے ہین۔ اور جسقدر زبان مین طاقت ہے۔ ایک دوسرے کے خیالات اور نئی طرز کو لے کر اپنی زبان مین نیا مزا پیدا کرتے ہین +

یہ انقلاب حقیقت مین وقت بوقت ہر ایک زبان پر گذرتا ہے + چنانچہ قوم عرب نے جو ایک زمانہ مین۔ روم۔ یونان اور ہسپانیہ وغیرہ سے خلط ملط ہوئی تھی۔ ہزارون لفظ علمی اور

لکھین ۔وہ حسب ذیل ہین ۔اُردو کا قاعدہ اُردو کی پہلی دوسری ۔تیسری ۔چوتھی ۔
قصص ہند ۔ قواعد اُردو ۔فارسی کی پہلی دوسری ۔جامع القواعد ۔ ان مین
قصص ہند اور جامع القواعد لاجواب کتابین ہین + دوسرے وہ جو انھون نے اپنے شوق
سے لکھین ۔ وہ حسب ذیل ہین ۔ آبِ حیات ۔نیرنگ خیال ۔ دربار اکبری ۔سخندانِ فارس
قندِ فارسی ۔نصیحت کا کرن پھول ۔نیرنگِ خیال مین انگریزی روش کا پرتو ہے جسمین
مضمون نویسی کے جدید طرز کا چربہ اُتارا ہے + آبحیات کا طرز بیان ۔سلاست زبان ۔شستگی الفاظ
برجستگی ۔بیباختگی ۔ روشن خیالی کا اعلیٰ نمونہ ہے +

آزاد ۔ کی طرز تحریر ثنا و صفت سے مستغنی ہے + بیان کی فصاحت ۔زبان کی سلاست ۔
بندش کی چستی ۔محاورہ کی دل آویزی ۔خیالات کی بلند پروازی ۔ الفاظ کی شوکت ۔ اسلوب کی
دل فریبی جسقدر آزاد کے یہان ہے ۔ دوسرے نثار کے یہان نہین پائی جاتی + اور ظرافت کی
چاشنی ۔ مزید بران ۔ مناظر قدرت کی تصویر کھینچنے اور جذبات محسوسات انسانی کا چربہ اُتارنے مین آپکو
وہ ید طولےٰ تھا ۔کہ شاید ابتک کسی کو نصیب نہین ہوا + اُردو زبان کی نظم کی ترقی کے لئے جس شخص نے کہنہ
طرز سخن کو بدل کر فنِ شاعری کو سہل کیا ۔ اور ایشیائی عشقانہ خیالات کو قدرتی مضامین کی طرف
سب سے پہلے ڈھالا ۔ وہ حضرت آزاد کی آزادانہ طبیعت کا ظہور ہے + اس طرز کے رواج دینے کو پہلے بطور
نمونہ چند چھوٹی چھوٹی مثنویان لکھین ۔جو مجموعہ نظم آزاد مین چھپ چکی ہین + مثلاً شب قدر ۔
موسم زمستان ۔صبح اُمید ۔حب وطن وغیرہ ۔ یہ طرز ایسی مقبول خلائق ہوئی کہ وہ پرانے اور نامی
ایشیائی شاعر ۔جنکے دلون پر پُرانی روش اپنا سکہ جما چکی تھی یک قلم بھول گئے ۔اور سب نے یہی جدید طرز
اختیار کر لی مولٰنا حالی کی جدید شاعری کا رہنما حضرت آزاد ہی کا روشن خیال تھا ۔
آزاد جس قلم سے اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی بات لکھ سکتے تھے ۔ اُسی سے ادنیٰ درجہ کی بھی لکھ سکتے
تھے ۔ان کا وہی قلم آبِ حیات اور نیرنگِ خیال لکھ کر اُردو کے فضلا کو حیرت مین ڈال
سکتا تھا ۔اور وہی قلم اُردو کی پہیلی اور میٹھی لوری لکھ کر چھوٹے بچون کو ہنسا اور چپ کر سکتا تھا + وہ
سمجھ دار اور بوڑھون کو باغ اُمید دکھا کر لبھا سکتا تھا ۔اور ننھے ننھے بچون کو مالی کے پود لگانے اور
کیاریون مین پانی بہنے کی بات سُنا کر بہلا سکتا تھا ۔ اور یہ وصف ایسا ہے ۔ جو شاید دنیا کے بہت کم
مصنفون کے حصہ مین آیا ہے + حقیقت یہ ہے کہ اُردو کی ترقی کا اس سے بہتر وسیلہ نہین ہو سکتا
کہ آزاد کے اصول فن اور طرز تحریر کی پیروی کی جاوے ۔

# شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد

پیدائش دلی ۱۸۳۱ء — وفات لاہور ۱۹۱۰ء

آزاد مولوی محمد باقر کے بیٹے تھے۔ جو شیعون کے مجتہد اور شرفاے دہلی مین ایک نامور شخص تھے۔ اور اردو اخبار نویسی کے موجد تھے۔ ۱۸۳۵ء مین اردو زبان کا پہلا اخبار مولوی محمد باقر ہی نے دلی مین نکالا تھا۔ آزاد نے عربی فارسی کی تعلیم دلی کالج کے اورینٹل ڈپارٹمنٹ مین پائی۔ کالج کے امتحانون مین جواب مضمون کے لکھنے مین سب طلبا سے اول رہتے تھے۔ اردو نظم و نثر لکھنے کی استعداد اُن کو کالج ہی مین حاصل ہو گئی تھی۔ نظم مین شیخ محمد ابراہیم ذوق کے شاگرد رشید تھے جب غدر کے بعد مسٹر ٹیلر پرنسپل دہلی کالج کے قتل کے الزام مین مولوی محمد باقر مارے گئے۔ تو آزاد وطن چھوڑ کر حیدر آباد بھاگ گئے۔ ایک عرصہ تک ممالک دکن مین آوارہ گردی کے بعد انکو لاہور آنا نصیب ہوا۔ مولوی رجب علی صاحب سابق میر منشی نے پنڈت من پھول صاحب میر منشی حال سے سفارش کر کے میجر فلر ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کے دفتر مین ۱۵ مشاہرہ کی جگہ دلوائی۔ میجر فلر کے بعد کرنل ہالرائڈ صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم مقرر ہوے۔ انہون نے سرکاری اخبار کا ۵۰ ماہوار پر انکو اسسٹنٹ اڈیٹر مقرر کیا۔ اسکے اڈیٹر لالہ پیارے لال آشوب تھے جو آزاد کے بڑے خیر اندیش اور قدردان تھے۔ ۶۶-۱۸۶۵ء مین پنڈت من پھول صاحب کے ساتھ کابل اور بدخشان گئے۔ وہان سے لوٹ کر لاہور کے سرکاری کالج مین ۱۰۰ ماہوار پر عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۵ء مین آپ نے ایران کا سفر کیا۔ ۱۸۸۷ء مین ملکہ وکٹوریہ کی پنجاہ سالہ جوبلی پر آپ کو سرکار انگریزی کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب عطا ہوا۔

آزاد خاندان مغل سے تھے۔ اور آپکی ماں ایرانی تھین۔ اسلئے انکے گھر مین فارسی بولی جاتی تھی۔ آپ فارسی عربی کے عالم متبحر تھے۔ اور اُن تمام علوم پر عبور رکھتے تھے جو ان زبانون مین پڑھائے جاتے ہین۔ بھاشا اور ہندی کے نکات سے پورے آگاہ۔ انگریزی علم ادب کی خصوصیات سے واقف تھے۔ ۱۸۸۹ء مین آپ کو جنون کے آثار پیدا ہوئے۔ ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء مطابق ۹ محرم ۱۳۲۸ھ مین آپنے انتقال فرمایا۔ لاہور مین دفن ہوئے۔

نثر مین آزاد کی کتابین دو قسم کی ہین۔ ایک وہ جو انھون نے پنجاب سررشتہ تعلیم کے لئے

کتاب مین ہو- دانشمندون کا تعویذ جان اس کتاب کا ہر ایک باب ہوا- یہ دعا بیخبر کی مستجاب ہو+

# خط مولٰنا غلام امام شہید کے نام

قبلہ! میری شوخی دیکھئے! یوسف کو آئینہ دکھاتا ہون+ خورشید کو روشنی کی حکایت سُناتا ہون- گلزار مین پھول لے جاتا ہون- ختن مین مشک تحفہ بھیجتا ہون+ دریا کے سامنے روانی کے معنی بیان کر رہا ہون+ چاند کے روبرو نور افشانی کا مسئلہ حل کرتا ہون+ لعل کے حضور مین رنگ کی دوکان کھولتا ہون+ قند کے مواجہ مین شیرینی تولتا ہون+ مسیحا سے کہتا ہون- جان بخشی کی روایت سُنئے+ موسیٰ سے تمنا کرتا ہون- کہ ید بیضا کی چمک دیکھئے+ یعنی حضرت کا دیوان مرتب کر کے آپ کے حضور مین پیش کرتا ہون+ میرے لئے اسکے دیباچہ لکھنے کا ارادہ کرنا ایسا تھا- جیسے ایک فقیر شاہی خزانون کے اہتمام کا قصد کرے+ ایک شیشہ گر ہیرا تراشنے کی آرزو مین مرے! اندھا چاہے- کہ قدرت کے نظارہ سے حظ اُٹھائے! گونگا چاہے- کہ فصاحت کا سکہ بٹھائے!+ مگر چونکہ غلبہ شوق میں تمیز باقی نہین رہتی یہ خیال نہین ہوتا- کہ مین کیا ہون- اور کیا کرتا ہون- دیباچہ بھی لکھ ڈالا+ وہ اُسکے قابل تو کاہے کو ہے- آپ کے دیوان پر میرا دیباچہ ایسا ہے- جیسے موتی کی لڑی مین سنگریزے کا آویزہ لگا ہو+ یا زربفت کے قبا مین چھینٹ کا حاشیہ ٹکا ہو- مانی کا تصویر کے گرد ایک نوشق لکیر بنا دے- سحبان کے کلام کی ایک ابجد خوان شرح لکھا دے+ مگر اس نظر سے کہ ہر چیز اپنے ضد سے پہچانی جاتی ہے- بدصورت کے مقابلہ مین حسین کے حسن کو اور رونق ہوتی ہے- شب تار مین شمع کی روشنی زیادہ ضیا دیتی ہے- کھاری پانی پینے کے بعد قند کے شربت مین اور ہی مزا آتا ہے- صحرا نوردی کے بعد باغ کی سیر کا لطف کہا نہین جاتا ہے- خاطر مشکل پسند پسند کرے- تو ہوسکتا ہے- بیشک دیکھنے والون کو اسکی بُرائی اُسکی خوبی زیادہ دکھادیگی+ ستارہ دیکھ کے جو چاند دیکھے- اُسے روشنی زیادہ نظر آئیگی+ میری ہی خوش طالعی ہے- اگر یہ قبول ہو- اُسکے لئے شرف ہے- اگر دیوان مین داخل ہونیکی عزت اُسے حصول ہو+

اعجاز نگار۔ شاعر سحر گفتار۔ مولنا۔ **غلام امام شہید**۔ جنکا ثانی فضل وکمال مین نہ دیدہ ہے نہ شنیدہ۔ تحریر
**عربی** سے انکی اعشی اور جریر کی پیٹھ قبر مین نہ لگی تھی۔ نثر فارسی سے **ظہوری** اور **طغرا** خواب عدم
مین چین سے نہ سوئے تھے۔ شعر نے **انوری** کو بے نور۔ **خاقانی** کو ملگدا کر دیا تھا۔ اب انکی
اردو سے **سودا** کی روح کو سودا ہوگا۔ **میر** اپنا مرنا غنیمت جانے گا۔ **ہوس** کو پہلے ہی خوب سوجھی
جو یہ تخلص اختیار کیا۔ یعنی در پردہ معذرت چاہی۔ کہ مین تو ہوس کرتا ہون۔ کمال حق اور کسی کا ہے۔
**سوز** کو بھی کچھ انکی خبر ہو گئی تھی۔ کہ آتش رشک سے جلکر یہ تخلص اپنے حسب حال رکھا۔ **ناسخ**
اب ہوتا۔ تو مصحفی سے تخلص اپنا منسوخ مشہور کرتا۔ **آتش** نہ مرتا۔ تو کیسا کیسا جلتا؟ انکی اس
نثر نے رتبہ نظم کا کھو دیا۔ استادون کا سفینہ دریا مین ڈبو دیا۔ سچ تو یون ہے۔ کہ انکی حیثیت اور
اردو نویسی۔ زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اسپر بھی اگر تفنن طبیعت کے لئے ادھر کچھ میل کرتے
تو ایسی لکھتے۔ کہ انکی **اردو** انشا کے سامنے **علامی** اپنی انشاے خط غلامی لکھتا۔ **بہار دانش** کی
بہار پر خزان کا وقت آجاتا۔ نہ نثر **ظہوری** کو لوگ چھپا ڈالتے۔ **طغرا** کی تحریر کو خط باطل کی طرح
مٹا ڈالتے۔ پر اس سے مجبور ہوئے کہ فرمائش نثر عاری کی تھی۔ گو انھین اس سے عار تھا۔ پر
حکم ماننا ناچار تھا۔ لیکن لوٹ جانے کی جا ہے۔ کہ اس سادگی مین سیکڑون طرحداری کا مزا بھرا
ہے۔ اپنے نزدیک گو کچھ نہ لکھا ہو۔ پر کیسا کچھ لکھا ہے۔ اگر انصاف کیجیے۔ تو ایسی کتاب اردو مین
آجتک کوئی نہین ہوئی۔ اردو کو رتبہ فارسی کا بخشا ہے۔ اردو نویسون کو سامان انشا پردازی کا
عطا کیا ہے۔ اسکی بدولت ہر ایک اردو نویس اب ایسا منشی بنتا ہے۔ کہ فارسی استادون کو انکے
آگے سکتا ہے۔ ان مین سے کب کوئی ویسا لکھ سکتا ہے۔ بلکہ یہ کتاب اردو نویسون ہی کے حق مین مفید
مطلب نہین ہے۔ ہر ایک قاعدہ اسکا فارسی والون کے حق مین بھی اکسیر کا نسخہ ہے۔ مصنف
نے جو اس کتاب کی تصنیف عاجز کی تکلیف دینے سے اختیار فرمائی۔ میری زبان مین کیا تاب و توان
ہے کہ اسکا شکر ادا کرون۔ یہ تقریظ تو کیا اگر دفتر کے دفتر لکھون۔ ایک حرف ادا نہ ہو۔ اسلئے دعا پہ
ختم کرتا ہون۔ الٰہی جب تک معنی سخن مین۔ اور سخن حرف مین۔ حرف خط مین۔ اور خط جان قلم لب

ایک قیامت تھی + اس مزے کو وہی جانتا ہے۔ جسنے کبھی اپنے صبحِ وطن کو شامِ غربت سے بدلا ہے۔

## شہید کے انشاے بہار بیخزان کی تقریظ

مردمِ دیدہ آج گھر بیٹھے بہشت کی سیر کرتے ہین + اللہ اللہ! صفحۂ قرطاس پر کیا جوشِ بہارِ معانی ہے! + تارِ نگاہ مین بے تکلف موتی پروئے جاتے ہین + واہ وا! کلک گہربار کی کیا درفشانی ہے! سبحان اللہ! یہ کیسی انشا ہے + جسکے دیکھنے سے یہ لطف اٹھتا ہے + کتاب ہے؟ - یا گلزارِ بیخزان + جس صفحہ کو دیکھیے۔ حاشیۂ فردوس کے روشون پر حاشیہ لکھتا ہے + جدول کے خطون پر سلسبیل اور کوثر کا جی پانی پانی ہوتا ہے + سطرین سنبلستان ہین۔ الفاظ گلستان ہین + حرف کی کششون پر سرو اور شمشاد کا یقین ہوتا ہے + دائرون سے نرگستان آنکھون کے تلے پھر جاتا ہے + حرفون کی سیاہی سے کاغذ کی سفیدی وہ کیفیت دکھاتی ہے + گویا درختون سے چاندنی نے کھیت کیا ہے + کاغذ کی سفیدی پر حرفون کی سیاہی کی وہ بہار نظر آتی ہے۔ جیسے صحنِ باغ پر بادل چھا رہا ہے + وہان قوتِ نامیہ سے درخت ہر سال پھولتے پھلتے ہین۔ یہان فکرِ دراک سے جب دیکھیے فقراتِ برجستہ سے معانی تازہ نکلتے ہین + مجموعہ ہے۔ یا گنجِ شایگان + ہر باب مین ایسے ایسے بے بہا جواہرِ حکمت کے بھرے ہین۔ کہ جسے دیکھ کے جوہری عقل کی عقل چکراتی ہے + ہر فصل مین اتنے نقدِ کامل عیارِ دانش کے انبار دھرے ہین۔ کہ مقدار اُسکی صیرفی ذہن مین نہین آتی + یہ وہ جوہر ہے۔ جسکے رکھنے کو حلقۂ چشم درج ہو تو بجا ہے + اور یہ وہ نقد ہے۔ جسکے پرکھنے کو سویداے دل محک ہو۔ تو زیبا ہے + شہرِ علم کے مفلسون کو صلاے عام ہے۔ کہ اسکی سیر کو آنکھین کھولین۔ دامنِ نگاہ مین موتی رولین + دیارِ دانش کے نادارون کو اجازتِ تام ہے کہ اس گنجینہ کے دیکھنے کو آئین۔ جتنا حوصلہ ہو۔ اُٹھائین۔ خالی ہاتھ نہ جائین + کتاب ایسی کیون نہ ہو۔ جب مصنف اسکا وہ ہے جسکی فصاحت نے سحبان کے منہ مین قبر کی مٹی سے خاک بھری۔ اور جسکی جادو بیانی نے سحرِ بابل کی قدر مٹی کی + یعنی فاضلِ بے بدل۔ عالمِ عدیم المثل۔ منشی

کونے مین یون خاموش ہوکر بیٹھا کہ بت بن گیا+ میکدہ مین منہ زانو پر سر رکھ کے اس شکل سے ہو بیٹھا کہ معلوم ہوتا تھا۔ مٹکے پر پیالہ اوندھا دیا+ غریبون نے اپنے گھرون مین گھاس کی ٹٹیان لگائین مٹی کی صراحیون پر کپڑا بھگو کے لپیٹ دیا+ امیرون نے تہ خانون مین آرام فرمایا خس کی ٹٹیان چھڑکی جانے لگین۔ فراشی پنکھے کھنچنے لگے+ خس کی خوشبو سے ہوا کے جھوکون پر نخلچہ کا یقین آنے لگا+ صراحیان برف مین لگائی گیئن+ شربت کی قفلیان جمائی گئین+

# شام

دن تمام ہوا+ جھٹ پٹے وقت نے رات کے آمد کی خبر دی۔ مغربی گوشہ سے تاریکی کا جوش ہوا۔ جیسے پہاڑ کے غار سے سیاہ ابر اُمنڈے+ آفتاب دن کے تماشا ختم ہونے سے ایسا اوداس ہوا۔ کہ مُنہ پر زردی چھا گئی۔ بادلِ ناخواستہ مغرب کو چلا+ لیلاے لیل نے شرم سے کہ آفتاب جاتے ہوئے اُسے دیکھ نہ لے۔ سیاہ نقاب منہ پر ڈالا+ ہوا جو دن بھر زور سے چل رہی تھی۔ دبی ہوئی اور تھکے ہوئے مسافر کی طرح آہستہ آہستہ چلنے لگی+ درختون کے پتون نے کھڑکھڑانا۔ دریا کے پانی نے لہرانا موقوف کیا+ پالے ہوے جانور جو دن کو چرائی کے صحرا مین کلیل کر رہے تھے۔ اُن کو زندان خانہ نصیب ہوا+ جنگلی چوپایون نے درختون کے سایہ اور پہاڑ کے غارون مین پناہ لی+ طیور نے فضاے آسمان سے منہ موڑ کر کسی نے اپنے آشیانے کو رُخ کیا کسی نے درخت پر بسیرا لیا+ مسجدون مین قندیلین روشن ہوئین بتکدون مین سانجھی دی گئی+ میخانون مین خم نے ثابت اور ساغر نے گردش سے ثوابت وسیار کے نقشے دکھائے+ قدح نے ماہ تمام کا کام کیا+ وہ روشنی پھیلائی کہ وہان اندھیرا ہونے نہ دیا+ آسمان پرستارون نے چراغان کر دیا+ چراغون نے اپنی روشنی سے زمین کو آسمان بنا دیا+ مسافر دن بھر کے تھکے سراؤن مین آ پڑے+ انکی دن بھر کی تھکائی۔ آخر روز کا خطرا کہ راہ مین رات نہ ہو جاے۔ منزل پر پہونچنے کی جلدی۔ سراے مین ناجنسون کی ہمسائیگی بھٹیارون کی نازبرداری۔ گھر کا دھیان۔ اہل و عیال کا خیال۔ وطن کی یاد۔ یاران وطن کا تصور۔ دل کی شکستگی

لگے + میکدہ کا دروازہ کھلا + مغبچون نے صحن میخانہ کی رُفت وروب کی + پیر مغ نے صراحی اور ساغر سنبھالا + میکشون نے شب کے خمار کی سرگرانی دفع کرنے کی غرض سے صبوحی کی فکر مین اُس طرف کی راہ لی ۔ ادھر مُرغ نے اذان دی ۔ ادھر موذن بھی اپنے دربے سے نکل صحن مسجد مین کھڑا ہوا سکے گلے سے کلا ملانے لگا +

یہ سُنکر رات بھر کے جاگے ہوئے عابد انگڑائیان لیکر سجادہ پہ سے اُٹھے جُبہ اور عمامہ سنبھال عصا ہاتھ مین لے مسجد کی راہ ناپتے چلے + بتکدہ مین گھنٹے اور ناقوس بجے ۔ برہمنون نے پھول اور سیندوُر بتون پر چڑھا کر بھیروی بھجن گانا شروع کیا + صنم پرستون نے سجدہ بت کے لیے آمادہ ہوکر بیت الصنم کا ارادہ کیا +

## دوپہر

دوپہر کا وقت ہوا + آفتاب سمت الراس پہ آیا + زمین تپنے لگی ۔ پانوُن رکھتے ہوئے خوف آتا تھا ۔ کہ چھالے نہ پڑین + بیٹھے ہوئے جی ڈرتا تھا کہ سانس کی گرمی سے لب پر بتخالے نہ پڑین + آسمان سے وہ آتش باری ہونے لگی ۔ کہ ہوا نے شعلہ جوالہ کی صورت پیدا کی + خاک کے ذرون نے چنگاریون سے ہیئت بدلی + جانورون نے ڈر سے اُڑنا موقوف کیا ۔ اے جسم جلکر کباب نہ ہو + زمین کی دہشت سے سکتہ کی حالت ہوگئی ۔ کہ دھوپ کی گرمی سے پگھل کر آب نہ ہو + دوکاندارون نے دوکانون کے تختے لگا دیئے ۔ اور اُنکی آڑ مین پڑ رہے + لوگون کا گھرون سے نکلنا چلنا پھرنا بند ہوا + بازارین سنسان ہوگئین ۔ دن نے رات کا سناٹا پیدا کیا + شہر شہر خموشان کا نقشہ بن گیا + چوپائے سایہ مین کھڑے ہوکر ہانپنے لگے + ہر درخت شکل چنار ہوگیا + دھوپ کی تابش سے معلوم ہوتا تھا ۔ کہ کھڑا جل رہا ہے + گھاس مرجھا کر زمین سے ایسی لپٹ گئی ۔ جیسے کسی نے کاٹ کے ڈالدی ہو + حوضون کا پانی ایسا گرم ہوگیا ۔ کہ مسجدون پر حمامون کا گمان ہونے لگا + موذنون نے چپکی سادھی + عابد بھی عبادت چھوڑکر قیلولہ کی سنت ادا کرنے کے بہانے سے لیٹ رہے + برہمن بتخانے کے

گردشِ زمانہ نے پھر ترکِ وطن پر مجبور کیا اور اس مرتبہ بنارس مین طرح اقامت ڈالی یہین سن شعور کو پہونچے اور تعلیم کا سلسلہ تکمیل کو پہونچا۔ ۱۸۴۰ء مین ملازمت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور اپنے خالو خان بہادر مولوی سید محمد خان میر منشی لفٹنٹ گورنر شمال و مغرب کے نائب مقرر ہوئے انہین ایام مین جب لارڈ الن برائے گوالیار پر چڑھائی کی۔ تو یہ گورنر جنرل کے منشی خانے مین منسلک ہوکر شریک مہم ہوئے۔ اور جنگ کے خاتمہ پر یہ صلہ کارگذاری خلعت پایا۔ پھر کئی سال بعد اپنے خالو کے بجائے میر منشی مقرر ہوئے۔ اور ۱۸۵۳ء تک برابر اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ اور حکام مین اعلیٰ درجہ کا اعتبار اور وقار حاصل کیا + غدر ۱۸۵۷ء مین خیر خواہی کے صلہ مین سند و خلعت ہفت پارچہ مرحمت ہوا ۔ ملکہ معظمہ کے خطاب شاہی اختیار کرنیکے موقع پر آپ کو تمغہ قیصری ملا ۱۸۸۵ء مین ۴۵ سال ملازمت کے بعد آپنے پنشن لی۔ اور خان بہادر ذو القدر کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔

شاعری اور انشا پردازی مین آپ کو ایک امتیازی درجہ حاصل تھا۔ غالب مرحوم سے دوستانہ تعلقات تھے۔ اکثر خط و کتابت رہتی تھی + خطوط کا طرز تحریر نہایت دلکش تھا۔ آپکی دو تصنیفین۔ خونابہ جگر۔ فغان بیخبر یادگار ہین + آپ نے پیرانہ سالی مین ۱۹۰۸ء مین انتقال فرمایا +

# صبح اور دوپہر اور شام ہونیکا سمان

## صبح

رات آخر ہوئی + صبح صادق کا جلوہ نظر آنے لگا + ستارے جو رات کی تاریکی مین چمک دمک دکھا رہے تھے + اپنی روشنی کو پھیکی دیکھکر شرمائے۔ اور آہستہ آہستہ غائب ہوے + جیسے چور نور کا تڑکا ہوتے ہی اپنے اپنے ٹھکانے کو بھاگتے ہین + شب کی سیاہی کا رنگ اُڑا + مشرقی اُفق پر سفیدی نمودار ہوئی + گویا محبوبِ صبح نے رات کے سیاہ بکھرے ہوئے بالون کو چہرے سے سمیٹ لیا۔ اور اُسکی نورانی پیشانی نظر آنے لگی + نسیم سحری معشوقون کی طرح خوش خرامی کرتی ہوئی چلی + نرم نرم شاخین درختون کی مستون کے مانند جھومنے لگین۔ جانورون نے چہچہانا شروع کیا + باغ مین غنچے کھلنے لگے۔ جیسے نیند سے کوئی آنکھ کھولے + دریا مین پتلی پتلی لہرین پڑین + کاتبِ قدرت نے قلم شعاع سے زرنگار کرنے کے لئے صفحۂ آب پر مسطر کیا + شاہی نوبتخانہ کے کوس ڈہل کی آواز بلند ہوئی + اُسکی سریلی آواز سے لوگ نیند سے چونکے اور اپنے اپنے کام سے

بھی کچھ امید نہ پائی۔ تب تو نہایت مایوسی کی حالت مین بیقرار ہو کر چلا اٹھا "ہاے وقت! ہاے وقت! کیا پھر تجھے مین بلا سکتا ہون؟ ہاے! مین دس ہزار دینار دیتا۔ اگر وقت پھر آتا۔ اور مین جوان ہو سکتا!"
یہ کہکر اُسنے ایک آہ سرد بھری۔ اور بیہوش ہو گیا +

تھوڑی دیر نہ گذری تھی۔ کہ اُسکے کانون مین میٹھی میٹھی باتون کی آواز آنے لگی + اُسکی پیاری مان اُسکے پاس آکھڑی ہوئی + اُسکو گلے لگا کر اُسکی بلائین لین + اسکا باپ اسکو دکھائی دیا + چھوٹے چھوٹے بھائی بہن اُسکے گرد آکھڑے ہوئے + مان نے کہا کہ "بیٹا کیون برس برس کے دن روتا ہے؟ + کیون تو بیقرار ہے؟ + کس لئے تیری ہچکی بندھ گئی ہے؟ + اُٹھ + مونھ ہاتھ دھو + کپڑے پہن + نوروز کی خوشی منا + تیرے بھائی بہن تیرے منتظر کھڑے ہین" + تب وہ لڑکا جاگا۔ اور سمجھا۔ کہ مین نے خواب دیکھا۔ اور خواب مین بڈھا ہو گیا تھا + اُسنے اپنا سارا خواب اپنی مان سے کہا + اُسنے سُنکر اُسکو جواب دیا۔ کہ "بیٹا! پس تو ایسا مت کر۔ جیسا اُس پشیمان بڈھے نے کیا۔ بلکہ ایسا کر۔ جیسا تیری دُلہن نے تجھ سے کہا" +

یہ سُنکر وہ لڑکا پلنگ پر سے کود پڑا۔ اور نہایت خوشی سے پکارا کہ "او ہو ابھی میری زندگی کا پہلا دن ہے مین کبھی اُس بڈھے کی طرح نہ پچھتاؤن گا۔ اور ضرور اُس دُلہن کو بیاہون گا۔ جسنے خوبصورت اپنا چہرہ مجکو دکھلایا۔ اور ہمیشہ زندہ رہنے والی نیکی اپنا نام بتلایا۔ او خدا! او خدا! تو میری مدد کر" +

پس اے میرے پیارے نوجوان ہموطنو! اور اے میرے بچو! انسانی بھلائی پر کوشش کرو۔ تاکہ اخیر وقت مین اُس بڈھے کی طرح نہ پچھتاؤ + ہمارا زمانہ تو اخیر ہے + اب خدا سے یہ دعا ہے۔ کہ کوئی نوجوان اُٹھے۔ اور انسانی ہمدردی اور اپنی قوم کی بھلائی مین کوشش کرے +

## خان بہادر منشی غلام غوث بیخبر

ان کے مورثِ اعلی سلطان زین العابدین شاہ کشمیر کے رہنے والے تھے۔ اور جکو بہت سلاطین مغلیہ مین ان کے بعض بزرگ عہدہاے قضاے کشمیر پر مامور ہوے۔ انکے والد خواجہ حضور اللہ ترک وطن کر کے تبت چلے گئے + وہان سے ریاست نیپال مین آئے اور وہین اقامت اختیار کر لی + چنانچہ بیخبر ۱۲۴۹ھ مین وہین پیدا ہوئے۔ ان کی چار برس کی عمر تھی۔ کہ والد اور نانا کو

جو تمام فانی چیزون پر دل لگایا + یہ پچھلی سمجھ پہلے ہی کیون نہ سوجھی؟ اب کچھ بس نہین چلتا - اور پھر یہ کہکر چلا اُٹھا "ہائے وقت! ہائے وقت! - مین نے تجھکو کیون کھو دیا؟" +

وہ گھبرا کر پھر کھڑکی کی طرف دوڑا + اُسکے پٹ کھولے - تو دیکھا کہ آسمان صاف ہے + آندھی تھم گئی ہے - گھٹا کھل گئی ہے + تارے نکل آئے ہین - اُنکی چمک سے اندھیرا ابھی کچھ کم ہوگیا ہے + وہ دل بہلانے کے لئے تارون بھری رات کو دیکھ رہا تھا - کہ یکایک اُسکو آسمان کے بیچ مین ایک روشنی دکھائی دی - اور اُس مین ایک خوبصورت دُلہن نظر آئی + اُسنے ٹکٹکی باندھ کر اُسے دیکھنا شروع کیا + جون جون وہ اُسے دیکھتا تھا وہ قریب ہوتی جاتی تھی + یہانتک کہ وہ اُسکے بہت پاس آگئی + وہ اُسکے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران ہوگیا - اور نہایت پاک دل اور محبت کے لہجہ سے اُس سے پوچھا - کہ "تم کون ہو؟" + وہ بولی - کہ "مین ہمیشہ زندہ رہنے والی نیکی ہون" + اُسنے پوچھا - کہ تمہاری تسخیر کا بھی کوئی عمل ہے؟" + وہ بولی "ہان ہے" "نہایت آسان پر بہت مشکل + جو کوئی خدا کا فرض ادا کرے - انسان کی بھلائی اور اُسکی بہتری مین سعی کرے - اُسکی مین مسخر ہوتی ہون + دنیا مین کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی نہین ہے - انسان ہی ایسی چیز ہے جو اخیر تک رہے گا پس جو بھلائی کہ انسان کی بہتری کیلئے کی جاتی ہے وہی نسل در نسل اخیر تک چلی آتی ہے - نماز - روزہ - حج - زکوٰۃ - اسی تک ختم ہو جاتا ہے - اُسکی موت ان سب چیزون کو ختم کر دیتی ہے - مادّی چیزین بھی چند روز مین فنا ہو جاتی ہین - مگر انسان کی بھلائی اخیر تک جاری رہتی ہے مین تمام انسانون کی روح ہون + جو مجکو تسخیر کرنا چاہے - انسان کی بھلائی مین کوشش کرے" + یہ کہکر وہ دلہن غائب ہوگئی - اور بڈھا پھر اپنی جگہہ آبیٹھا +

اب پھر اُسنے اپنا پچھلا زمانہ یاد کیا - اور دیکھا - کہ اُسنے اپنی پچپن برس کی عمر مین کوئی کام بھی انسان کی بھلائی کا نہین کیا تھا - اُسکے تمام کام ذاتی غرض پر مبنی تھے - نیک کام جو کئے تھے - ثواب کے لالچ - اور گویا خدا کو رشوت دینے کی نظر سے کئے تھے + خاص انسانی بھلائی کی خالص نیت سے کچھ بھی نہین کیا تھا +

اپنا حال سوچکر وہ اُس دلفریب دُلہن کے ملنے سے مایوس ہوا + اپنا اخیر زمانہ دیکھکر آیندہ اُنکی

اتنے مین اُسکو اپنے مان۔ باپ۔ بھائی۔ بہن۔ دوست۔ آشنا یاد آئے۔ جنکی ہڈیان قبرون مین گل کر خاک ہو چکی تھین + مان گویا محبت سے اُسکو چھاتی سے لگائے آنکھون مین آنسو بھرے کھڑی ہے + یہ کہتی ہوئی۔ کہ "ہائے بیٹا! وقت گذر گیا" + باپ کا نورانی چہرہ اُسکے سامنے ہے۔ اور اس مین یہ آواز آتی ہے کہ "کیون بیٹا! ہم تمہارے ہی بھلے کے لئے نہ کہتے تھے"؟ بھائی بہن دانتون مین اُنگلی دبائے ہوئے خاموش ہین۔ اور اُنکی آنکھون سے آنسوؤن کی لڑی جاری ہے + دوست آشنا سب غمگین کھڑے ہین۔ اور کہتے ہین کہ "اب ہم کیا کر سکتے ہین"؟ +

ایسی حالت مین اُسکو اپنی وہ باتین یاد آتی تھین۔ جو اُسنے نہایت بے پروائی اور بیمروتی اور کج خلقی سے اپنے مان۔ باپ۔ بھائی۔ بہن۔ دوست۔ آشنا کے ساتھ برتی تھین + مان کو رنجیدہ رکھنا باپ کو ناراض کرنا۔ بھائی بہن سے بے مروت رہنا۔ دوست آشنا کے ساتھ ہمدردی نہ کرنا۔ یاد آتا تھا۔ اور اُسپر اُن گلی ہڈیون مین سے ایسی محبت کا دیکھنا اُسکے دل کو پاش پاش کرتا تھا + اُسکا دم چھاتی مین گھٹ جاتا تھا۔ اور یہ کہکر چلا اُٹھتا تھا کہ "ہائے نکل گیا! ہائے وقت نکل گیا! اب کیونکر اسکا بدلہ ہو"؟ +

وہ گھبرا کر پھر کھڑکی کی طرف دوڑا۔ اور ٹکراتا۔ لڑکھڑاتا کھڑکی تک پہونچا اُسکو کھولا۔ اور دیکھا کہ ہوا کچھ ٹھہری ہے۔ اور بجلی کی کڑک کچھ تھمی ہے۔ پر رات ویسی ہی اندھیری ہے + اُسکی گھبراہٹ کچھ کم ہوئی۔ اور پھر اپنی جگہ آبیٹھا +

اتنے مین اُسکو اپنا ادھیڑ پن یاد آیا۔ جسمین نہ وہ جوانی رہی تھی۔ اور نہ وہ جوانی کا جوبن + نہ وہ دل رہا تھا۔ نہ دل کے ولولون کا جوش + اُسنے اپنی اس نیکی کے زمانہ کو یاد کیا۔ جسمین وہ بہ نسبت بدی کے نیکی کی طرف زیادہ مائل تھا + وہ اپنا روزہ رکھنا۔ نمازین پڑھنی۔ حج کرنا۔ زکوٰۃ دینی۔ بھوکون کو کھلانا۔ مسجدین اور کنوئین بنوانا۔ یاد کر کے اپنے دل کو تسلّی دیتا تھا + فقیرون اور درویشون کو جنکی خدمت کی تھی۔ اپنے پیرون کو جن سے بیعت کی تھی۔ اپنی مدد کو پکارتا تھا۔ مگر دل کی بیقراری نہین جاتی تھی + وہ دیکھتا تھا۔ کہ اُسکی ذاتی اعمال کا اُسی تک خاتمہ ہے۔ بھوکے پھر ویسے ہی بھوکے ہین + مسجدین ٹوٹ کر یا تو کھنڈر ہین۔ یا پھر ویسے ہی جنگل ہین + کوئین اندھے پڑے ہین + نہ پیر اور نہ فقیر + کوئی اُسکی آواز نہین سنتا۔ اور نہ مدد کرتا ہے + اُسکا دل بہت گھبراتا ہے۔ اور پچتاتا ہے۔ کہ مین نے کیا کیا؟

دل کانپتا ہے۔ اور دم گھبراتا ہے+ بڈھا نہایت غمگین ہے۔ مگر اُسکا غم نہ اندہیرے گھر پر ہے۔ نہ اکیلے پن پر۔ اور نہ اندہیری رات اور بجلی کی کڑک اور آندہی کی گونج پر۔ اور نہ برس کی اغبری رات پر+ وہ اپنے پچھلے زمانہ کو یاد کرتا ہے۔ اور جتنا زیادہ یاد آتا ہے۔ اتنا ہی غم بڑہتا ہے+ ہاتھون سے ڈہکے ہوئے مُنہ پر آنکھون سے آنسو بہے چلے جاتے ہین +

پچھلا زمانہ اُسکی آنکھون کے سامنے پھرتا ہے+ اپنا لڑکپن اُسکو یاد آتا ہے جبکہ اُسکو کسی چیز کا غم اور کسی بات کی فکر دل مین نہتھی+ روپیہ اشرفی کے بدلے ریوڑی اور مٹھائی اچھی لگتی تھی+ سارا گھر مان باپ۔ بھائی بہن اُسکو پیار کرتے تھے+ پڑہنے کے لئے چھٹی کا وقت جلد آنیکی خوشی مین کتابین بغل مین لے مکتب مین چلا جاتا تہا+ مکتب کا خیال آتے ہی اُسکو اپنے ہم مکتب یاد آتے تھے+ وہ اور زیادہ غمگین ہوتا تھا+ اور بے اختیار چلا اُٹھتا تہا "ہاے وقت! ہاے وقت! ہاے گذرے ہوئے زمانے! افسوس! کہ مین نے تجھے بہت دیر مین یاد کیا!"

پھر وہ اپنی جوانی کا زمانہ یاد کرتا تھا۔ اپنا سُرخ سفید چہرہ۔ سڈول ڈیل۔ بھرا بھرا بدن۔ رسیلی آنکھین۔ موتی کی لڑی سے دانت۔ اُمنگ مین بھرا ہوا دل۔ جذباتِ انسانی کے جوشون کی خوشی۔ اُسے یاد آتی تھی۔ اُس آنکھون مین اندھیرا چھائے ہوئے زمانہ مین مان باپ جو نصیحت کرتے تھے۔ اور نیکی اور خدا پرستی کی بات بتاتے تھے۔ اور یہ کہتا تہا کہ "آہ ابھی بہت وقت ہے"۔ اور بڑھاپے آنیکا کبھی خیال بھی نہ کرتا تہا۔ اُسکو یاد آتا تہا اور افسوس کرتا تہا کہ کیا اچھا ہوتا اگر جب ہی مین اُسوقت کا خیال کرتا اور خدا پرستی اور نیکی سے اپنے دلکو سنوارتا۔ اور موت کیلئے طیار رہتا! آہ وقت گذر گیا! آہ وقت گذر گیا! اب پچتائے کیا ہوتا ہے+ افسوس! مینے اپنے تئین ہمیشہ یہ کہکر برباد کیا۔ کہ ابھی وقت بہت ہے" +

یہ کہکر وہ اپنی جگہہ سے اُٹھا۔ اور ٹٹول ٹٹول کر کھڑکی تک آیا۔ کھڑکی کھولی+ دیکھا کہ رات ویسی ہی ڈراؤنی ہے+ اندھیری گھٹا چھا رہی ہے+ بجلی کی کڑک سے دل بٹھا جاتا ہے+ ہولناک آندھی چل رہی ہے۔ درختون کے پتے اڑتے ہین۔ اور ٹہنے ٹوٹتے ہین۔ تب وہ چلا کر بولا "ہاے! ہاے! میری گذری ہوئی زندگی بھی ایسی ہی ڈراؤنی ہے جیسی یہ رات" یہ کہکر پھر اپنی جگہہ آ بیٹھا +

ہم اس بات کو جیسا کہ اودھ اخبار نے لکھا ہے۔ نہایت مفید اور ضروری سمجھتے ہین۔ کہ اسکول ماسٹرون کو چاہئے۔ کہ اپنے شاگردون کے نقش ذہن کرتے رہین۔ کہ وہ اعلیٰ درجہ کا چلن اور شریفانہ اُولوالعزمیان اختیار کرین۔ اور اسی طرح ہمارے کالجون کے پروفیسرون کو بھی منجملہ ایسے لوگون کے ہونا چاہئے جن مین خیالات عالیہ پائے جاتے ہون + مگر ہماری رائے مین جب تک کہ خود اسی قوم کے چند لوگ اس قوم کی سوسائٹی کے مہذب کرنے پر آمادہ نہ ہون۔ اور دلی سعی اور کوشش نہ کرین سوسائٹی کی حالت درست نہین ہوسکتی۔ اور یہی سبب ہے کہ باوجودیکہ کئی قرن گورنمنٹ کو ہندوستانیون کو تعلیم دیتے ہوئے گزرے۔ مگر اُنکی سوسائٹی کی حالت اب تک درست نہین ہوئی +

نہایت مشکل یہ ہے۔ کہ دنیا مین کسی قوم کی سوسائٹی اور سوشل حالت ایسی نہین ہے۔ کہ جسمین ایسے امور بھی شامل ہون جنکی بنا غلط یا صحیح طور پر مذہبی امور پر مبنی ہونی نہ کہی جاتی ہو + پس اگر وہ امور ترقی سوسائٹی کے مانع ہین۔ اور غلطی سے اُنکی بنا مذہبی امور پر کہی جاتی ہے۔ تو جبتک اسی قوم کا کوئی شخص غلطی کو ظاہر نہ کرے۔ اور اس مانع کے رفع کرنے مین کوشش نہ کرے۔ تو وہ رفع نہین ہوسکتی + غیر قوم کے شخص کا اُس امر مانع پر متنبہ کرنا گو وہ کیسا ہی سچ کہتا ہو۔ مخالف اثر پیدا کرتا ہے۔ اور خیال ہوتا ہے کہ وہ شخص بسبب اختلاف قومی یا مخالفت مذہب کے ایسا کہتا ہے۔ اگرچہ ہم قوم اور مذہب والے پر بھی ہزارون شخص طرح طرح کے اتہام لگاتے ہین۔ اور اسکی بات کی سماعت نہ ہونے پر کوشش کرتے ہین۔ اور گورنمنٹ تو ایسی کوئی بات جس سے مذہب مین مداخلت کرنیکا شبہہ بھی ہو۔ اختیار نہین کرسکتی غرض کہ اخلاقی اور شریف النفسی کی تعلیم عمدہ سوسائٹی پر منحصر ہے۔ اور انگریزی گورنمنٹ سوائے تعلیم دینے کے اور کوئی طریقہ اختیار نہین کرسکتی جس سے ہندوستانیون مین سوسائٹی کیحالت اچھی ہو۔ اور عمدہ سوسائٹی اُنکی بجاوے

## گذرا ہوا زمانہ

برس کی اخیر رات کو ایک بڈھا اپنے اندھیرے گھر مین اکیلا بیٹھا ہے + رات بھی ڈراونی اور اندھیری ہے۔ گھٹا چھا رہی ہے + بجلی تڑپ تڑپ کر کڑکتی ہے + آندھی بڑے زور سے چلتی ہے +

درجہ کی تعلیم ہے۔ اور بعض شاخون مین ادنیٰ درجہ کی تعلیم کا رتبہ رکھتی ہے ٭
بالفعل جو باتباع احکام یونیورسٹیون کے اسکے ماتحت کالجون مین تعلیم دیجاتی ہے۔ وہ زیادہ تر
کتابی اور دماغی تعلیم سے متعلق ہے اس قسم کی تعلیم کا نتیجہ ضرور وہی ہونا چاہئے۔ جو **مسٹر کرول**
نے اپنے لکچر مین بیان کیا ہے۔ اور جسکو **اودھ اخبار** نے اردو زبان مین لکھا ہے۔ انہون نے فرمایا۔ کہ
تعلیم کا منشا یہ نہین ہے۔ کہ چند آدمیون کی دولت بڑھ جاے۔ یا آنکہ غربا کی بمقابلہ باقی ماندہ اشخاص
کے زیادہ رعایت کی جاے۔ اور نہ تعلیم کا منشا یہ ہے۔ کہ اُسکے ذریعہ سے لوگ صرف اپنی باہمی مخالطت
کرین۔ یا سوداگری اور تجارت ہی کو ترقی دین۔ بلکہ تعلیم کی خاص غایت اور اصل منشا یہ ہے۔ کہ لوگ
نیک محضر اور عمدہ قسم کے باشندے ہوجائین۔ اور وہ خاموشی حاصل کرین۔ جو زندگی کے بے داغ
رہنے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اور لوگون کے سوشل اور اخلاقی خصائل کی تکمیل کرین۔ اور اُن بھاری
اور عمدہ کامون کا حوصلہ دلائین۔ جن سے ملک کی عزت اور زینت ہوتی ہے۔

**سر ولیم میکورتھ ینگ** نے جو ڈگری یافتہ طالب علمون کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اُسکا اصل
بھی وہی ہے جو **مسٹر کرول** نے اپنے لکچر مین کہا تھا۔ **سر ولیم میکورتھ ینگ** نے ڈگری یافتہ
طالب علمون کو مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ اُنکی ڈگریان اس بات کے لئے ہین۔ کہ وہ اپنے یومیہ معاملات اور
گفتگو مین معزز برتاؤ اختیار کرین اخلاق اور عمدہ تعلیم کی ترقی مین مدد دین۔ سوشل انتظام اور اپنے
ہمجنسون کی بہبودی کے قائم رکھنے مین کوشان رہین۔ المختصر ایک بھاری سلطنت کے سربرآوردہ
شہریون کے فرائض ادا کرتے رہین" ٭

مگر ہماری راے مین اخلاقی تعلیم صرف کتابون کی تعلیم سے حاصل نہین ہوتی۔ بلکہ عمدہ سوسائٹی
اس کی تعلیم دیتی ہے۔ ہندوستان مین جو قدیم سوسائٹی علما اور نیک۔ خدا پرست۔ رحم دل نیک
خصلت لوگون سے مرکب تھی۔ وہ مدت ہوئی کہ مردہ ہوگئی ہے۔ اور نئی سوسائٹی جو زمانہ حال کے موافق
ہو۔ ابتک قائم نہین ہوئی۔ یا مکمل نہین ہوئی۔ اسلئے وہ نتائج جسکا ذکر **مسٹر کرول** نے اپنے
لکچر مین کیا۔ یا **سر ولیم میکورتھ ینگ** نے ڈگری یافتہ طالبعلمون سے خواہش کی۔ حاصل نہین ہوتی ٭

نہین ہین - کہ وہ اس جم غفیر - بی - اے - اور ایم - اے - ڈگری یافتون کو دے سکے - پس یقینی ڈگری یافتہ طالبعلمون کو اسکا یقین ہے - کہ سب کو سرکاری نوکری نہین ملسکتی - باوصف اس یقین کے جو وہ انگریزی پڑہنے پر مشغول ہین - تو ضرور ہے - کہ سوا ے ملازمت سرکاری کے اور کسی ذریعہ سے بھی اُنکو معاش حاصل کرنے کا خیال ہے - یا اس بات کا یقین ہے - کہ انگریزی پڑھا ہوا بن انگریزی پڑہے ہوے سے دینوی کاروبار کے لئے زیادہ مفید اور کارآمد ہے + بہرحال یہ بات غلط ہے - کہ ہر ایک - بی - اے - اور ایم - اے - سرکاری ملازمت حاصل کرنے کے لئے پڑہتا ہے - اور نہ ملنے کے سبب سرکار سے ناراض ہوتا ہے - کیونکہ اسکو پہلے سے یقین ہے کہ سرکار سب کو نوکری نہین دیسکتی + ہان جب موقع ہاتھ آتا ہے - تو ہر ایک سرکاری ملازمت ملنے کی کوشش کرتا ہے - جو اُسکو ضروری کرنی چاہیئے +

اس زمانے کی تعلیم مین جو بذریعہ انگریزی زبان کے ہوتی ہے - اور اگلے زمانے کی تعلیم مین جو بذریعہ عربی کے ہوتی تھی - یہ فرق ہے - کہ اگلے زمانے مین تعلیم کا سامان ایسا موجود اور مہیا تہا کہ ہر شخص جو علم کی کسی شاخ مین یا شاخون مین اس زمانے کے موافق اعلیٰ درجہ کی تعلیم پانا اور اس فن کا ماسٹر ہونا چاہے - تو ہوسکتا تھا - اور سوسائٹی جو اُس زمانے مین موجود تھی - اس تعلیم کی مدد کرتی تھی - اور اسپر عمدہ اخلاقی اثر ڈال کر اُسکو اس سوسائٹی کے لایق کر لیتی تھی + اگلے زمانے کی سوسائٹی بلحاظ اخلاق اور حسنِ معاشرت کے ایسی عمدہ تھی - کہ اُس مین کوئی نقص اس زمانے مین بھی نہین نکالا جاسکتا - مگر افسوس ہے کہ زمانے کے انقلاب کے ساتھ وہ خود قائم نہ رہی +

اس زمانے کی تعلیم جو انگریزی زبان کے ذریعہ سے ہندوستان مین ہوتی ہے - اُسکے لئے کوئی ایسا سامان نہین ہے - کہ جو شخص کسی علم کی کسی شاخ مین اعلیٰ درجہ کی تعلیم پانا چاہے - تو اعلیٰ درجے کی تعلیم پاکر اس فن کا ماسٹر ہوسکے + ہندوستان مین اعلیٰ تعلیم دینے والی وہ یونیورسٹیان ہین - جو ہندوستان مین موجود ہین + وہ بلاشبہہ - بی - اے - اور ایم - اے - کی ڈگریان دیتی ہین مگر اس تعلیم کو اعلیٰ تعلیم کہنا ہمارے نزدیک محض ناواجب ہے - بلکہ وہ علم کی بعض شاخون ہین اوسط

تعلیم پر توجہ ہوتی ہے۔ خواہ تعلیم پانے والے خود اُسپر متوجہ ہوں۔ یا اطفال کے مربیون نے اطفال کی تعلیم پر توجہ کی ہو۔ یہ ہے کہ اُنکے ذہن مین یہ بات سمائی ہوئی ہوتی ہے۔ کہ ایک جاہل کندہ ناتراش سے لکھا پڑھا آدمی زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اور وہ تعلیم جس درجہ کی ہوئی ہو۔ زندگی کے کاروبار مین اُسکے لئے نہایت مفید اور کارآمد ہوتی ہے ٭

اُن تعلیم پانے والون مین لاکھون آدمی تو ایسے ہوتے ہین۔ کہ ادنیٰ درجہ تعلیم تک پہونچکر۔ اور کچھ متوسط درجے کی تعلیم تک پہونچکر رہ جاتے ہین۔ اور چند ایسے ہوتے ہین۔ کہ متوسط درجہ کی تعلیم سے آگے بڑھتے ہین۔ اور اپنے مذاق کے موافق علم کی شاخون مین سے کسی شاخ کی تکمیل پر مائل ہوتے ہین + کوئی شاعر بننا چاہتا ہے۔ کوئی ادیب۔ کوئی فلسفے مین ترقی کرتا ہے۔ اور کوئی ریاضیات مین۔ اور کوئی دینیات مین علیٰ ہذا القیاس۔ مگر ہر ایک کے ساتھ حصولِ معاش کا خیال لگا رہتا ہے۔ اور جو کچھ وہ حاصل کرتا ہے۔ یا کرنا چاہتا ہے۔ اُسکو ذریعہ حصول معاش ضرور سمجھتا ہے ٭

تعلیم بغیر اسکے۔ کہ اُسکے حاصل کرنے کے لئے کوئی زبان اختیار کی جائے غیر ممکن ہے + جس زمانے مین جس زبان کا عروج ہوتا ہے + وہی زبان اُسکے لئے اختیار کی جاتی ہے + یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ جس ملک مین جو زبان حکومت کرتی ہے۔ اسی زبان کا عروج ہوتا ہے + خلفاے بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانے مین عربی زبان کا عروج تہا + ہر شخص اسی زبان مین علوم کو سیکہنا چاہتا تہا ہندؤن کے زمانے مین ہندوستان مین سنسکرت زبان کا عروج تہا + اُسی کو لوگ اختیار کرتے تھے + جب مسلمانون کی عملداری ہندوستان مین ہوئی۔ تو فارسی زبان کا عروج ہوا۔ اور سب نے فارسی زبان مین تعلیم پانا اختیار کیا + اب ہندوستان مین انگریزی حکومت ہے جسکی زبان انگریزی ہے۔ اور اُسی زبان کو عروج ہے + اسلئے ہر شخص اسی زبان کے اختیار کرنے پر مائل ہے ٭

اکثر حکام کا اور نیز بہت سے لوگون کا یہ خیال ہے۔ کہ لوگ صرف سرکاری نوکری حاصل کرنے کو انگریزی پڑہتے ہین + مگر غور کرنے کی بات ہے۔ کہ ہر سال ہندوستان کی یونیورسٹیون سے سیکڑون بی۔ اے اور ایم۔ اے۔ ڈگری پاتے ہین۔ اور انکو یقین کامل ہوتا ہے۔ کہ گورنمنٹ کے پاس اسقدر نوکریان

خداے تعالیٰ نے انسان مین رکھی ہین اُنکو تحریک دینا اور شگفتہ و شاداب کرنا انسان کی تعلیم ہے اور اُسکو کسی بات کا مخزن اور مجمع بنانا اُسکی تربیت ہے +

انسان کو تعلیم دینا درحقیقت کسی چیز کا باہر سے اُسمین ڈالنا نہین۔ بلکہ اُسکے دل کے سوتون کا کھولنا۔ اور اندر کے سرچی چشمہ کے پانی کو باہر نکالنا ہے۔ جو صرف اندرونی قویٰ کو حرکت مین لانے اور شگفتہ و شاداب کرنے سے نکلتا ہے + اور انسان کو تربیت کرنا۔ اُسکے لئے سامان کا مہیا کرنا۔ اور اُس سے کام لینا ہے + جیسے جہاز تیار ہونے کے بعد اُسپر بوجھ لادنا۔ اور حوض بنانیکے بعد اُسمین پانی کا بھرنا + پس تربیت پانے سے تعلیم کا کبھی پایا جانا ضرور نہین ہے + تربیت جتنی چاہو کرو۔ اور اُسکے دل کو تربیت کرتے کرتے منہ تک بھردو۔ مگر اُس سے دل کی سرچی سوتین نہین کھلتین۔ بلکہ بند ہوجاتی ہین۔ اندرونی قویٰ کو حرکت دئے بغیر تربیت تو ہوجاتی ہے۔ مگر تعلیم کبھی نہین ہوتی۔ اسلئے ممکن ہے کہ ایک شخص کی تربیت تو بہت اچھی ہو اور تعلیم بہت بُری +

اس تقریر سے ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ تمام خرابیان جو ہم پر نازل ہوتی ہین۔ اُنکی جڑ یہی ہے۔ کہ ہمنے اپنے دل کو۔ اپنے اندرونی قویٰ کو۔ بالکل خراب کردیا ہے + علم جو حاصل کرتے ہین۔ وہ بھی بعوض اسکے کہ روحانی قویٰ کو شگفتہ و شاداب کرے۔ اُنکو پژمردہ بلکہ مردہ کردیتا ہے۔ اور ہمارے قویٰ کو جو درحقیقت سرچی سرچشمے تمام نیکیون کے ہین۔ بالکل کمزور اور ناکارہ کردیتا ہے۔ اور ہماری حالت تمام معاملات مین کیا دین کے اور کیا دنیا کے خراب ہوتی چلی جاتی ہے + پس ہمکو اپنے پر رحم کرنا چاہئے۔ اور ایسی تعلیم اختیار کرنی چاہئے۔ جو اندرونی قویٰ کو شگفتہ و شاداب کرے۔ اور دل کے سوتون کو کھول کر سرچی چشمہ سے پانی باہر نکالے جس سے ہماری سرسبز و شاداب ہو +

# تعلیم

تعلیم سے ہماری مراد موافق عرف عام کے لکھنا پڑھنا سیکھنے سے ہے۔ ہر زمانے مین لاکھون کروڑون آدمی مختلف مقاصد سے لکھنا پڑھنا سیکھتے رہے ہین + عام مقصد جسکے سبب سے

کے قدیم روش کے موافق تھا، مگر اُسوقت مین بھی سادگی اور بے ساختگی آنکی تحریر مین پائی جاتی تھی
۱۸۵۷ء کے بعد سے آپنے اپنا طرز تحریر بالکل بدلدیا +

سرسید۔ کے کلام مین تشبیہین۔ استعارے۔ کنائے۔ مثلین۔ تلمیحین۔ نہایت لطیف ہین حلاوت بیان حد سے زائد ہے ۱ ۔سرسید کے قلم مین ہر مطلب کو اُسکے مناسب پیرایہ مین بیان کرنیکی بیحد قابلیت تھی + ۲ ۔مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مطلب کو اسطرح سلجھا کر ادا کرجاتے۔ کہ جو مضمون لفظون مین سماتا نظر نہ آتا ہو۔ وہ ایسی خوبی سے ادا ہوجاے جیسے انگوٹھی پر نگین جڑدیا +
۳ ۔واقعات اور حالات کے حسن و قبح کی تصویر اسطرح کھینچتے۔ کہ جو برائیان بسبب الف وعادت کے دلون مین کھپ گئی ہون۔ اُنکی برائی۔ اور جو خوبیان سوسائٹی کے اثر سے نظرون سے چھپ گئی ہون۔ اُنکی خوبی فوراً دلون پر نقش ہوجائے +

مولنا حالی اپنی کتاب حیات جاوید مین لکھتے ہین۔ کہ سرسید نے اُردو زبان اور اُردو لٹریچر کو طرح طرح کی مدد پہونچائی ہے۔ مگر جو بے بہا مدد خاصکر اُنکے لٹریری درکس سے اردو لٹریچر کو پہونچی ہے ۔اُسکے لحاظ سے اُنکو فادر آف اُردو کہنا کچھ مبالغہ نہین + سید کے طرز تحریر مین یہ خصوصیت تھی ۔کہ اُس کی لطافت اور خوبی کے سبب لوگ عموماً اسکو شوق اور توجہ سے پڑھتے تھے۔ اور اُسکی سادگی اور بے تکلفی دیکھکر ہر ایک کے دل مین ویسا ہی لکھنے کا حوصلہ پیدا ہوتا تھا۔ اسلیے جو صفائی اور سلاست اور تہذیب اور شائستگی اور گھلاوٹ عام تحریرون مین دیکھی جاتی ہے + اور مضمون نگاری کا جو سلیقہ اخباری دنیا مین پھیلا ہے۔ یہ سب اسی ایک قلم کی آواز بازگشت ہے + سب سے زیادہ زوردار اور با اثر آپکی اسپیچین ہوتی تھین۔ مگر وہ اکثر پولیٹکل یا مذہبی معاملات پر ہین ۔ اسلیے اس انتخاب مین لانیکے لائق نہین ہین +
آپکی علمی تصانیف یہ ہین سلسلۃ الملوک۔ آثار الصنادید۔ اسباب بغاوت ہند وغیرہ اور **لکچرون** کا مجموعہ۔ اور صدہا مفید مضامین یادگار ہین جو **تہذیب اخلاق اور علی گڈھ انسٹیٹوٹ گزٹ** ۔مین چھپے ہین +

## تعلیم و تربیت

تعلیم و تربیت کو ہم معنی سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ بلکہ وہ جدا جدا دو چیزین ہین۔ جو کچھ کہ انسان مین ہے اُسکو باہر نکالنا انسان کو تعلیم دینا اور اُسکو کسی کام کے لائق کرنا اُسکا تربیت کرنا + مثلاً جو قوتین کہ

دوسری مُردے کے مزار پر جلائی جاتی ہے چمن مین کلی اگر کھل کھلا کر ہنستی ہے شبنم بے اختیار اُس کے ہنسنے پر روتی ہے جس باغ مین خزان ہو۔ وہان بہار بھی ہے۔ اور جہان گُل ہو۔ وہان خار بھی ہے بادام کے پوست اور مغز کو دیکھیے۔ کہ نرمی اور سختی ایک ہی جگہ نمود ہے+ برف کو سوچیے۔ تو گرمی اور سردی اسکے ساتھ ہی موجود ہے+ سرخی اور زردی گُل رعنا کی دلیل ہے+ تقدیر نے اگر صبح کو لباس سفید خوشی کا پہنایا۔ تو شام کے واسطے جامہ سیاہ ماتمی بنایا+ حاصل یہ کہ آپکے والد ماجد نے عین عید کے دن انتقال فرمایا۔ گویا اسی گردش لیل و نہار کی خزان و بہار کا تماشا دکھایا۔ اور اس غم نے جتنا رولایا تھا۔ آپکی شادی نے اتنا ہی ہنسایا+ اس افسوس مین آسمان جو ماتمی لباس پہنے نظر آیا۔ تو شفق کی سرخی نے وہین خوشی کا رنگ بھی دکھایا+ رنج مین دوپٹہ جو پہلے منہ پر ملا۔ تو پھر خوشی مین وہی دونون ہاتھ اُٹھا کر یون دعا مانگی۔ کہ خدا اُس مرحوم کو جنت نصیب کرے۔ اور آپ سلامت رہین۔ اور یہ شادی مبارک ہو۔ بندہ بھی اداے رسم فاتحہ خوانی و شرکت محفل شادمانی کے واسطے ضرور حاضر ہوگا۔ زیادہ والسلام۔

# آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر

پیدائش دہلی ۱۸۱۷ء وفات علی گڈھ ۱۸۹۸ء

سر سید۔ ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی مین پیدا ہوئے+ علوم رسمیہ کے تحصیل کے بعد ۲۲ سال کی عمر مین ابتداءً دہلی کی صدر امینی کی کچہری مین سررشتہ دار مقرر ہوئے+ اسکے بعد کمشنری آگرہ مین نائب منشی ہوئے ۲۴۔ دسمبر ۱۸۴۱ء مین مین پوری کے منصف ہوئے۔ وہان سے فتحپور سیکری۔ پھر دہلی آئے+ ۱۸۵۵ء مین بجنور کے مستقل صدر امین ہوئے+ ۱۸۵۸ء مین مرادآباد کے صدر الصدور (سب جج) مقرر ہوئے۔ وہان سے غازیپور علیگڈھ۔ بنارس مین سب ججی کے عہدہ کے فرائض انجام دیتے رہے+ یکم اپریل ۱۸۶۹ء کو بنارس سے ولایت روانہ ہوئے+ ۲۔ اکتوبر ۱۸۷۰ء کو ہندوستان واپس آکر ۲۴۔ مئی ۱۸۷۵ء کو علی گڈھ مین مدرسۃ العلوم کی بنیاد ڈالی ۱۸۴۲ء مین بہادر شاہ کے دربار سے آپکو جواد الدولہ عارف جنگ کا خطاب عطا ہوا۔ ۶۔ اگست ۱۸۶۹ء کو سرکار انگلشیہ سے سی۔ ایس۔ آئی۔ کا خطاب اور تمغہ ملا، ۱۸۷۶ء مین پنشن لیکر اپنی زندگی کو اپنی قوم کے لیے وقف کر دیا+ ۲۷۔ مارچ ۱۸۹۸ء بمقام علی گڈھ ۸۱ برس کی عمر مین آپ نے انتقال فرمایا۔ اور اپنے قائم کیے ہوئے کالج کی مسجد کے بیرونی حصے مین دفن ہوئے+

سر سید نے ۱۷، ۱۸، ۱۰ برس کے سن سے مضامین لکھنے شروع کیے۔ لیکن ۱۸۵۷ء تک اُنکا طرز تحریر زمانہ

سنگ موسی کو شعلۂ تجلی نے طور پر جلایا۔ تب اس درگاہ کے صرف مین آیا کلس کا سایہ دریا مین ایسا رہتا ہے۔ جیسا برج آبی مین آفتاب حوض مین چاند ایسا نظر آتا ہے۔ جیسا دریا مین حباب + دیوار مین مُنہ نظر آتا ہے۔ گویا آئینہ ہے۔ جلا کیا ہوا + گنبد سے دماغ تازہ ہوتا ہے۔ گویہ قرابہ ہے۔ گلاب سے بھرا ہوا + صبح کی طباشیر استرکاری کے صرف مین لائی گئی۔ جو ابتک وہی نور کا عالم دکھاتی ہے + رات کا مشک اور شفق کی زعفران ہیسکر گارے مین ملائی گئی۔ جو آجتک وہی خوشبو دماغ مین آتی ہے + آفتاب کے نزیج کا عرق نچوڑ کر ماہتاب کے پیالے مین موتی کی آب سے ملایا تھا۔ جو چونے مین یہ نور اور ایسی صفائی ہے + بہشت کے کافور کو شفق کے ساتھ آفتاب کے کھرل مین ہیسکر صبح کے دامن مین چھانا تھا۔ جو رنگ نے یہ آب وتاب پائی ہے + جالیون کی نزاکت مین عقل کام نہین کرتی۔ کہ پتھر کو موم کر کے بال کا قلم پار کر دیا۔ یا خیال کا جالا سمجھ کر نگاہ کی نوک سے جیسا چاہا کام بنا لیا + ہر ایک جالی مین وہ ملاحت ہے۔ کہ دیکھنے میں پتھر کی حالت ہے۔ کاغذ کی وصلی پر حرفون کا ابھار پن تو معلوم بھی ہوتا ہے۔ یہان پتھر پر پتھر کی پچے کاری کا نہ جوڑ نظر آتا ہے۔ نہ پیوند۔ اور نہ جوڑ کہین سے پست ہے۔ نہ بلند + بس کر شہید الس کر + اب لکھنے کی مت ہوس کر +

## رقعہ تہنیت و تعزیت آمیز

مجموعہ انشاے شیرین زبانی۔ دیباچہ کتاب سخن معانی زاد حشمتہٗ + قلم بعد تشریح مراتب اشتیاق و آرزومندی کے تعزیت کے مضمون سے آنسو بھی بھاتا ہے۔ اور کچھ خوشی مین آکر مبارکباد کا مضمون بھی زبان پر لاتا ہے + زمانہ مین خوشی و غم دونون کا چولی اور دامن کا ساتھ ہے۔ اور دُنیا مین دھوپ چھاؤن کی طرح شادی کے ہاتھ مین ماتم کا ہاتھ ہے + دو پھول ایک ہی شاخ مین پھولتے ہین۔ ایک دولھا دلھن کے سہرے کے کام آتا ہے۔ دوسرا میت کی تربت مین چڑھایا جاتا ہے + دو موتی ایک سیپ مین پیدا ہوتے ہین۔ ایک بادشاہ کے تاج مین لگاتے ہین۔ دوسرے کو کھرل مین ہیسکر دوا مین ملاتے ہین۔ ایک ہی کافور سے دو شمعین بنتی ہین۔ ایک محفل سرود کے کام آتی ہے

اگر آب وہوا کی لطافت یہی ہے۔ تو موتی صدف سے نکلکر کلیون کا روپ دکھلائیگا۔ اور مچھلی کا کانٹا سبز ہو جائیگا + میوے کا نام زبان پر آیا۔ اور حلاوت کے منہ مین پانی بھر آیا + کولا + سنگترہ۔ رنگترہ۔ چکوترہ نارنگی۔ لیمو۔ زرد آلو۔ شفتالو۔ انار۔ سیب۔ بہی۔ انگور۔ اننناس۔ ناشپاتی۔ کیلا۔ بیر۔ کمرکھ۔ شریفہ۔ کٹھل۔ بڑہل۔ انبہ۔ انبلی۔ جامن۔ پھلیندا۔ امرود۔ شہتوت۔ پونڈا۔ کھرنی۔ کوئی ایسا پھل نہین جو اس باغ مین نہ ہوتا ہو + اور ساگ ترکاری سے لیکر جڑی بوٹی تک کوئی ایسی شے نہین جسے باغبان نہ بوتا ہو + کہین کوے سنگترے سے چمن کا چمن آگ بھبوکا ہو گیا کہین فالسے کی رنگت سے زمین کا دامن اودا ہو گیا + سیب سے آسیب کی زحمت دفع ہو جاتی ہے + بہی بدن مین فربہی لاتی ہے ناشپاتی سے روح راحت پاتی ہے + انار نے خلق کے مُنہ یاقوت اور موتیون سے بھر دیئے + نازنینون کے دانت کھٹے کر دئے + ادنی میوہ یہان کا اخروٹ ہے جسپر ستارون کا دل لوٹ پوٹ ہے + آسمان دن رات سو سو طرح تاک جھانک مین رہا۔ تب انگور کی ٹٹی سے ایک خوشہ پروین کا کچا لے بھاگا + سو باد صفت اس پخنہ کاری کے اب تک پکا نہ سکا + کیلا یہان ایک ایک گود مین ہزار ہزار پھلتا ہے۔ ماہ نو وہان آسمان پر اکیلا نکلتا ہے + اس زمین کا اگر خربزہ یا سردا ہے۔ پوست مین مغز اُسکا تر حلوا ہے + ہندوانہ مرغ روح کا آشیانہ ہے جسمین ایک ہی جگہہ موجود آب و دانہ ہے + شہتوت تمام عالم کا قوت + انجیر بالکل شکر و شیر + امرود حلوائے بے دود + انبہ نازنینون کے ہونٹون پر مہر خاموشی ہے۔ کہ میرے سامنے شیرینی کا دعوی ناحق کوشی ہے۔ دوات قلم کی زبان چوستی ہے۔ گویا نے شکر ٹھہرا یا قلم کاغذ کو چاٹتا ہے۔ آپ چونٹا بنا۔ اور اُسکو مصری بنایا + مالی ڈالیان سرون پر لئے جا بجا کھڑے ہین۔ انعام کے لئے اڑے ہین + کوئی پھولون کا ہار لاتا ہے۔ کوئی گلدستہ دور سے دکھاتا ہے + پھر جو روضہ نظر آیا۔ تو وہ سمان آنکھون مین سمایا۔ کہ نہ دیدہ نے خواب کی آنکھون سے کبھی دیکھا نہ شنیدہ نے خیال کے کانون سے کہین سُنا + الٰہی! یہ روضہ ہے۔ یا خلد برین۔ آسمان ہے۔ یا زمین سنہرا کلس ہے۔ یا سورج کی کرن۔ گنبد ہے۔ یا نور کا مسکن + قبرستان ہے۔ یا روضہ رضوان + مکان ہے + یا جواہرات کی کان + جو پتھر ہے۔ جواہرات سے بہتر ہے + صیقل نے مرمر کے ایسی صفائی پائی۔ تب سنگ مرمر کی صورت بنائی

کلغا سیوتی۔ دوپہری۔ سورج مکھی۔ لالۂ نافرمان۔ سوسن ہزار زبان۔ نرگس حیران قسم قسم رنگ برنگ کے
پھول پھول رہے ہین + پیارے سہانے درختون پر صبح شام کی دھوپ چھاؤن کا عالم پتون پر
شبنم کی طراوت اور نم۔ ڈالیون پر چڑیون کا غل۔ پریون کی آپس مین چھیڑ چھاڑ۔ اور جوانون کے
غول۔ ہمجولیون کی ہنسی اور ٹھٹھول۔ کہین گل کے قہقہے کہین بلبل کے چہچہے ہین + مور ادھر
شور کرتا ہے۔ ادھر مستون کا جنون زور کرتا ہے + کوئل وہان کوک اٹھتی ہے۔ سینے مین یہان ہوک
اٹھتی ہے۔ پپیہا جو ادھر بولا پی کہان + تو یہان بدن مین جی کہان + ڈیر کی ادھر نئے نئے طور پر دھن ہے
ادھر حیات کے جامے کی ادھیڑ بن ہے + طوطی کی جو بات ہے۔ گویا نبات ہے۔ مینا کو شیرین کلامی سے کام
ہے۔ ناکامون کا کام ہی تمام ہے + جگنو کا چمکنا۔ باغ کا مہکنا۔ دونون وقت کا ملنا۔ شبو کا لپکنا۔ سنبل کا بال بکھیرنا۔
مچھلیون کا حوض مین تیرنا۔ ہوا کا چلنا۔ دل کا مچلنا۔ سبزی کا لہلہانا۔ چڑیون کا چہچہانا۔ شفق کا پھولنا۔ گلزار
خیال کا تماشا دکھاتا ہے۔ یہ سماد دیکھکر کوئی پھول سا پھولا نہین سماتا۔ کوئی بوے گل کی طرح گریبان پھاڑ کر نکلا
جاتا ہے۔ بیلا بے لاگ دل کو کھینچتا ہے۔ چنبیلی کی البیلی وضع پر روح شیدا ہے + مہندی کی ٹٹیون پر چاندنی
لوٹ پوٹ ہے + جسکی بہار سے چاند کے جگر مین داغ اور دل پر چوٹ ہے + لالہ لعل سے بہتر۔ سبزہ زمرد کا ہمسر
کیاریون کے کنارے کی ہری دوب کا نشانی مخمل سے زیادہ خوب و مرغوب + درختون کے تھالے ہین۔ یا دودھ
کے بھرے ہوئے پیالے ہین + آبشار ہے۔ یا آئینہ پشت بدیوار ہے + پانی کی چادر پر جو نقش و نگار ہے۔ قلم
قدرت کا یادگار ہے + نہر کی جو ایسی اٹکھیلیون کی چال ہو۔ تو دل کیونکر نہ پامال ہو + مہتاب سرو کے ساتھ
ہم آغوش ہے۔ یا کوئی جوان سبز رنگ بادلہ پوش ہے + گلنار کو دیکھکر لعل انگارون پر لوٹتا ہے + سبزے کے
رشک سے زمرد زہر کھاتا ہے + یہ لالے ہین۔ یا آتش کے پرکالے ہین۔ جسکے دیکھنے سے جلنے کے لالے پڑتے
ہین۔ اور دل ہی دل مین داغ بڑھتے ہیں۔ چاندنی نے سبزہ مین کھیت کیا ہے۔ یا سبز مخمل پر مقیش کتر
کے چھڑک دیا ہے + گلشن کو قلم کرکے ایسا برابر کیا ہے کہ اسکے پتے اور پھولون سے گویا سبز اور سرخ بوٹیون کا غالیچہ
بچھا دیا ہے + مولسری کی بھینی بھینی خوشبو ہے۔ تو صبا کو اسی کی جستجو ہے + ہارسنگھار کی گلکاریان ہین۔ یا آگ
کی چنگاریان ہین + بیر بہوٹیان رینگتی ہین۔ یا یاقوت کا خون بہ چلا۔ لالہ زار چمن مین کھلا۔ یا چنار سے شعلہ نکل پڑا +

سب کے پہلے بہار کے علمدار بڑی شوکت اور شان کے ساتھہ نظر پڑتے ہین یعنی دورویہ سرو کے درخت
نیکبخت جوان کی طرح حسن کے جوبن سے اکڑتے ہین + زمرد کے جہاڑ کی تو کیا حقیقت ہے ؟ - جو
اسکے ساتھ تشبیہہ دون - مگر ہان لکھون - تو یون لکھون - کہ اچّھے اچھے سبز پوش ہر قطار مین کھڑے
ہوکر ناز و انداز سے انگڑائیان لے رہے ہین - یا غلمان بہشت سے آکر آسمان کو اس باغ کی خوبیون
کی خبر دے رہے ہین + نشو و نما جو ہر چیز کو بڑھاتی ہے - شاید سرو ہی کے لباس مین کمربستہ یہان آئی
ہے - یا آب و ہوا کی لطافت سے سرو کے پردے مین آپ ہی بڑھی جاتی ہے + دونون قطار کے
درمیان جو ایک حوض زمین دوز اور طویل ہے - گویا نہر سبیل اللہ سلسبیل ہے + صاف پانی سے
بھرا ہوا ہے + اسمین ہر سرو کے مقابل ایک ایک فوارہ چھوٹ رہا ہے + اُدھر سرو نے زمرد کے فوارہ
کا نقشہ اُڑا لیا - ادھر پانی کے فوارہ نے ہیرے کو پانی کر کے بہا دیا + بعد اسکے ایک مربع حوض جو بہت ستھرا
ہے - نہایت خوبصورت اور خوشنما ہے + آئینہ اُسے دیکھکر حیرت مین آتا ہے + نگاہ کا قدم پھسلا جاتا ہے + بہشت
کی نہر اسکا خزانہ ہے - آئینہ اسکا آبدار خانہ ہے - بلکہ آئینہ مین یہ روانی کہان ؟ اور وہ موجون کی سلسلہ جنبانی
کہان ؟ پانی اُسکا دودھ سے زیادہ مصفا ہے - برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے + چونکہ جو شیر خشت ہو جاے - تو روا ہے
بہتر جو یخ در بہشت بنجاے - تو بجا ہے + چارون طرف سے فوارے چھوٹتے ہین - گویا آسمان سے تارے
ٹوٹتے ہین - پانی کی زمین سے پانی کا درخت نکلنا - اور پانی ہی کے پھل پھول سے پھولنا پھلنا - خدا کی
قدرت ہے + آئینے کے چشمے سے موج کا کھڑے ہوکر چلنا اور ہوا کے ساتھہ زور کر کے اُچھلنا عجب حکمت ہے +
عقل نے جب فکر کے دریا مین غوطہ لگایا - تو روضے کے اُدھر حوض کے واقع ہونیکا سبب یون سمجھہ مین آیا
کہ نگاہ پہلے اسمین نہا کر پاک ہو لے - تب روضے کے طواف کی آرزو کرے - اور ناطقہ پہلے اسکے پانی سے کُلّیان
کر کے مُنہ صاف کر لے - تب بہار کی صفت مین گفتگو کرے + اس حوض کی یاد مین دریا کی پسلی پھڑکتی ہے -
سینے مین آگ بھڑکتی ہے - جوش کہا کر دیکھنے آتا ہے - مگر دیوار سے سر ٹکرا کر پھر جاتا ہے + جس طرف آنکھ
اُٹھائیے - ادھر ادھر خیال دوڑائیے - بیلا - چنبیلی - مونگرا - موتیا - چنپا - جوہی - کیتکی - کیوڑا - گلاب - سدا
بہار - گیندا - داؤدی - گلِ عباس - گلِ مہندی - نازبو - گلِ رعنا - گلِ فرنگ - گلِ چاندنی - خشبو -

قدرت کا گل کھلا ہے + چمن اور میدان مین صانع کی صنعت کا تماشا ہے + وہ کون مکان؟ اور کیسا گلستان؟ جو شاہجہان ایسے بادشاہ عالیجاہ کا قیام گاہ ہے + کون قصر؟ اور کیسا ایوان؟ جو جناب عالیہ بادشاہ بیگم کا آرامگاہ ہے + جس جگہ یہ دونون آفتاب ماہتاب سوتے ہین۔ چاند اور سورج دن رات اُس زمین کے نثار ہوتے ہین + تاج بی بی کا روضہ جہان مین مشہور ہے۔ اور ہر چمن اس کا جنت کی خوشبو سے معمور ہے + اکبر آباد کیا۔ بلکہ سارے ہندوستان کو اس مکان سے عزت ہوئی ہے + ہندوستان کیا۔ بلکہ تمام روے زمین کو اُس سے زینت ہوئی ہے + اس چمن کی ہوا نے جو کلیون کی بوباس نے خیال کے دماغ کو معطر کر دیا۔ تو باغ کی فضا نے دامنِ نظر کو گلچین کے دامن کی طرح پھولون سے بھر دیا +

سبحان اللہ! کیا روضہ ہے؟ کہ رضوان جسکے لطف و لطافت سے راضی و خوشنود ہے۔ بارک اللہ! کیا باغ ہے! جس مین بہشت کی ہر نعمت موجود ہے + سورج اس باغ کا ایک زرد آلو ہے + چانداس چمن کا گل شبو ہے۔ پہلے دروازے کی بلندی دیکھنے کو جو آسمان گردن اور سر اُٹھائے۔ تو اُسکو آفتاب کی پگڑی سنبھالنی دشوار ہو جائے + دونون بازو کے سرے سے محراب کی چوٹی تک کلام مجید کا سورہ چوب قلم سے جو لکھا ہے عقل اس طلسمات سے حیران ہے۔ کہ ہر حرف جیسا نزدیک سے نظر آتا ہے۔ ویسا دور سے دکھائی دیتا ہے + اس فن کے مبصر انصاف سے دیکھین۔ کہ یہ بات کیسی مشکل اور کس طرح کی تقسیم کامل ہے + سنگ مرمر پر سنگ موسی کی پچیکاری کہیے۔ یا آنکھ کی سفیدی پر پتلیون کی سیاہی کی نمود داری حرف ہین۔ یا کافور کے قرص پر مشک کے دانے پڑے ہین + لفظ ہین۔ یا ہیرے کی تختی پر نیلم کے نگین جڑے ہین + مینار آسمان کی طرف تعجب کا ہاتھ اُٹھا ئے ہے۔ کہ یہ خم دیکھیے۔ اور اس بارگاہ کے ساتھ ہمسری کا دعوی اور دم دیکھیے محراب کا خم ابرو سے اشارہ کر رہا ہے۔ کہ اندر جاکر ذرا بہار کا عالم دیکھیے + نہین! نہین! غلطی ہوئی مجھ سے + بلکہ محراب کا اشارہ یہ ہے۔ کہ پہلے حواس کو یہان طاق پر رکھ جائیے۔ تب آگے قدم بڑھائیے + پس جا اودھر چوکھٹ لانگنے کی عزیمت ہوئی۔ تو ادھر عقل اور حکمت رخصت ہوئی + سیر سے سیر ہونا تو نگاہ کے ہاتھ ہے لیکن حیرت یہان ہر قدم کے ساتھ ہے

آگیا ہے + اگر صرف تبرید تعدیل سے کام نکل جائے۔ تو کیا کہنا۔ ورنہ بحسب رائے طبیب تنقیہ کرائیے + مجکو بھی آج دسوان منفضیج ہے + پانچ سات دن کے بعد مسہل ہوگا + شب کو ناگاہ ایک نئی زمین خیال مین آئی + طبیعت نے راہ دی + غزل تمام کی + اُسی وقت سے یہ خیال مین تہا کہ کب صبح ہو۔ اور کب یہ غزل نواب صاحب کو بھیجون + خدا کرے آپ پسند کرین۔ اور میرے قبلہ جناب میر امجد علی صاحب کو سناوین اور میرے شفیق منشی نادر حسین خان صاحب اور انکے بھائی صاحب اُسکو پڑھین + پروردگار اس مجمع کو سلامت رکھے + فقط

پیر و مرشد! شب رفتہ کو مینہ خوب برسا + ہوا مین فرط برودت سے گزند پیدا ہوگیا + اب صبح کا وقت ہے + ہوا ٹھنڈی بے گزند چل رہی ہے۔ ابر تنک محیط ہے + آفتاب نکلا ہے + پر نظر مین آتا ہے +

# مولنا غلام امام شہید

شاہ غلام محمد کے بیٹے قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے + ہندوستان کے مشہور شاعر۔ مداح نبی۔ عاشق رسول کے لقب سے مشہور تھے۔ نظم مین قتیل اور مصحفی کے شاگرد تھے۔ علوم متداولہ کی تحصیل مولوی حیدر علی صاحب کے خدمت مین کی تھی + فارسی زبان خوب جانتے تھے۔ فارسی نظم و نثر مین آغا سید اسمٰعیل مازندرانی کے شاگرد تھے + سرکار نظام سے چار سو تیس (۴۳۰) روپیہ سال بلا شرط خدمت مقررہ تھے۔ وہ آخر وقت تک پاتے رہے + آپکے آبا و اجداد سب گوشہ نشین اور قناعت گزین تھے + لکھنؤ کے اطراف مین اور آگرہ۔ مراد آباد۔ رام پور۔ حیدر آباد۔ الہ آباد مین آپکے مریدین بہت تھے۔ سر سالار جنگ بہادر نواب کلب علیخان بہادر رئیس رام پور۔ سعید عالم خان رئیس سورت اور اکثر امراء و رؤسا آپ کی بڑی عزت کرتے تھے + پیرانہ سالی مین آپنے انتقال کیا +

اردو نظم اور نثر رنگین جیسا کہ اُس زمانے کا رواج تہا۔ اچھی لکھتے تھے + کلام اپنا کبھی جمع نہین کیا مجموعہ میلاد شریف اور انشائے بہار بیخزان اور قصائد و غزلیات کا ایک مجموعہ آپکی یادگار ہے +

# تاج گنج کے روضے کی تعریف

آج قلم کا دماغ پھولون کی خوشبو سے معطر ہے + کاغذ کا صفحہ آنکھ کی سفیدی کی طرح منور ہے + نقطہ ڈورا رگ گل کی طور پر رنگین ہے + نگاہ کا رشتہ گلدستہ کے مانند بہارین ہے + کس واسطے کہ مجھے ایک باغ اور مکان کی صفت لکھنی منظور ہے جس کے سیر سے چشم مردم مین نور ہے + اُسکے صحن اور دالان مین خدا کی

باپ مرگیا+ آٹھ برس کا تھا جو چچا مرگیا+ سنہ ۱۸۳۰ء مین کلکتے گیا+ نواب گورنر جنرل سے ملنے کی
درخواست کی+ دفتر دیکھا گیا+ میری ریاست کا حال معلوم کیا گیا+ ملازمت ہوئی+ سات پارچے-
اور جیغہ سرپیچ- مالاے مروارید+ تین رقم خلعت ملا- زان بعد جب دلی مین دربار ہوا- مجکو بھی خلعت
ملتا رہا+ بعد غدر بجرم مصاحبت بہادر شاہ دربار و مصاحبت دونون بند ہو گئے+ میری بریت کی
درخواست گذری+ تحقیقات ہوتی رہی+ تین برس کے بعد پنڈ چھٹا+ اب خلعت معمولی ملا+ غرض کہ
خلعت ریاست کا ہے+ عوض خدمت نہین- انعامی نہین+ معوج الذہن نہین ہون+ غلط فہم نہین
ہون- بدگمان نہین ہون- جو جسکو سمجھ لیا- اُسمین فرق نہین آتا+ دوست سے راز نہین چھپاتا+ کسی
صاحب نے حیدرآباد سے گمنام خط ڈاک مین بھیجا+ بند بُری طرح کیا تھا+ کھولتے مین سطر کٹ گئی+ بارے
مطلب ہاتھ سے نہین جاتا رہا+ بھیجنے والے کی غرض یہ تھی- کہ مجکو تم سے رنج و ملال ہو+ قدرت خدا
کی+ کہ میری محبت اور بڑھ گئی- اور مین نے جانا کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو+ وہ خط بجنسہ تمہارے پاس
اس خط مین ملفوف کرکے بھیجتا ہون+ زنہار دستخط کو پہچان کر کاتب سے جھگڑا نہ کرنا+ مدعا اس خط
کے بھیجنے سے یہ ہی- کہ تمہاری ترقی منصب اور افزونی مشاہرہ اس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی+ فقط+

## نواب انوار الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام

کیونکر کہون- مین دیوانہ نہین ہون؛ ہان اتنے ہوش باقی ہین- کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہون+
یہ کیا ہوشمندی ہے؟ کہ قبلۂ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہون- نہ القاب نہ آداب- نہ بندگی- نہ تسلیم+ سن
غالب ہم تجھسے کہتے ہین- بہت مصاحب بنین+ ایاز قدر خود بشناس+ مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد
رات کو دو نو نو بیت کی غزل لکھی ہین- اور آپ اپنے کلام پر وجد کرتا ہے- مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے؟
پہلے القاب لکھ- پھر بندگی عرض کر- پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ- پھر عنایت نامے کے آنے کا شکر
ادا کر- اور یہ کہہ کہ جو مین تصور کر رہا تھا- وہ ہوا+ یعنی جس دن صبح کو مین نے خط بھیجا- اسی دن آخر
روز حضور کا فرمان پہونچا+ معلوم ہوا- کہ حرارت ہنوز باقی ہے+ انشاءاللہ تعالی رفع ہو جائیگی- موسم اچھا

کبھی تھا ہی نہین+ سامعہ باطل بہت دن سے تھا+ وہ بھی رفتہ رفتہ حافظہ کی مانند معدوم ہو گیا+
اب مہینہ بھر سے یہ حال ہے۔ کہ جو دوست آتے ہین۔ رسمی پرسش مزاج سے بڑھ کر جو بات ہوتی ہے
کاغذ پر لکھ دیتے ہین+ غذا مفقود ہے+ صبح کو قند اور بادام مقشر۔ دوپہر کو گوشت کا پانی۔ سر شام تلے
ہوئے چار کباب۔ سوتے وقت پانچ روپیہ بھر شراب۔ اور اسی قدر گلاب+ خرف ہون+ پوچ ہون+
عاصی ہون فاسق ہون+ روسیاہ ہون+ یہ شعر میر تقی کا حسب حال ہے+ شعر

| | |
|---|---|
| مشہور ہین عالم مین مگر ہون بھی کہین ہم | القصہ نہ درپے ہون ہمارے کہ نہین ہم |

آج اسوقت کچھ افاقت تھی+ ایک اور خط ضروری لکھنا تھا+ بکس کھولا+ تو تمہارا خط نظر پڑا+ مکرر
پڑھنے سے معلوم ہوا۔ کہ بعض مطالب کے جواب لکھے نہین گئے۔ ناچار اب کتابت جداگانہ مین لکھتا
ہون۔ تاکہ خلعت کا حال اور میرے اور حالات تمکو معلوم ہو جایئن۔ کہ مین قوم کا ترک سلجوقی ہون+
دادا میرا ماوراءالنہر سے شاہ عالم کے وقت مین ہندوستان مین آیا+ سلطنت ضعیف ہو گئی تھی+
صرف پچاس گھوڑے نقارہ نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا+ ایک پرگنہ سیر حاصل ذات کی تنخواہ
اور رسالے کی تنخواہ مین پایا+ بعد انتقال اُسکے جو طوائف الملوکی کا ہنگامہ گرم تھا۔ وہ علاقہ نرہا+
باپ میرا عبداللہ خان بہادر لکھنؤ جاکر نواب آصف الدولہ کا نوکر رہا+ بعد چند روز حیدرآباد جاکر
نواب نظام علی خان کا نوکر ہوا+ تین سو سوار کی جمعیت سے ملازم رہا+ کئی برس وہان رہا+ وہ نوکری
ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے مین جاتی رہی+ والد نے گھبرا کر الور کا قصد کیا۔ اور راجہ بختاور سنگھ کا نوکر ہوا+
وہان کسی لڑائی مین مارا گیا۔ نصراللہ خان بیگ بہادر میرا چچا حقیقی مرہٹون کی طرف سے
اکبرآباد کا صوبہ دار تھا+ اسنے مجھے پالا+ ۱۸۰۶ء مین جب جنرل لیک صاحب کا عمل ہوا صوبہ داری
کمشنری ہو گئی۔ اور صاحب کمشنر ایک انگریز مقرر ہوا+ میرے چچا کو جنرل لیک صاحب نے
سوارون کی بھرتی کا حکم دیا+ چار سو سوارون کا برگیڈیر ہوا+ ایک ہزار سات سو روپیہ ذات کا اور
لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر حین حیات علاوہ سال بھر مرزبانی کے تھی۔ کہ بمرگ ناگہانی مر گیا
رسالہ برطرف ہو گیا+ ملک کی عوض نقدی مقرر ہو گئی+ وہ اب تک پاتا ہون+ پانچ برس کا تھا۔ جو

بھلا کیونکر نہ تڑپے گا؟ صلاح اس امر میں نہیں بتائی جاتی۔ دعا کو دخل نہیں۔ دوا کا لگاؤ نہیں۔ پہلے بیٹا مرا پھر باپ مرا۔ مجھسے اگر کوئی پوچھے۔ کہ بے سروپا کس کو کہتے ہیں؟ تو میں کہونگا۔ کہ یوسف مرزا کو۔ تمہاری دادی لکھتی ہیں۔ کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا۔ یہ بات سچ ہے؟ اگر سچ ہے تو جوان مرد ایک بار دونوں قیدوں سے چھوٹ گیا۔ نہ قید حیات رہی۔ نہ قیدِ فرنگ۔

## نواب میر غلام بابا خان

جناب نواب صاحب میں آپکے اخلاق کا شاکر اور آپکے یاد آوری کا ممنون اور آپکے دوام دولت کا دعاگو ہون۔ اگر بوڑھا اور اپاہج نہ ہوتا۔ تو ریل کی سواری میں مقرر آپ تک پہونچتا اور آپکے دیدار سے مسرت اندوز ہوتا۔ آپ میرے شفیق اور میرے محسن ہین۔ خدا آپکو ہمیشہ سلامت با کرامت رکھے۔ خط کے دیر دیر لکھنے کا سبب ضعف و نقاہت ہے۔ اگر میرے اوقات شبا روزی اور میرے حالات آپ دیکھیں۔ تو تعجب کرینگے۔ کہ یہ شخص جیتا کیون ہے۔ صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا رہنا۔ اور پھر دم بدم پیشاب کو اٹھنا ان مجموع مصائب میں سے ایک ادنی مصیبت یہ ہے۔ ۱۲۸۵ ہجری شروع ہوئی۔ ۱۲۱۲ھ کی ولادت ہے۔ اب کی رجب کے مہینہ سے ستروان سال شروع ہوگا۔ سترا بہترا بہرا بوڑھا اپاہج آدمی ہون۔ جو عنایت تم میرے حال پر فرماتے ہو صرف تمہاری خوبی ہے۔ میں کسی لائق نہیں۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ چہار شنبہ ۳۱۔ مئی ۱۸۶۷ء

## بنام منشی حبیب اللہ خان ذکا

صبح جمعہ دہم شوال ۱۲۸۳ھ ۱۵۔ فروری ۱۸۶۷ء۔ بھائی میں نہیں جانتا۔ کہ تمکو مجھسے اتنی ارادت اور مجھکو تم سے اتنی محبت کیون ہے۔ ظاہراً معاملہ عالم ارواح ہے۔ اسباب ظاہری کو اسمین دخل نہیں۔ تمہارے خط کا جواب مع اوراق مسودہ روانہ ہو چکا ہے۔ وقت پر پہونچے گا۔ سترا بہترا اردو میں ترجمہ پیرِ خرِف ہے۔ میری نہتر برس کی عمر ہے۔ پس میں اخرف ہون۔ حافظہ گویا

مین نے کہا "سبحان اللہ"! + شعر

| | | | |
|---|---|---|---|
| | کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما | | فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما |

سہ شنبہ ۳ مارچ کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھکو بلایا خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے یہان دربار و خلعت کی بحالی ہے - انبالے جاؤ گے تو دربار و خلعت پاؤ گے" عرض کیا گیا کہ "حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا - لارڈ صاحب بہادر کا حکم سن لیا - مین نہال ہوگیا + اب یہان سے کہان جاؤن؟ جیتا رہا - تو دربار مین کامیاب ہو رہونگا" + شعر

| | | | |
|---|---|---|---|
| | کارِ دُنیا کسے تمام نکرد | | ہرچہ گیرید مختصر گیرید |

## بنام یوسف مرزا

کوئی ہے؟ ذرا یوسف مرزا کو بلائیو! لو صاحب! وہ آئے - میان! مین نے خط کل تمکو بھیجا ہے - مگر تمہارے ایک سوال کا جواب رہ گیا ہے + اب سُنو + تفضل حسین خان اپنے ماموں مؤیدالدین خان پاس میرٹھ ہے - شاید دلّی آیا ہو مگر میرے پاس نہین آیا + والدادن کے غلام علی خان اکبرآباد مین ہین - مکتب داری کرتے ہین - لڑکے پڑھاتے ہین + روٹی کھاتے ہین + تم لکھتے ہو - کہ پچاس محل واجد علی شاہ کے کلکتے گئے - تمہارے ماموں محمد قلی خان کے خط مین لکھتے ہین - کہ شاہ اودھ بنارس گئے + اس خبر کو اُس خبر کے ساتھ منافات نہین ہے - ادھر سے آپ بنارس کو چلے ہون - اُدھر سے بیگمات کو وہان بلایا ہو + مگر میری جان! ہم کو کیا ۵

عالم پس مرگ ما چہ دریا چہ سراب +

۳

یوسف مرزا! کیونکر تجکو لکھون کہ تیرا باپ مرگیا + اگر لکھون تو پھر آگے کیا لکھون؟ کہ اب کیا کرو + مگر صبر + یہ ایک شیوۂ فرسودہ ابنائے روزگار کا ہے + تعزیت یون ہی کیا کرتے ہین - اور یہی کہا کرتے ہین - کہ صبر کرو + ہائے! ایک کا کلیجہ کٹ گیا ہے - اور لوگ اُسے کہتے ہین - کہ تو نہ تڑپ

لارڈ صاحب بہادر نے میرٹھ مین دربار کیا۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی اہالی دہلی کو ساتھ لے گئے + مین نے
کہا۔ کہ "مین بھی چلون؟" فرمایا کہ "نہین" جب لشکر میرٹھ سے دلی آیا۔ مین موافق اپنے دستور کے روز ورود
لشکر مخیم مین گیا + میرمنشی صاحب سے ملا + اُنکے خیمہ مین سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر
کے پاس بھیجا + جواب آیا کہ "تم غدر کے دنون مین بادشاہ باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ اب گورنمنٹ
کو تم سے ملنا منظور نہین" + مین گدائے مبرم۔ اس حکم پر ممنوع نہ ہوا + جب لارڈ صاحب بہادر
کلکتہ پہونچے۔ مین نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیجدیا + مع اس حکم کے واپس آیا کہ "اب یہ چیزین
ہمارے پاس نہ بھیجا کرو" + مین مایوس مطلق ہوکر بیٹھ رہا۔ اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا + اواخر ماہ گذشتہ
یعنی فروری ۱۸۶۳ء مین نواب لفٹننٹ گورنر پنجاب دلی آئے۔ اہالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر
بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس دوڑے۔ اور اپنے نام لکھوائے + مین تو بیگانہ محض اور مطرود حکام
تھا + جگہ سے نہ ہلا + کسی سے نہ ملا + دربار ہوا + ہر ایک کامگار ہوا + شنبہ ۸ فروری کو آدادا منشی من پھول سنگھ
صاحب کے خیمہ مین چلا گیا + اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹری بہادر کے پاس بھیجا + بُلا لیا + مہربان پاکر
نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی + وہ بھی حاصل ہوئی + وہ حاکم جلیل القدر کی وہ عنایتین دیکھین
جو میرے تصور مین بھی نہ تھین + جملہ معترضہ + میرمنشی لفٹننٹ گورنری سے سابقہ معرفت نہ تھا + وہ
بطریق حسن طلب میرے خواہان ہوئے۔ تو مین گیا + جب حکام بمجرد استدعا مجھسے بے تکلف ملے۔ تو مین
قیاس کرسکتا ہون۔ کہ میرمنشی کی طرف سے حسن خلق بپایۂ حکام ہوگا + بقیہ روداد یہ ہے۔ کہ دوشنبہ
مارچ کو سواد شہر مخیم خیام گورنری ہوا + آخر روز مین اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اظہار حسین خان صاحب
بہادر کے پاس گیا + اثنائے گفتگو مین فرمایا۔ کہ "تمہارا دربار اور خلعت بدستور بحال و برقرار ہے" متحیرانہ
مین نے پوچھا کہ "حضرت! کیونکر؟" حضرت نے کہا۔ کہ "حاکم حال نے ولایت سے آکر تمہارے علاقہ
کے سب کاغذ انگریزی و فارسی دیکھے۔ اور بااجلاس کونسل حکم لکھوایا۔ کہ اسد اللہ خان کا دربار اور نمبر
اور خلعت بدستور بحال و برقرار ہے" مینے پوچھا کہ "حضرت! یہ امر کس عمل پر متفرع ہوا؟" فرمایا۔ کہ "ہمکو کچھ
معلوم نہین۔ بس اتنا جانتے ہین۔ کہ یہ حکم دفتر مین لکھوا کر ۱۴ دن یا ۱۵ دن بعد ادھر کو روانہ ہوئے ہین"

نہ جواب + نہ مہربانی کرتے ہین۔ نہ عتاب + خیر اُس سے قطع نظر کی + اب سنئے ادھر کی + ۱۸۵۶ء سے
بموجب تحریر وزیر عطیہ شاہی کا امیدوار ہون + تقاضا کرتے ہوئے شرماؤن۔ اگر گنہگار ہون + گنہگار
ٹھہرتا۔ تو گولی یا پھانسی سے مرتا + اس بات پر کہ مین بے گناہ ہون مقید اور مقتول نہ ہونے سے آپ
اپنا گواہ ہون + پیشگاہ گورنمنٹ کلکتہ مین جب کوئی کاغذ بھجوایا بقلم چیف سکتر اُسکا جواب
پایا ہے + ابکی بار دو کتابین بھیجین + ایک پیشکش گورنمنٹ۔ اور ایک نذر شاہی ہے + نہ اُسکے قبول
کی اطلاع۔ نہ اُسکے ارسال سے آگاہی ہے + جناب سر ولیم میور صاحب بہادر نے بھی عنایت فرمائی
اُنکی بھی کوئی تحریر مجکو نہ آئی + یہ سب ایک طرف۔ اب خبرین ہین مختلف + کہتے ہین۔ کہ چیف سکتر
بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے + یہ کوئی نہین کہتا۔ کہ اُنکی جگہ کون سے صاحب عالیشان چیف سکتر
ہوئے + مشہور ہے۔ کہ جناب ولیم میور صاحب صدر بورڈ مین تشریف لے گئے۔ یہ کوئی نہین بتاتا۔ کہ لفٹنٹ
گورنری کی سکرٹیری کا کام کس کو دے گئے + آپکا حال کوئی نہین کہتا۔ کہ آپ کہان ہین + ہان از روے
قیاس جانتا ہون۔ کہ آپ اُسی منصب۔ اور اُسی دفتر مین شاد و شادمان ہین + جو اب لفٹنٹی کے
سکرٹیری ہوئے ہونگے۔ اُنسے علاقہ رہتا ہوگا + میور صاحب بہادر سے کاہے کو ملنا ہوتا ہوگا + لفٹنٹ
گورنری اور صدر بورڈ یہ دونون محکمے الہ آباد آگئے۔ یا آئین گے + بہرحال۔ آپ اب کیون آگرہ کو
جائین گے؟ نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی بھی خبر مین اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ
۲۰ جنوری کو گئے + کوئی کہتا ہے۔ فروری مین کوچ فرمائین گے + مین تو اُدھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا +
ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا + مگر یہ چاہتا ہون۔ کہ حقیقت واقعی پر کما حقہ اطلاع حاصل ہو تا کہ تسلی
خاطر اور تسکین دل ہو۔ اگر ان مطالب کا جواب نہ مجمل بلکہ مفصل۔ نہ دیر بلکہ جلد مرحمت کیجیے گا۔ تو گویا
مجکو مول لے لیجئے گا + زیادہ اس سے کیا لکھون + فقط +

## ۲

پایانِ شب سیہ سپید است
در نومیدی بسے امید است

قبلہ! آج آپکی خوشی و خوشنودی کے واسطے اپنی روداد لکھتا ہون + ۱۸۶۰ء مین

ساتھ وہ کیا۔ جو بوئے پیرہن یوسفؑ نے یعقوبؑ کے ساتھ کیا تھا۔ میاں یہ ہم تم بوڑھے ہیں۔ یا جوان ہیں۔ توانا ہیں۔ یا ناتوان ہیں۔ بڑے بیش قیمت ہیں۔ یعنی بہرحال غنیمت ہیں۔ کوئی جلا بھنا کہتا ہے + **شعر**

| یادگارِ زمانہ ہیں ہم لوگ | یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ |
| --- | --- |

وہی بالاخانہ ہے۔ اور وہی میں ہوں + سیڑھیوں پر نظر ہے۔ کہ وہ میر مہدی آئے۔ وہ میر سرفراز حسین آئے + وہ یوسف مرزا آئے + وہ میرن آئے + وہ یوسف علیخان آئے + مرے ہوؤں کا نام نہیں لیتا۔ بچھڑے ہوؤں میں سے کچھ گنے ہیں + اللہ اللہ ہزاروں کا میں ماتم دار ہوں۔ میں مروں گا تو مجھکو کون روئے گا؟ سنو غالب رونا پیٹنا کیا؟ کچھ اختلاط کی باتیں کرو + کہو میر سرفراز حسین سے کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھواؤ۔ اور میرن صاحب کو بلاؤ + کل شام کو یا پرسوں شام کو میر اشرف علی صاحب میرے پاس آئے تھے + کہتے تھے۔ کہ کل یا پرسوں پانی پت کو جاؤنگا + میں نے انکی زبانی کچھ پیام میرن صاحب کو بھیجا ہے۔ اگر بھول نہ جائینگے + خلاصہ اُسکا یہ ہے۔ کہ صاحب ابن سیدین نہیں ہو۔ غلام اشرف نہیں ہو + اگر منظور کیجیے۔ تو میں صوفی ہوں + ہمہ اوست کا دم بھرتا ہوں بموجب مصرع کے مصرع دل بدست آور کہ حج اکبر است + تم سے کب انکار کرتا ہوں؟ اگر مرزا کو میر کی جگہ مانو۔ تو خوش + اگر غلام اشرف جانو۔ تو راضی + رات کو اپنے گھر میں باتیں بناؤ + دن کو مجھے جی بہلاؤ۔ قصہ مختصر کرو۔ اور جلد کرو۔ اسید الور کا جو حال لکھتے ہو۔ وہ سچ ہے + راجپوت الساہی کچھ کرتے ہیں + مگر مہاراجہ مسلمانوں کا دم بھرتے ہیں + فقط

## خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

قبلہ کبھی آپکو یہ بھی خیال آتا ہے۔ کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے۔ وہ کیا کھاتا پیتا ہے؟ اور کیونکر جیتا ہے؟ پنشن قدیم اکیس مہینہ سے بند۔ اور میں سادہ دل فتوح جدید کا آرزو مند + اُس پنشن کا احاطہ پنجاب کے حکام پر مدار ہے۔ تو انکا یہ شیوہ اور یہ شعار ہے۔ کہ نہ روپیہ دیتے ہیں +

بندہ پرور! آپکو پہلے یہ لکھا جاتا ہے۔ کہ میرے دوستِ قدیم میر کرم حسین صاحب کی خدمت مین میرا سلام کہنا۔ اور یہ کہنا کہ ابتک جیتا ہون۔ اور اس سے زیادہ میرا حال مجکو بھی معلوم نہین۔ مرزا حاتم علی مہر کی جناب مین میرا سلام کہنا۔ اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھ دینا۔ شعر

| | | | |
|---|---|---|---|
| شرطِ اسلام بود ورزشِ ایمان بالغیب | | اے تو غائب ز نظر مہرِ تو ایمانِ من است | |

تمہارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا۔ کہ اسکے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہونچا۔ صاحب جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہو۔ اور وہ اُسمین بے تکلف عمر بسر کرے۔ اُسکا نام عیش ہے۔ تمہاری توجہ مفرط بطرف شعر و سخن کے تمہاری شرافتِ نفس اور حسنِ طبع کی دلیل ہے۔ اور بھائی یہ جو تمہاری سخن گستری ہے۔ اسکی شہرت مین میری بھی تو نام آوری ہے۔ میرا حال اس فن مین اب یہ ہے۔ کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گیا۔ مگر ہان اپنے ہندی کلام مین سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے۔ سو گاہ گاہ جب دل الٹنے لگتا ہے تب دس بار یہ مقطع زبان پر آجاتا ہے۔ شعر

| | | | |
|---|---|---|---|
| زندگی اپنی اسی ڈھب سے جو گذری غالبؔ | | ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے | |

پھر جب سخت گھبراتا ہون۔ اور تنگ آتا ہون۔ تو یہ مصرع پڑھکر چپ ہو جاتا ہون۔ مصرعہ
اے مرگِ ناگہان تجھے کیا انتظار ہے۔ یہ کوئی نہ سمجھے۔ کہ مین اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم مین مرتا ہون جو دکھ مجکو ہے اُسکا بیان تو معلوم۔ مگر اُس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہون۔ انگریزون کی قوم مین سے جوانِ سیاہ روکالون کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اُس مین میرا کوئی امیدگاہ تھا۔ اور کوئی میرا شفیق تھا اور کوئی میرا دوست۔ اور کوئی میرا یار۔ اور کوئی میرا شاگرد۔ ہندوستانیون مین کچھ عزیز کچھ دوست۔ کچھ شاگرد کچھ معشوق۔ سو وہ سب کے سب خاک مین مل گئے۔ ایک عزیز کا ماتم کتنا سخت ہوتا ہے؟ جو اتنے عزیزون کا ماتم دار ہو۔ اُسکو زیست کیونکر نہ دشوار ہو؟ ہاے! اتنے یار مرے۔ کہ جو اب مین مرونگا تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا۔ فقط۔

## میر مہدی کے بھائی میر سرفراز حسین کے نام

نورِ چشم راحتِ جان میر سرفراز حسین جیتے رہو۔ اور خوش رہو۔ تمہارے دستخطی خط نے میرے

رقیب بمعنی مخالف- یعنی شوق سروسامان کا دشمن ہے- دلیل یہ ہے کہ قیس جو زندگی مین ننگا پڑا پھرتا تھا- تصویر کے پردے مین بھی ننگا ہی رہا+ لطف یہ ہے کہ مجنون کی تصویر ہاتھ عریان ہی کھچتی ہے- جہان کھچتی ہے ؎

| زخم نے داد نہ دی تنگیِ دل کی یارب | تیر بھی سینۂ بسمل سے پرافشان نکلا |
|---|---|

یہ ایک بات مین نے اپنے طبیعت سے نئی نکالی ہے- جیساکہ اس شعر مین شعر

| نہین ذریعۂ راحت جراحتِ پیکان | وہ زخم تیغ ہے جسکو کہ دلکشا کہئے |
|---|---|

یعنی زخم تیر کی تو ہین بسبب ایک رخنہ ہونے کے- اور تلوار کے زخم کی تحسین بہ سبب ایک طاق سا کھل جانے کے زخم نے داد نہ دی+ تنگی دل کی کیا داد دیتا؟ وہ تو خود ضیق مقام سے گھبراکر پرفشان اور سراسیمہ نکل گیا-

نامۂ غالب کا مکتوب الیہ رحیم بیگ نامی میرٹھ کا رہنے والا ہے+ دس برس سے اندھا ہوگیا ہے+ کتاب پڑھ نہین سکتا+ سُن لیتا ہے+ عبارت لکھ نہین سکتا- لکھوا دیتا ہے+ بلکہ اسکے ہموطن ایسا کہتے ہین- کہ وہ قوت علمی ہی نہین رکھتا+ اورون سے مدد لیتا ہے+ اہلِ دہلی کہتے ہین- کہ مولوی امام بخش صہبائی سے اُسکو تلمذ نہین ہے+ اپنا اعتبار بڑھانے کو اپنے کو انکا شاگرد بتاتا ہے+ مین کہتا ہون کہ واے اس ہیچ در ہیچ پر جسکو صہبائی کا تلمذ موجب عز و وقار ہو+ رسالہ اُس کا قاطع برہان دہلی پہونچکر ڈہونڈونگا+ اگر مل گیا تو خدمت مین پہونچیگا+ جناب مستطاب میر قاسم علیخان صاحب صادق القول ہین+ میرے گھر آئے ہونگے+ دروازہ بند پایا ہوگا+ مگر ایک خدشہ ہے کہ حضرت مین اور میرے بھائی مرزا علی بخش خان مین بہت ربط و اتحاد تھا- اور وہ مرحوم خداایش بیامرزاد کذب و گزاف مین ضرب المثل تھا+ اس تصور سے اگر اس جملے کے سچ جانے مین تامل کرون- تو میرا تامل بیجا نہوگا+ بہرحال میرا سلام کہئے گا+ والسلام+

## منشی ہرگوپال تفتہ کے نام

| رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی مین معاف | آج کچھ درد مرے دل مین سوا اٹھتا ہے |
|---|---|

کے احسان کو اُس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجئے گا + ہائے میرجان جاگوب! کیا جوان مارا گیا ہے؟ سچ اُسکا یہ شیوہ تھا۔ کہ اُردو کی فکر کو مانع آتا۔ اور فارسی زبان مین شعر کہنے کی رغبت دلوتا بندہ پرور یہ بھی اُنھین مین سے ہے۔ کہ جنکا مین ماتمی ہون + ہزارہا دوست مر گئے + کس کو یاد کرون؟ اور کس سے فریاد کرون؟ جیون۔ تو کوئی غمخوار نہین۔ اور مرون تو کوئی عزادار نہین + غزلین آپکی دیکھین۔ سبحان اللہ چشم بددور! اردو کی راہ کے تو سالک ہو + گویا اس زبان کے مالک ہو + فارسی سے بھی یہ خوبی مین کم نہین + مشق شرط ہے + اگر کیے جاوٴگے۔ لطف پاوٴگے۔ میرا تو بقول طالب آملی اب یہ حال ہے ؎

| لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی | دہن بر چہرہ زخمی بود و بہ شد |
|---|---|

جب آپ بغیر خط کے بھیجے مجکو لکھا ہو۔ تو کیونکر مجکو اپنے خط کے جواب کی تمنا ہو + پہلے تو اپنا حال لکھیئے۔ کہ مینے سُنا تھا۔ آپ کہین کے صدرامین ہین۔ پھر آپ اکبرآباد مین کیون خانہ نشین ہین؟ اس ہنگامہ مین آپکی صحبت حکام سے کیسی رہی + فقط

جواب کا طالب غالب

## مولوی عبدالرزاق صاحب شاکر کے نام

قبلہ۔ پہلے معنی ابیات ہے معنی سُنئے۔ شعر

| نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا | کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا |
|---|---|

ایران مین رسم ہے۔ کہ داد خواہ کاغذ کے کپڑے پہنکر حاکم کے سامنے جاتا ہے۔ جیسے مشعل دن کو جلانا۔ یا خون آلودہ کپڑا بانس پر لٹکا کر لیجاتا۔ پس شاعر خیال کرتا ہے۔ کہ نقش کس کی شوخی تحریر کا فریادی ہے؟ کہ جو صورتِ تصویر ہے + اُسکا پیرہن کاغذی ہے۔ یعنی ہستی اگرچہ مثل تقدیر اعتبارِ محض ہو۔ موجب رنج و ملال و آزار ہے + دوسرا شعر

| شوق ہر رنگ رقیبِ سروسامان نکلا | قیس تصویر کے پردے مین بھی عریان نکلا |
|---|---|

مسی مالیدہ سر انگشت حسینان لکھیے — داغ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہیے
خاتمِ دستِ **سلیمان** کے مشابہ لکھیے — سرِ پستانِ پریزاد سے مانا کہیے
اخترِ سوختہ **قیس** سے نسبت دیجے — خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ **لیلا** کہیے
**حجر الاسود** دیوار حرم کیجیے فرض — نافہ آہوے بیابان **ختن** کا کہیے
وضع مین اُسکو اگر مانیے قافِ تریاق — رنگ مین سبزۂ نوخیزِ **مسیحا** کہیے
کیون اسے قفلِ درِ گنجِ محبت لکھیے — کیون اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہیے
کیون اسے تکمۂ پیراہنِ **لیلا** لکھیے — کیون اسے نقشِ پَے ناقۂ **سلما** کہیے
بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجیے فرض — اور اس چکنی سُپاری کو سویدا کہیے

آپکے خط کے جواب نے انجام پایا + اب میرا دردِ دل سُنو - برخوردار منشی **شیونرائن** نے میرے دو خطون کا جواب نہین لکھا - اور وہ خطوط جواب طلب تھے + تم اُنکو میری دعا کہو - اور کہو کہ میان میرا کلام بند ہے + اس مطلب خاص کا جواب جلد لکھو - یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے - تو جلد بھیجو - اور اگر اُسکے بھیجنے مین دیر ہے - تو یہ لکھ بھیجو - کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی + فقط -

جواب کا طالب غالب

۳

بہت سہے غمِ گیتی شراب کم کیا ہے — غلامِ ساقیِ کوثر ہون مجکو غم کیا ہے
سخن مین خامۂ **غالب** کی آتش افشانی — یقین ہے ہمکو بھی لیکن اب اسمین دم کیا ہے

علاقۂ محبتِ ازلی کو حق مان کر اور حقوق غلامی جناب مرتضیٰ علی علیہ السلام کو سچ جان کر ایک بات اور کہتا ہون - کہ بینائی اگرچہ سب کو عزیز ہے - مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے + مانا کہ روشناسی اُس کے اجارے مین آئی ہے - یہ بھی دلیل آشنائی ہے + کیا فرض ہے کہ جب تک دید وادید نہ ہوئے اپنے کو بیگانہ بلکہ گر سمجھین ؟ سلام کے جواب مین خط بہت بڑا احسان ہے + خدا کرے وہ خط جسمین مینے آپکو سلام لکھا تھا آپکی نظر سے گذر گیا ہو + احیاناً اگر نہ دیکھا ہو - تو اب مرزا **تفتہ** سے لیکر پڑھ لیجیے گا - اور خط کے لکھنے

کتنا خوب ہے! اُردو کا کیا اچھا اسلوب ہے+ قصیدہ کا مشتاق ہون+ خدا کرے جلد چھاپا جاے تو ہمارے دیکھنے مین بھی آئے+

کیا کہیے۔ بھلا کہیے۔ یہ زمین ایک بار یہان طرح ہوئی تھی۔ مگر بحر اور ہی تھی وہ غزل یہ ہے+

## غزل

کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے — تمھین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے

نہ کہیو طعن سے پھر تم کہ ہم ستمگر ہین — مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہیے

نہین ذریعۂ راحت جراحتِ پیکان — وہ زخمِ تیغ ہے جسکو کہ دلکشا کہیے

جو مدعی بنے اُسکے نہ مدعی بنیے — جو ناسزا کہے اُسکو نہ ناسزا کہیے

کہین حقیقتِ جانکاہیِ مرض لکھیے — کہین مصیبتِ ناسازیِ دوا کہیے

کبھی شکایتِ رنجِ گران نشین کیجے — کہین حکایتِ صبرِ گریزپا کہیے

رہے نہ جان تو قاتل کو خون بہا دیجے — کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے

نہین بہار کو فرصت نہو بہار تو ہے — طراوتِ چمن و خوبیِ ہوا کہیے

سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب — خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے

اور وہ جو فاعلاتن۔ فعلاتن فعلاتن فعلن۔ یہ بحر ہے+ اسمین ایک قطعہ ہے۔ کہ وہ مینے کلکتہ مین کہا تھا۔ تقریب یہ ہے۔ کہ مولوی **کرم حسین** صاحب ایک میرے دوست تھے+ اُنہون نے ایک مجلس مین چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کفِ دست پر رکھکر مجھ سے کہا۔ کہ اُسکی کچھ تشبیہات نظم کیجیے"۔ مینے وہان بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ لکھکر اُنکو دیا۔ اور صلہ مین وہ ڈلی اُنسے لی+ وہ قطعہ لکھتا ہون۔ **قطعہ**

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی — زیب دیتا ہے اُسے جسقدر اچھا کہیے

خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے — ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیے

مہرِ مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھیے — حرزِ بازوے شگرفانِ خود آرا کہیے

| | | |
|---|---|---|
| جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو | ۲ | اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا |
| ہم کہان قسمت آزمانے جائین | ۳ | تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا |
| ہے خبر گرم اُنکے آنے کی | ۴ | آج ہی گھر مین بوریہ نہ ہوا |
| کیا وہ نمرود کی خدائی تھی | ۵ | بندگی مین مرا بھلا نہ ہوا |
| جان دی دی ہوئی اسی کی تھی | ۶ | حق تو یون ہے کہ حق ادا نہ ہوا |
| زخم گر دب گیا لہو نہ تھما | ۷ | کام گر رُک گیا روا نہ ہوا |
| رہزنی ہے کہ دلستانی ہے | ۸ | لیکے دل دلستان روانہ ہوا |
| کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہین | ۹ | آج غالب غزل سرا نہ ہوا |

جواب کا طالب غالب

## ۲

بندہ پرور! آپکا خط کل پہونچا۔ آج جواب لکھتا ہون + وا دریغا کتنا شتاب لکھتا ہون + مطلب مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے + پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے۔ کہ برابر کئی خطون مین تمکو غم و اندوہ کا شکوہ گزار پایا ہے + پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہے۔ تو شکایت کی کیا گنجائش ہے؟ بلکہ یہ غم تو نصیب دوستان درخور افزائش ہے ۔بقول غالب علیہ الرحمۃ۔ **بیت**

| | |
|---|---|
| کسی کو دے کے دل کوئی نواسنج فغان کیون ہو | نہ ہو جب دل ہی پہلو مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو |

ے ہے حُسن مطلع اب ۵ یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے؟ ہوا تو دوست جسکا دشمن اُسکا آسمان کیون ہو؟ + افسوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے۔ اور اگر خدانخواستہ باشد غمِ دنیا ہے تو بھائی ہمارے ہمدرد ہو + ہم اس بوجھ کو مردانہ اُٹھا رہے ہین۔ تم بھی اُٹھاؤ اگر مرد ہو + بقول غالب مرحوم **شعر**

| | |
|---|---|
| دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر | نہ گریہ سحری ہے نہ آہِ نیم شبی ہے |

سحر ہوگی خبر ہوگی۔ اس زمین مین وہ شعر یعنی **شعر**

| | |
|---|---|
| تمہارے واسطے دل سے مکان کوئی نہین بہتر | جو آنکھون مین تمہین رکھون تو ڈرتا ہون نظر ہوگی |

# انتخاب از رقعات

## ۱- بنام مرزا حاتم علی مہر

مرزا صاحب! مین نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے۔ کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے + ہزار کوس سے بزبانِ قلم باتین کیا کرو + ہجر مین وصال کے مزے لیا کرو + کیا تمنے مجھ سے بات کرنیکی قسم کھائی ہے؟ اتنا تو کہو۔ کہ یہ کیا بات تمھارے جی مین آئی ہے؟ برسون ہو گئے۔ کہ تمھارا خط نہین آیا + نہ اپنی خیر و عافیت لکھی۔ نہ کتابون کا بیورا بھجوایا + ہان مرزا تفتہ نے ہاترس سے یہ خبر دی ہے۔ کہ پانچ ورق پانچ کتابون کے آغاز کے دے آیا ہون۔ اور اُنھون نے سیاہ قلم کی لوحون کی تیاری کی ہے + یہ تو بہت دن ہوئے جو تمنے خبر دی ہے۔ کہ دو کتابون کی طلائی لوح مرتب ہو گئی ہے + پھر اب اُن دو کتابون کی جلدین بنجانے کی کیا خبر ہے؟ اور ان پانچ کتابون کے تیار ہونے مین درنگ کسقدر ہے؟ مہتمم مطبع کا خط پرسون آیا تھا۔ وہ لکھتے ہین۔ کہ "تمھاری چالیس کتابین بعد منہائی لینے سات جلدون کے اسی ہفتہ مین تمھارے پاس پہونچ جائینگی"۔ اب حضرت ارشاد کرین۔ کہ یہ سات جلدین کب آئینگی + ہرچند کاریگرون کے دیر لگانے سے تم بھی مجبور رہو۔ مگر ایسا کچھ لکھو۔ کہ آنکھون کی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو + خدا کرے اُن تینتیس جلدون کے ساتھ، یا دو تین روز آگے پیچھے یہ سات جلدین آپکی عنایتی بھی آئین۔ تا خاص و عام مین جا بجا بھیجی جائین +

میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہین رہا۔ ضیاء الدین خان اور حسین مرزا جمع کر لیتے تھے، جو مینے کہا۔ انھون نے لکھ لیا + اُن دونون کے گھر لٹ گئے + ہزارون روپیہ کے کتاب خانے برباد ہوئے۔ اب مین اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہون۔ کئی دن ہوئے۔ کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے۔ اور زمزمہ پرداز بھی ہے۔ ایک غزل میری کہین سے لکھوا لایا + اُسنے وہ کاغذ جو مجھکو دکھایا یقین سمجھنا کہ مجھکو رونا آیا + غزل تمکو بھیجتا ہون۔ اور صلہ مین اسکے اس خط کا جواب چاہتا ہون + غزل

درد منت کشِ دوا نہ ہوا
۱
مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

# نجم الدولہ - دبیر الملک مرزا اسد اللہ خان غالب

ان کا خاندانی سلسلہ افراسیاب بادشاہ توران سے ملتا ہے۔ انکے دادا شاہ عالم کے زمانے مین دلی آئے۔ یہان فوج کے ایک معزز عہدے پر سرفراز ہوئے۔ شاہ عالم کے بعد انکے والد عبد اللہ بیگ خان لکھنؤ جاکر نواب آصف الدولہ مرحوم کے دربار مین پہونچے۔ چند روز بعد حیدر آباد مین جاکر نواب نظام علیخان بہادر کی سرکار مین تین سو سوار کی جمعیت سے ملازم رہے۔ کئی برس کے بعد ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے مین یہ صورت بھی بگڑی۔ وہان سے گھر آئے۔ اور الور مین راجہ بختاور سنگھ کی ملازمت اختیار کی یہان کسی لڑائی مین مارے گئے۔ اُسوقت مرزا کی ۵ برس کی عمر تھی نصر اللہ بیگ خان حقیقی چچا مرہٹون کیطرف سے اکبر آباد مین صوبہ دار تھے۔ انہون نے اس دُرِّ یتیم کو دامن مین لیا۔

مرزا چچا کے سایہ مین پرورش پاتے تھے۔ مگر اتفاق یہ ہے کہ مرگ ناگہانی مین وہ بھی مرگئے۔ بزرگون نے لاکھون روپیہ کی جائداد چھوڑی تھی۔ قسمت سے کس کا زور چل سکتا ہے؟ وہ امیرزادہ جو شاہانہ دل و دماغ لیکر آیا تھا۔ اسکو اسی ملک سخن کی حکومت اور مضامین کی دولت پر قناعت کرکے غریبانہ حال سے زندگی بسر کرنی پڑی۔ بہت تدبیرین اور وسیلے درمیان آئے مگر سب کھیل بنکر بگڑ گئے۔ دلی کی تباہی کے بعد زیادہ مصیبت پڑی۔ اُسوقت رامپور تشریف لے گئے۔ نواب صاحب رامپور نے سو روپیہ مہینہ مقرر کردیا۔ مگر مرزا وہان زیادہ نہ رہ سکے پھر دلی واپس آئے۔

مرزا اہل ہند مین فارسی کے باکمال شاعر تھے۔ اردو انکی مادری زبان نہ تھی۔ مگر اسمین بھی وہ کمال پیدا کیا۔ کہ اس زبان کے مسلم الثبوت اُستاد ہوگئے۔ تصنیفات اردو مین تقریباً ۸۰۰ شعر کا ایک انتخابی دیوان ہے کہ سنہ ۱۲۴۹ھ مین مرتب ہوکر چھپا۔ انکے کلام مین دو باتین خصوصیت کی پائی جاتی ہین۔ اول یہ کہ معنی آفرینی اور نازک خیالی اُنکا شیوہ خاص تھا۔ دوسرے چونکہ فارسی مشق زیادہ تھی۔ اور اس سے انھین طبعی تعلق تھا۔ اسلئے اکثر الفاظ اس طرح ترکیب دے جاتے۔ کہ بول چال مین اس طرح بولتے نہین لیکن جو شعر صاف نکل گئے ہین۔ وہ ایسے ہین۔ کہ جواب نہین رکھتے۔

اُردو زبان مین رقعات کے دو مجموعے انکے مرتب ہوکر شائع ہوئے۔ ایک عود ہندی۔ دوسرا اُردوے معلی۔ ان خطوط کی عبارت ایسی ہے۔ گویا آپ سامنے بیٹھے گل افشانی کر رہے ہین۔ اسمین بھی فارسی کی ترکیب اور محاورون کا استعمال کر گئے ہین۔ ان خطوط کی طرز عبارت بھی ایک خاص قسم کی ہے۔ کہ ظرافت کے چٹکلے اور لطافت کی شوخیان اس مین خوب ادا ہوسکتی ہین۔ یہ انہین کا ایجاد تھا۔ کہ آپ مزا لے لیا اور اورون کو لطف دے گئے۔ دوسرے کا کام نہین۔

مرزا نے ۷۲ برس کی عمر سنہ ۱۸۶۹ء مین اس جہان فانی سے انتقال کیا۔

**شعر**

اس گلشنِ ہستی مین عجب سیر ہے لیکن
جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم ہے خزان کا

"الا مقتضاے عقل یہ ہے۔ کہ عالم اسباب مین کسی کا پابند نہ ہو + تعلق خاطر نہ رکھے + ہمیشہ اُسنے بھلے سے بُرائی کی ہے + جو گیا یہان سے یعنی جہان گذران سے۔ اسکا شاکی تہا۔ بادشاہ سے فقیر تک جوان سے پیر تک + حقیقت مین نفس امارہ سخت ناکارہ ہے۔ اسکو بہر کیف پچھاڑے۔ گرد ہوا و ہوس سے دامن جھاڑے" + **شعر**

دیوانہ باش تا غمِ تو دیگران خورند
آن را کہ عقل بیش غمِ روزگار بیش

آدمی کو لازم ہے۔ وہ بات پیدا کرے۔ تا صفحۂ دنیا پر چندے بہ نیکی نام یاد رہے + **شعر**

اس طرح جی کہ بعد مرنے کے
یاد کوئی تو گاہ گاہ کرے

دُنیا مین کسی سے دل نہ لگائے۔ کہ یہ کارخانہ بہت بے ثبات ہے + وصل سے فرحت ہجر سے مصیبت اپنے سر پہ لائے۔ کہ مرجانے کی بات ہے + معشوق باوفا عنقا کی طرح ناپیدا ہے۔ اور پُر دغا ہرجائی ہر جا ہویدا ہے۔ خواہش کا انجام کاہش ہے + تمنا دل سے دور کرنے مین جان کی آسائش ہے" **مؤلف**۔

کبھی نہ چین سے رہنے دیا تمنا نے
خراب و خستہ مین اس دل کی آرزو سے ہوا

مگر واے غفلت! ہاے نادانی! کہ جب نشاے جوانی کا موسم پیری مین خمار آتا ہے۔ اُسوقت آدمی سر پر ہاتھ دھر کر روتا ہے + وقت از دست رفتہ و تیر از شست جستہ کب ہاتھ آتا ہے + ناچار ہو کفِ افسوس مل کے پچھتاتا ہے + گذشتہ را صلوات کہہ کے دل کو سمجھاتا ہے +"

آدمیون کو بندر کی تقریر دل خراش پُر اثر سے عبرت و حیرت حاصل تھی کبھی نصیحت و پند۔ گاہ کلام رنگین و دلچسپ بادلِ دردمند کبھی سخنان وحشت افزا سنا تا چلا جاتا تھا + اہل دل طبیعت کے گداز سے رونے ساتھ آتے تھے۔ ہر فقرۂ پُر درد پر ضبط نہ ہو سکتا تھا۔ چلاتے تھے خلقِ خدا جنازہ کی طرح ہاتھی کے ہمراہ تھی + ایک عالم کے لب پر نالے تھے۔ فغان و آہ تھی۔ اسی سامان سے ملکہ کے جھروکے تلے پہونچے +

خوار ہے + تحصیل لاحاصل۔ کوشش اس امر مین سراسر بیکار ہے + بقول ناسخ۔

| | |
|---|---|
| ہاتھ آتی ہے کب علم و ہنر سے دولت | ملتی ہے قضا اور قدر سے دولت |
| جو علم و ہنر رکھتے ہین وہ ہین محروم | مانوس ہے بل احمق و خر سے دولت |

روپے کا جمع ہونا۔ جواہر کی تلاش مین دن کا جاگنا۔ چاندی سونے کی اُمید مین رات کا نہ سونا۔ جنھین میسر ہر بار ہے اُنھین مفارقت دنیا ناگوار ہے۔ اور یہ کلام ہے۔ **مؤلف**

| | |
|---|---|
| یاں کے جانے سے جی اُلجھتا ہے | کیا ہی دلکش سراے فانی ہے |

سلف سے اہل کمال دُنیا کے مال سے محروم رہے + جو سزاوار حکومت تھے وہ محکوم رہے۔ **حافظ**

| | |
|---|---|
| ابلہان را ہمہ شربت زگلاب و قند است | قوتِ دانا ہمہ از خونِ جگر می بینم |
| اسپِ تازی شدہ مجروح بزیر پالان | طوق زرین ہمہ در گردن خر می بینم |

لیکن کبھی صبح عشرت ہے۔ گاہ الم کی شام ہے + دنیا عجب مقام ہے + نہ امیر ہوتے عرصہ۔ نہ فقیر ہوتے کچھ دیر ہے + اس کارگاہِ بے ثبات مین عجب اندھیر ہے۔ **سودا**

| | |
|---|---|
| ہے چرخ جب سے ابلقِ ایام پر سوار | رکھتا نہین ہے ہاتھ عنان کا بیک قرار |
| جنکے طویلے بیچ کئی دن کا ذکر ہے | ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار |
| اب دیکھتا ہون مین کہ زمانے کے ہاتھ سے | موچی سے کفش پا کو گٹھاتے ہین وُہ اُدھار |

اور جب وعدہ آپہونچا۔ تو نہ روپیہ کام آتا ہے۔ نہ فوجِ ظفر موج سے کچھ ہوتا ہے نہ تھمن جرار بچا تا ہے۔ نہ کوئی آشنا و دوست آڑے آئے۔ نہ عزیز و اقربا پنجۂ ملک الموت سے چھڑائے + اگر یہی امر مانع قضا و قدر ہوتے **جمشید و کاؤس دارا و سکندر** بصد حسرت و افسوس جان نہ کھوتے + نیک عمل کرے۔ تو وہ ساتھ جاتا ہے + احتیاج کسی کی بر لائے۔ یا للہ کچھ دے۔ یہ البتہ کام آتا ہے + وگرنہ دُنیا سراسر زندگی بدتر از حباب ہے۔ پابند اسکا خراب۔ ترک کرنے والا نایاب ہے + **شعر**

| | |
|---|---|
| ترک دُنیا کا سوچ کیا ناسخ | کچھ بڑی ایسی کائنات نہین |

مدتون صدائے مرغِ سحر کے رنج اُٹھائے + کبھی دم نہ مارا + شکوہ لب پر نہ لائے + برسون ندائے اللہ اکبر
کے صدمے سہے + شکر کیا + چپ رہے + مہینون گجر کی آواز نے دم بند کیا + قلق جی پر لیا + نالہ نہ بند کیا + سوچا جو
تو وصلِ مہرویان خوابِ شب تھا۔ لُطف انکا عین غضب تھا + تمام عالم کی خوب سیر کی + کبھی حرم محترم مین
مسکن رہا + گاہ دھونی رمائی کنشت و دیر کی + عالم سے آیۃ۔ حدیث۔ وعظ و پند سُنا۔ ناقوس برہمن سُن
سر دُھنا + وہ بُت کیش۔ مانعِ ملت صنم۔ لُطفِ زیست حظِ نفس کا دشمن تھا۔ یہ کوتہ اندیش۔ رخنہ انداز اہل
ایمان و دین کا رہزن تھا + تامل کیا۔ تو ان دونون سے دور حسد و بغض بسیار ہونا معلوم۔ اپنے نزدیک
انکا انجام بخیر ہونا معلوم + واللہ اعلم یہ لوگ کیا سمجھے ؟ خود اچھے ٹھہرے اور کو بُرا سمجھے + مطلب کی
بات ہیہات دونون کی سمجھ مین نہ آئی + بایں دانائی انسے خدا سمجھے" + **مؤلف**

| اپنے کو بُرا بُرے کو اچھا سمجھے | اُلٹی یہ بڑی سمجھ ہے اچھا سمجھے |
|---|---|

دُنیا فقط رہگذر ہے + ہر دم مثالِ تارِ نفس در پیش سفر ہے + تا زیست ہزارون مفسدے ہین۔ ڈر ہے
مرنے کے بعد بازپرس کا خطر ہے + کسی طرح انسان کو مفر نہین + کونسا نفع ہے ؟ جسکی تلاش مین ضرر نہین
حاصل کار یہ ہے۔ دنیا مین جینے کی خوشی نہ مرنے کا غم کرے۔ تا مقدور کسی کی خاطر نہ برہم کرے + وگرنہ **شعر**

| نیم شبے آہ زند پیر زال | دولتِ صد سالہ کند پایمال" |
|---|---|

دلِ شکستہ کی دلداری۔ پا اُفتادہ کی مددگاری کرے + ہوا و ہوس جو دل سے دور ہو جائے۔
تو مال سے یا کمال سے عُجب و نخوت نزدیک نہ آئے + عنایت ایزدی پر قائم ہو + شکر ہر نعمت۔ سپاس
خدمت کرکے منہیات کا مانع ہو + رنج کا حامل رہے + سب رنگ مین شامل رہے + زمانے کے مکروہات
سے گھبرائے نہین + صحبتِ غیر جنس سے نفرت کرے تو بدنامی پاس آئے نہین + دولت کا اعتبار
کیا ؟ مفلسی سے ننگ و عار کیا ؟ ایک دن مرنا ہے + جینا مستعار ہے۔ اسپر کسی کا اختیار ہے ؟ نیک عمل کا خیال
رکھے۔ کہ قید ہستی زشت کا نام ہے + رہائی یہان سے انجام ہے + **شعر**۔

| کسی کی مرگ پر اے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز | بہت سا رویئے اُنپر جو اس جینے پہ مرتے ہین" |
|---|---|

عمرِ خضر کی تمنا۔ حشمتِ خسروانہ۔ خزانہ **قارون** کی فکر مین ہر ایک صباح و مسا ذلیل و

مردون کے لئے یہ زن ہے رہزن — دنیا کی عدو ہے دین کی دشمن
رہتی نہین ایک جا پہ جم کر — پھرتی ہے بہ رنگ ترد گھر گھر

انجام شاہ وگدا - دو گز کفن اور تختۂ تابوت کے سوا نہین + کسی نے آدمی یا محمودی کا دیا - یا حریر کربلا + کسی کو گزی گاڑھا میسر ہوا بصد کرب وبلا - اُسنے صندل کا تختہ لگایا - اِسنے بیر کے چیلون مین چھپایا - کسی نے بعد دفن سنگ مرمر کا مقبرہ بنایا + کسی نے مرمر کے گور گڑھا پایا - کسی کا مزار مطلا منقش - رنگا رنگ ہے - کسی کی مانند سینۂ جاہل گور تنگ ہے + حسرت دُنیا سے کفن چاک ہوا + بستر دونون کا فرش خاک ہوا نہ امیر سمور وقاقم کا فرش بچھا سکا - نہ فقیر پھٹی شطرنجی اور ٹوٹا بوریا لا سکا + بعد چندے جب گردش چرخ نے گنبد گرایا - اینٹ سے اینٹ بجایا - تو ایک نے نہ بتایا کہ دونون مین یہ گور شاہ ہے - یہ لحد فقیر ہے + اسکو مرگ جوانی نصیب ہوئی - یہ استخوان بوسیدہ پیر ہے + سو یہ بھی خوش نصیب نیک کمائی والے گور گڑھا کفن پاتے ہین - نہین تو سیکڑون چھاتی پر ہاتھ رکھکر مر جاتے ہین - لوگ در گور رکھ کے چلے آتے ہین - کُتّے - بلّی چیل - کوے - بوٹیان نوچ نوچ کر کھاتے ہین + دامن وشت + عریان کفن - گور بے چراغ صحرا کا صحن ہوتا ہے یاس حسرت کے سوا کوئی نہ سرہانے روتا ہے + نہ پائنتی کوئی چھٹ کوئی پائنتی نہ ہوتا ہے + سالہا مقبرون کی عمارات عالی اور ہا دوسامان کی دیکھا بھالی مین سریع السیر ہے - ہزارون رنج گور بے چراغ غریبان کی دید مین بیٹھے بٹھائے سہے + طرفہ نقل ہے کہ والی وارث اُنکے سر پر سلطنت مسند حکومت پر شب وروز جلوہ افروز رہے - مگر تنبیہ غافلون کو قدرت حق سے گنبدون مین آشیانۂ زاغ وزغن - میناروں پر مسکن بوم شوم - قبرون پر کُتّے لوٹتے دیکھے + میر -

مزار غریبان تاسف کی جا ہے ! — وہ سوتے ہین پھرتے جو کل جا بجا تھے

رنگ چمن صرف خزان دیکھا + ڈھلا ہوا حُسن گلرخان دیکھا + اگر گل خندان پر جوبن ہے - بہار ہے - غور کیا - تو پہلوے نازنین مین نشتر سے زیادہ خلش خار ہے سینہ لگا رہے + دُنیا مین دن رات زق زق بق بق ہے + کوئی چھپے کرتا ہے - کسی کو قلق ہے + نوش کے ساتھ گزند نیش ہے ہر رہرو کو کڑی منزل در پیش ہے + مؤلف

بلبل کو خزان مین جان کھوتے پایا — صیاد کو سر پٹک کے روتے پایا
گلچین کی بھی نیند اُڑ گئی لیک سرور — جو اہل دل تھے اُن کو سوتے پایا

لوگون سے مخاطب ہو کر یہ کہنے لگا ۔ میر سوز

برقِ طپیدہ یا شررِ پر جہیدہ ہون
جس رنگ مین ہون ہین غرض آفت رسیدہ ہون

اے اہل بزم مین بھی مرقع مین دہر کے
تصویر ہون ۔ دلے لبِ حسرت گزیدہ ہون

صیاد اپنا دام اٹھالے کہ جون صبا
ہون تو چمن مین پر گلِ عشرت نہ چیدہ ہون

اے آہ و نالہ مجھ سے نہ آگے چلو کہ مین
بچھڑا ہون کاروان سے مسافر جریدہ ہون

غم ہون الم ہون درد ہون سوز و گداز ہون
سب اہل دل کیواسطے مین آفریدہ ہون

صاحبو! دنیائے دون ۔ نیرنگیِ زمانہ سفلہ پرور بوقلمون عبرت و دید کی جا ہے + گرماگرم آیند و روند کا بازار ہے + کس و ناکس جنس ناپائدارِ لہو و لعب کا خریدار ہے + اپنے کام مین مصروف قضا ہے + جو شے ہے فنا ہے + معاملات قضا و قدر سے ہر ایک ناچار ہے + یہی مسئلہ جبر و اختیار ہے + کوئی کسی کی عداوت مین ہے ۔ کوئی کسی کا شیدا ہے + جسے دیکھا ۔ آزاد نہ پایا + کسی نہ کسی بکھیڑے مین مبتلا ہے + ایک کو اتنا سوجھتا نہین ۔ کیا لین دین ہو رہا ہے ۔ سود کی امید مین سراسر زیان ہے + بڑی ہونیکا سودا ہے ۔ اُسکی قدرت ناطقہ دیکھو مجھ سے بے زبان ناچیز کو یہ تکلف گویائی عنایت کیا + تم سب کا ساسعون مین چہرہ لکھدیا + باتین سُننے کو ساتھ چلے آتے ہو + جدائی میری شاق ہے + جو ہے مشتاق ہے + حال زار پر رحم کھا آنسو بہاتے ہو ۔ یہ رحیمی کی صفت ہے + شان تمہاری دیکھو! اسی تقریر کی دہوم سے ایک ظالم شوم سے مجھ مظلوم کا مقابلہ ہوتا ہے + یقینِ کامل ہے ۔ وہ قتل کریگا ۔ بے گناہ کے خون سے ہاتھ بھریگا ۔ سَوادُ الْوَجہِ فِی الدَّارَین ہوگا ۔ تب اُسے آرام و چین ہوگا + یہ گویائی گویا پیام مرگ تھا + دنیا جائے آزمائش ہے سفیہ جانتے ہین ۔ یہ مقام قابل آرام و آسائش ہے + دو روزہ زیست کی خاطر کیا کیا ساز و سامان پیدا کرتے ہین! **فرعون** بے سامان ہو کر زمین پر پاؤن نہین دھرتے ہین! جب سر کو اُٹھا ۔ آنکھ بند کر چلتے ہین خاکسارون کے سر کچلتے ہین ۔ آخرکار حسرت و ارمان فقط لیکر مرتے ہین + جان اُسکی جستجو مین کھوتے ہین + جو شے ہاتھ نہ آئے ۔ ذلت سے جمع ہو ۔ پریشانی و مشقت سے پاس رہے ۔ خست سے چھوٹ جائے + یاس و حسرت سے پھر سر پر ہاتھ دھر روتے ہین ۔ ناسخ ۔

دنیا اِک زال بیسوا ہے
بے مہر و دغا و بے حیا ہے

تو اضع کیا۔ اور مٹھائی پکوان۔ ایک خاصدان مین بھر کر پہرنی سے لٹکا دیا۔ اور چھاگل پانی کی شکاربند مین بندھوادی + امام ضامن کا روپیہ میرے بازو پر باندھا + دہی کا ٹیکا ماتھے پر لگا کر آنسو پیکر بولی بدہارو تمھین خدا کو سونپا + پیٹھ دکھائے جاتے ہو۔ اسی طرح جلد اپنا منہ دکھاییو۔ مین نے فاتحہ خیر پڑھکر کہا تمہارا بھی اللہ حافظ ہے مینے قبول کیا + وہان سے نکلکر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور خدا کے توکل پر بھروسہ کر کے دو منزل کی ایک منزل کرتا ہوا دمشق کے پاس جا پہونچا۔

# مرزا رجب علی بیگ سرور

مرزا اصغر علی لکھنوی کے بیٹے آغا نوازش حسین خان نوازش کے شاگرد تھے لکھنو مین پیدا ہوئے۔ مذاق سخن رکھتے تھے۔ اور دو نثر اچھی لکھتے تھے واجد علی شاہی دور کے مشہور نثار اور مقفی نگار تھے۔ شگوفہ محبت۔ گلزار سرور۔ انشائے سرور۔ سرور سلطانی۔ فسانہ عجائب۔ اُنکے تصانیف سے یادگار ہین۔ اُنکی بہترین تصنیف فسانہ عجائب ہے۔ یہ طرز انشا اس زمانہ مین نہایت مقبول تھی لیکن اب بالکل مردہ و افسردہ ہے + فسانہ عجائب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک اعلی درجہ کا انشا پرداز اس رنگ مین بھی کیا کیا رنگینیان پیدا کر سکتا ہے + ساتھہ ہی اسکے یہ بات بھی اچھی طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔ کہ اس طرز کا میدان کسقدر تنگ ہے۔ اور زمانہ حال کی ضرورتون کے پورا کرنے کے لیے کسقدر ناقابل ہے +

# انتخاب از فسانہ عجائب

## شاہزادہ کے بندر ہونیکے بعد قتل گاہ جانیکی سرگذشت

جسوقت تاجر ماہ نے متاع انجم کو نہانخانہ مغرب مین چھپایا۔ اور شحنۂ چرخ چہارم خونخواری کو مشرق سے نکل آیا۔ سوداگر نماز صبح پڑھ ہاتھی پر سوار ہوا + کمر مین پیش قبض رکھ۔ گود مین بندر کو بٹھا مرنے پر کمر مضبوط باندھ کر چلا + بندر سے کہا۔ پریشان نہ ہو جب تقریر سے اور اصرافِ کثیر سے کام نہ نکلے گا۔ جو بن پڑیگا وہ کر دونگا اپنے جیتے جی تجھے مرنے نہ دونگا + قول مردان جان دارد + مصرعہ۔ بعد از سر من کن فیکون شد۔ شدہ باشد + سوداگر کا سراسیمہ باغم و الم آگے بڑھنا۔ کہ خلقت نے چارون طرف سے گھیر لیا + بندر

لیکن بھیا! تیری یہ کیا صورت بنی؟ اسکا جواب مین کچھہ نہ دیسکا + آنکھون مین آنسو ڈبڈبا کر چپکا ہو رہا + بہن نے
جلدی خاصی پوشاک سلوا حمام مین بھیجا + نہا دھو کر وے کپڑے پہنے + ایک مکان اپنے پاس ہی بہت اچھا تکلف
کا میرے رہنے کو مقرر کیا + صبح کو شربت اور لوزیات حلوا سوہن پستہ مغزی ناشتہ کو - اور تیسرے پہر میوے
خشک و تر پھل پھلاری - اور رات دن دونون وقت پلاؤ و نان قلیئے کباب تحفہ تحفہ مزے دار منگوا کر
اپنے روبرو کھلا کر جاتی + سب طرح خاطر داری کرتی + مینے ویسے تصدیع کے بعد جو یہ آرام پایا - خدا کی درگاہ
مین ہزار شکر بجا لایا + کئی مہینے اس فراغت سے گذرے - کہ پانون اس خلوت سے باہر نہ رکھا + ایک دن وہ
بہن جو بجاے والدہ کے میری خاطر داری رکھتی تھی - کہنے لگی - اے بیرن! تو میری آنکھون کی پتلی اور مان
باپ کے موئے مٹی کی نشانی ہے + تیرے آنے سے میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا + جب تجھے دیکھتی ہون باغ باغ ہوتی
ہون + تو نے مجھے نہال کیا لیکن مردون کو خدا نے کمانے کے لئے بنایا ہے - گھر مین بیٹھے رہنا انکو لازم نہین +
جو مرد نکھٹو ہوکر گھر سیتا ہے - اُسکو دنیا کے لوگ طعنہ مہنا دیتے ہین خصوص اس شہر کے آدمی چھوٹے بڑے
بے سبب تمہارے رہنے پر کہین گے - اپنے باپ کی دولت دنیا کھو کھا کر بہنوئی کے ٹکڑون پر آ پڑا + یہ نہایت
بیعزتی اور میری تمہاری ہنسائی اور مان باپ کے نام کو سبب لاج لگنے کا ہے + نہین تو مین اپنے چمڑے
کی جوتیان بنا کر تجھے پہناؤن - اور کلیجے مین ڈال رکھون + اب یہ صلاح ہے کہ قصد سفر کا کرو - خدا چاہے - تو دن
پھرین - اور اس حیرانی اور مفلسی کے بدلے خاطر جمعی اور خوشی حاصل ہو + یہ بات سنکر مجھے بھی غیرت آئی +
اُسکی نصیحت پسند کی + جواب دیا - اچھا اب تم مان کی جگہہ ہو جو کہو سو کرون + میری مرضی پاکر گھر مین جا کر
پچاس توڑے اشرفی کے اصیل اور لونڈیون کے ہاتھہ مین لوا کر میرے آگے لا رکھے - اور بولی - ایک قافلہ سوداگرون کا
دمشق کو جاتا ہے + تم ان روپیون سے جنس تجارت کی خرید کرو + ایک تاجر ایماندار کے حوالے کرکے دستاویز پکی
لکھوا لو اور آپ بھی قصد دمشق کا کرو + وہان جب خیریت سے جا پہونچو - اپنا مال مع منافع سمجھ بوجھ لیجیو -
یا آپ بیچیو + مین وہ نقد لیکر بازار مین گیا - اسباب سوداگری کا خرید کرکے ایک بڑے سوداگر کے سپرد کیا +
نوشت و خواند سے خاطر جمع کر لی + وہ تاجر دریا کی راہ سے جہاز پر سوار ہوکر روانہ ہوا - اور فقیر نے خشکی کی راہ
لی - چلنے کی تیاری کی + جب رخصت ہونے لگا بہن نے ایک سرا پا بھاری جوڑا - اور ایک گھوڑا جڑاؤ سازی

کی اپنی نظر مبارک سے دیکھ لیجیے + یکبارگی جو اُس دولت بے انتہا پر نگاہ پڑی۔ آنکھیں کھل گئیں۔ دیوانخانے
کی تیاری کو حکم کیا + فراشوں نے فرش فروش بچھا کر بہت پردے۔ چلونیں تکلف کی لگا دیں۔ اور اچھے اچھے
خدمتگار چوبدار نوکر رکھے + سرکار سے زرق برق کی پوشاکیں بنوا دیں + فقیر مسند پر تکیہ لگا بیٹھا۔ ویسے ہی
آدمی غنڈے پھانگڑے مفت کھانے پینے والے جھوٹے خوشامدی آکر آشنا ہوئے۔ اور مصاحب بنے۔ اُنسے
آٹھ پہر صحبت ہونے لگی۔ ہر طرح کی باتیں اور زٹلیں واہی تباہی اِدھر اُدھر کی کرتے۔ اور کہتے "اس جوانی
کے عالم میں عیش کیجیے" + غرض آدمی کا شیطان آدمی ہے۔ ہر دم کے کہنے سننے سے اپنا بھی مزاج بہک گیا
شراب ناچ اور جوے کا چرچا شروع ہوا + پھر تو یہ نوبت پہونچی۔ کہ سوداگری بھول کر تماش بینی اور دینے لینے
کا سودا ہوا + اپنے نوکر اور رفیقوں نے جب یہ غفلت دیکھی۔ جو جسکے ہاتھ پڑا۔ الگ کیا + گویا لوٹ مچا دی +
کچھ خبر نہ تھی۔ کتنا روپیہ خرچ ہوتا ہے؟ کہاں سے آتا ہے؟ اور کدھر جاتا ہے؟ مال مفت دلِ بے رحم۔ اس در
خرچی کے آگے اگر گنج قارون ہوتا۔ تو بھی وفا نہ کرتا + کئی برس کے عرصے میں یکبارگی یہ حالت ہوئی +
کہ فقط ٹوپی اور لنگوٹی باقی رہی + دوست آشنا جو دانت کاٹی روٹی کھاتے تھے۔ اور چمچا بھر خون اپنا ہر بات
میں زبان سے نثار کرتے تھے۔ کافور ہو گئے + بلکہ راہ باٹ میں اگر کہیں ملاقات ہو جاتی۔ تو آنکھیں چرا کر
منہ پھیر لیتے۔ اور نوکر چاکر۔ خدمتگار۔ بہلیے۔ ڈھاپٹ۔ خاص بردار۔ ناتبخانے سب چھوڑ کر کنارے لگے + کوئی بات
کا پوچھنے والا نہ رہا + جو کہے یہ کیا تمہارا حال ہوا + سوائے غم و افسوس کے کوئی رفیق نہ ٹھہرا + اب دمڑی کی
ٹھنڈیاں میسر نہیں۔ جو چبا کر پانی پیوں + دو تین فاقے کڑاکے کے کھینچے + تاب بھوک کی نہ لا سکا + ناچار بیحیائی
کا برقع منہ پر ڈالکر یہ قصد کیا۔ کہ بہن کے پاس چلیے + لیکن یہ شرم دل میں آتی تھی۔ کہ قبلہ گاہ کی وفات کے
بعد نہ بہن سے کچھ سلوک کیا۔ نہ خالی خط لکھا۔ بلکہ اُسنے دو ایک خط خطوط ماتم پرسی کے اور اشتیاق کے جو لکھے۔
اُنکا جواب بھی ازیں خواب خرگوش میں نہ بھیجا + اس شرمندگی سے جی تو نہ چاہتا تھا۔ پر سوائے اُس گھر
کے اور کوئی ٹھکانا نظر میں نہ ٹھہرا + جوں توں پا پیادہ۔ خالی ہاتھ۔ گرتا پڑتا۔ ہزار محنت سے وے کئی
منزل کاٹ کر ہمشیرہ کے شہر میں جا کر۔ اُسکے مکان پر پہونچا۔ وہ ماں جائی میرا یہ حال دیکھکر بلائیں لے اور
گلے ملکر بہت روئی۔ تیل۔ ماش۔ کالی ماش۔ ٹکے مجھپر سے صدقے کیے۔ کہنے لگی۔ اگرچہ ملاقات سے دل بہت خوش ہوا۔

# انتخاب از باغ و بہار

## پہلے درویش کی سیر

| | |
|---|---|
| یہ سرگذشت میری ذرا کان دھر سنو | مجھکو فلک نے کردیا زیر و زبر سنو |
| جو کچھ کہ پیش آئی ہے شدت مرے تئین | اُس کا بیان کرتا ہون تم سر بسر سنو |

اے یاران! میری پیدایش اور وطن بزرگون کا ملک یمن ہے + والد اس عاجز کا ملک التجار خواجہ احمد نام بڑا سوداگر تھا + اُسوقت مین کوئی مہاجن یا بیپاری اُنکے برابر نہ تھا + اکثر شہرون مین کوٹھیان اور گماشتے خرید و فروخت کے واسطے مقرر تھے۔ اور لاکھون روپئے نقد اور جنس ملک ملک کے گھر مین موجود تھے + اُنکے یہان دو لڑکے پیدا ہوئے + ایک تو یہی فقیر جو کفنی سیلی پہنے ہوئے مرشدون کے حضور مین حاضر اور بولتا ہے۔ اور دوسری ایک بہن جسکو قبلہ گاہ نے اپنے جیتے جی ایک شہر کے سوداگر بچے سے شادی کردی تھی۔ وہ اپنی سسرال مین رہتی تھی + غرض جسکے گھر مین اتنی دولت اور ایک لڑکا ہو اُسکے لاڈ پیار کا کیا ٹھکانا ہے + مجھ فقیر نے بڑے چاؤ چوز سے مان باپ کے سایہ مین پرورش پائی اور پڑھنا لکھنا۔ سپاہگری کا کسب و فن سوداگری کا بہی کھاتا روزانہ سیکھنے لگا۔ چودہ برس تک نہایت خوشی اور بیفکری مین گذری + کچھ دنیا کا اندیشہ دل مین نہ آیا + یک بیک ایک ہی سال مین والدین قضائے الٰہی سے مرگئے + عجب طرح کا غم ہوا جسکا بیان نہین ہوسکتا + یکبارگی یتیم ہوگیا + کوئی سر پر بڑا بوڑھا نہ رہا + اس مصیبتِ ناگہانی سے رات دن رویا کرتا + کھانا پینا سب چھوٹ گیا + چالیس دن جون تون کرکے چہلم مین اپنے بیگانے چھوٹے بڑے جمع ہوئے + جب فاتحہ سے فراغت ہوئی سب نے فقیر کو باپ کی پگڑی بندھوائی اور سمجھایا "دنیا مین سب کے ماں باپ مرتے آتے ہین اور اپنے تئین بھی ایک روز مرنا ہے۔ پس صبر کرو + اپنے گھر کو دیکھو + اب باپ کی جگہہ تم سردار ہوئے + اپنے کاروبار لین دین سے ہوشیار ہو" تسلی دیکر رخصت ہوئے۔ گماشتے۔ کاروباری۔ نوکر چاکر جتنے تھے۔ آنکر حاضر ہوئے + نذرین دین۔ اور بولے۔ کوٹھی نقد و جنس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# میر امن دہلوی

بڑے نامور اور خاندانی شخص گذرے ہین + فن شعر مین کسی سے اصلاح نہین لی + اپنی طبیعت کی موزونی سے آپ شاعر بن گئے + خود فرماتے ہین کہ میری اُردو ٹکسالی ہے - کیونکہ مین دلّی کا روڑا - اور یہین کا پرورش یافتہ ہون + ان کے آبا و اجداد ہمایون بادشاہ کے عہد سے شاہان مغلیہ کی خدمت مین با اعزاز و صاحب جاگیر و مناصب رہے + سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد جب دلی کے گرد و نواح مین جاٹون کا عمل ہوگیا - تو سورج مل جاٹ نے ان کی جاگیرین ضبط کرلین - اور احمد شاہ درّانی نے ان کا گھر بار تاخت و تاراج کردیا + اُس وقت مجبوراً آپنے اپنا وطن چھوڑکر پورب کا رُخ کیا + کچھ روز عظیم آباد قیام کرکے تبلاش روزگار کلکتہ پہونچے + اٹھارہوین صدی کے آخر مین کلکتہ کے مشہور قلعہ فورٹ ولیم مین سرکار انگریزی کی طرف سے ایک کالج اُن انگریزون کی تعلیم کے غرض سے قائم کیا گیا تھا - جو ولایت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم ہوکر ہندوستان آیا کرتے تھے + ۱۸۰۰ء مین لارڈ ولزلی نے گل گرائسٹ صاحب کو اس کالج کا پرنسپل مقرر کیا + صاحب موصوف کو ہندوستانی زبان کی تدوین کا خاص شوق تھا + انہون نے خود بھی انگریزی زبان مین قواعد اُردو لکھی - اور ڈکشنری تیار کی اور قابل مصنفون سے نثر اُردو مین کتابین لکھوائین ٭

منشی میر بہادر علی صاحب نے ڈاکٹر گل گرائسٹ صاحب بہادر کے روبرو انکو پیش کردیا + اُنہون نے قدر افزائی فرمائی + بے روزگاری کی شکایت دفع ہوئی - اور کلکتہ آپکا مسکن ہوگیا + ۱۸۰۱ء مین ڈاکٹر گل گرائسٹ صاحب کی فرمایش سے آپنے قصہ چہار درویش مصنفہ امیر خسرو دہلوی کا فارسی سے اُردو مین ترجمہ کیا - اور اسکا نام باغ و بہار رکھا + ان کی زبان صاف اور سلیس اور عام فہم ہونے کے علاوہ اُس زمانہ کی روزمرہ اُردو اور محاورات دہلی کا نہایت صحیح نمونہ ہے ٭

مگر سادگی اور بے ساختہ پن اور ظرافت کا چٹخارا زیادہ ہے اور جسقدر اُردو زبان مین انکی تصنیفات ہین کسی اور کی نہ ہون گی منشی غلام غوث بیخبر غالب کے ہمعصر اور اُنکے قدم بقدم چلتے ہین شہید رنگین عبارت لاجواب لکھتے ہین۔ مولوی عبد الرشید صاحب نے زندگی کے منازل کا ایک سچا فوٹو اُتارا ہے کہ قابل دید ہے۔

نظم مین شعراے اُردو کے ارکان ثلاثہ کے کلام سے پہلے انتخاب لیا گیا۔ اُسکے بعد اور شعرا کا یہ مسلم ہے کہ فارسی طرز کے زوردار قصائد ابتدائے سودا کے برابر اور آخر زمانہ مین ذوق سے بڑھکر کسی نے نہین لکھے تصوف جو ایشیائی شاعری کا جزو اعظم ہے۔ میر درد سے بہتر آجتک کوئی نہین لکھ سکا۔ زبان کی سلاست جیسی میر تقی میر مین ہے کسی کو نصیب نہین ہوئی۔ اور سودا۔ میر درد۔ یہ وہ لوگ ہین جنھون نے محض شاعری ہی نہین کی بلکہ زبان کو تمام عیوب سے پاک وصاف کیا۔ ناسخ اور آتش کو بھی زبان کی خدمت مین وہی رتبہ حاصل ہے جو سودا میر۔ درد کو تھا۔ اُنھون نے جو عیوب باقی رہ گئے تھے اُنکو درست کر کے زبان کو نہایت فصیح وبلیغ بنا دیا۔ اُسوقت سے لکھنؤ مین بھی زبان جاری ہوگئی۔ انکا کلام لکھنؤ کی شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ غالب سے بڑھکر فلسفیانہ کلام کسی نے نہین لکھا۔ انیس اور دبیر نے نظم اُردو مین جسقدر وسعت دی اور اُردو زبان کو جسقدر اُنسے مدد پہونچی آخر زمانہ مین کسی سے نہین پہونچی۔ صدہا جدید محاورے ایجاد کیے صدہا جدید الفاظ زبان مین داخل کر دئے۔ امیر اللہ تسلیم کی مثنویان لاجواب ہین حالی نظم مین طرز جدید کے موجد اور مسلم الثبوت اُستاد ہین اقبال حالی کے قدم بقدم چلتے ہین اور اس زمانہ مین انکا طرز نہایت مقبول ہے میر اکبر حسین اپنے طرز خاص مین مسلم الثبوت اُستاد ہین۔

اس انتخاب مین جن لوگون کا کلام لیا گیا ہے اُنکے حالات اور اُنکے خصوصیات بھی لکھے گئے ہین جس سے طلبا کو کلام کے سمجھنے کا ایک مذاق پیدا ہو جائیگا۔ ناظرین باتمکین سے اُمید ہے کہ اگر کہین زلت ولغزش پائین تو اصلاح فرمائین۔ ہدف ملامت نہ بنائین فقط

**شکریہ**۔ مین ممبران سنڈیکیٹ الہ آباد یونی ورسٹی کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون کہ انہون نے میری اس ناچیز خدمت کو پسند فرمایا اور امتحان مٹریکیولیشن کے لئے منظور فرما کر میری حوصلہ افزائی کی

یکم مئی سنہ ۱۹۱۷ء — ناچیز جلال الدین احمد جعفری زینبی کان اللہ لہٗ

# معزز ناظرین

آجکل اردو زبان کے جسقدر انتخابات مٹرکولیشن اور اسکول لیونگ مین جاری ہین اُنکو دیکھکر مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کلاسون کے لیے ایک ایسا انتخاب ہونا چاہیے جس سے طلبا کے سامنے اردو زبان کی ابتدا سے آجتک کے تغیرات کا ایک نقشہ کھچ جاے اور مضامین ایسے دلچسپ ہون کہ طلبا اُسکو شوق سے پڑہین اور نیچے کے درجون سے کسیقدر مشکل ہون جس سے اُنکی استعدادون مین ترقی ہو- اور اسقدر کلام کا انتخاب لیا جاے جو دو سال کی تعلیم کے لئے کافی ہو- لہذا تمام باتون کا خیال کرکے یہ انتخاب تیار کیا گیا-

اسمین پہلے **میر امن دہلوی** اور **سرور لکھنوی** کے کلام سے تھوڑا تھوڑا انتخاب اس غرض سے کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جاے کہ ابتدا مین دہلی اور لکھنؤ کے نثر کا کیا رنگ تھا- اُسکے بعد اور لوگون کے کلام کا انتخاب رکھا گیا ہے- اسکی ترتیب مین تقدیم و تاخیر مصنفین کے سنہ وفات کے اعتبار سے کی گئی ہے- **غالب** سب سے اول وہ شخص ہین جنہون نے انشاپردازی کا رنگ پلٹا- **سر سید** نے اردو نثر کو قدیم شاہراہ سے پھیر کر سادگی پیدا کردی- اور اردو زبان مین مضمون نویسی اور لکچر وغیرہ کی راہ کھولدی- اور اردو زبان کی ترقی اور اُسکی بقا کے لئے کوئی امکانی تدبیر اٹھا نہین رکھی- **آزاد** کا کوئی خاص رنگ نثر مین نہین ہے- مگر انکو اردو نثر لکھنے مین ایسی کامل قدرت تھی کہ رنگین اور سادہ آسان اور مشکل- ہر طرح کی عبارت لکھ سکتے تھے- اور جس رنگ کی عبارت لکھتے تھے دل آویز ہوتی تھی- **حالی** اگرچہ نثر مین کسی خاص طرز کے موجد نہین مگر انکا رنگ تحریر سر سید اور آزاد کے بعد سب پر فوق لے لیا گیا- **مولوی نذیر احمد دہلوی** کا کلام دہلی کی زبان کا اعلی نمونہ ہے بخصوص ناول اور خیالی مضامین یا مناظر قدرت یا کسی سین کے عمدہ پیرایہ مین ادا کرنے کے بادشاہ ہین **شبلی نعمانی** کا طرز تحریر سادہ ہے اور اسقدر دل آویز کہ قابل رشک ہے **پنڈت رتن ناتھ سرشار** جدید طرز فسانہ نویسی کے موجد ہین- **مولوی ذکاء اللہ** کی زبان مین اگرچہ کوئی خاص بات نہین

## نظم

# فہرست مضامین

## نثر

# قند اردو



مؤلفہ

جناب مولوی حافظ جلال الدین احمد جعفری زینبی

مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول مراد آباد

سنہ ۱۹۱۹ء

[illegible] صاحب منیجر کے اہتمام سے

مطبع انوار احمدی الہ آباد میں طبع ہوا



قیمت فی جلد ۸ر